DR ZAKIR HUSAIN LIBRARY

DUE DATE

Cl. No *Acc. No.*

Late Fine Ordinary Books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night Book **Re. 1/-** per day.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈ نمبر ۱۹۲۸ء ۱۰

رسالہ اُردوئے معلّیٰ

کتب خانہ ... کان پور

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی ۔ بی ۔ اے

جلد ۲۰ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۷

فہرست مضامین

جسکو منشی احمد علی نے اپنے
احمد المطابع واقع کان پور مین چھاپا
اور حسرت موہانی نے دفتر اردوئے معلی کانپور سے شایع کیا

تنقید رسائل وکتب

یورپ کا دستور حکومت ۔ حصہ اول۔ مصنفہ مولوی سید محمود نصیر صاحب بی اے جسمین بیسوین صدی کی دستوری ترقیون کا حال اور جرمنی۔ فرانس، اٹلی اور روس وغیرہ کے دستور حکومت کو واضح طور پر بیان کیا ہے تقطیع ۲۲×۱۸ حجم ۱۴ جز قیمت ۸ ملنے کا پتہ:۔ دار الاشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ۔

دنیا کا محسن ۔ یعنی مرزا بشیر الدین محمود خلف و خلیفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وہ تقریر جو ۱۷ ر جون ۱۹۲۸ء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر قادیان مین ہوئی تھی، حجم ۲ جز مجلد قیمت ۳ ہونے کے برابر ہے۔ ملنے کا پتہ:۔ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان۔

ہندو شعرا دربار رسول مین ۔ مرتبہ مولوی محفوظ الرحمن صاحب نگرامی ناظم انجمن تبلیغ الاسلام نگرام ضلع لکھنؤ۔ یہ رسالہ جسمین غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام اردو۔ فارسی۔ ہندی تینون زبانون مین بڑے سلیقے کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے تبلیغ کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگا۔ شائقین اس کے لئے مولف سے خط وکتابت کرین تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۲ سو صفحے قیمت درج نہین ہے غالبا ۲ ر ہوگی۔

رپورٹ جمعیۃ اسلامیہ بغداد ۔ جمعیۃ اسلامیہ بغداد کی یہ سالانہ رپورٹ بابت ۲۹-۱۹۲۸ء ٹائپ مین بہت خوشنما چھپی ہوئی ہے۔ اسمین جمعیۃ کے عام جلسون۔ مجالس مشاورت۔ اسکول۔ لائبریری۔ ...داروں کی امداد۔ تجہیز وتکفین۔ قرض حسنہ۔ خدمت مسافران۔ قیام گاہ زائرین اور مساجد وغیرہ کا مختصر حال بہت دلچسپ اور کارآمد ہے۔ سید حبیب الرحمن خان سکریٹری جمعیۃ اسلامیہ بغداد سے بلا قیمت طلب کی جا سکتی ہے۔

اردو کے جدید رسالے ۔ (۱) ادبی دنیا۔ لاہور۔ تقطیع کلان حجم ۱۰۰ صفحے ماہوار نگران سر عبد القادر۔ اڈیٹر تاجور نجیب آبادی قیمت ۶ سالانہ۔ اردو مین اتنا سستا اور ایسا اچھا کوئی دوسرا رسالہ اس وقت موجود نہین ہے۔ اسکے علاوہ (۲) مبصر لکھنؤ (۳) خضر راہ لکھنؤ (۴) پروانہ دربھنگہ (۵) سرگزشت لاہور (۶) مشاعرہ حیدرآباد دکن (۷) نوخیزوان کو نمبر بھی قابل ذکر ہین جنپر اردوئے معلی کے آئندہ نمبرون پر حسب موقع تبصرہ کیا جائے گا۔

داغ دہلوی ؎ ادھر آؤ اس بات پر بوسہ لیلوں :: مرے سر کی جھوٹی قسم کھانے والے
"جھوٹی قسم کھانے والے ادھر آ" ہونا چاہئے" ادھر آؤ" لکھا معیوب اور شترگربہ ہے۔
داغ دہلوی ؎ غم فراق میں ہو داغ اسقدر بیتاب :: ذرا سے رنج میں جان آپکی نکل جاتی
"اسقدر بیتاب ہو" یعنی تم بیتاب ہو۔ اس محذوف تم کے ساتھ آپ کا اجتماع شترگربہ ہے۔ بعض محققین نے بال کی کھال نکالکر یہ ثابت کرنا چاہا ہے "(۱) تو اور تم اور آپ اور تم کا اجتماع ایک شعر میں نادرست نہیں ہے" اور اسکی توجیہ اسطور پر کی ہے کہ مخاطب کی تین صورتیں ہوا کرتی ہیں (۱) ادنیٰ اسکے لئے تو موضوع ہے (۲) اوسط اسکے لئے تم موضوع ہے اور (۳) اعلیٰ اسکے لئے آپ موضوع ہے چونکہ تم توسط کے درجے میں ہے اس سبب سے اسکو تو اور آپ دونوں کے ساتھ فی الجملہ مناسبت ہے۔ راقم حروف کے استاد مرحوم منشی امیر احمد تسلیم لکھنوی کا بھی یہی مسلک تھا۔ چنانچہ راقم نے اپنے زمانۂ طالبعلمی میں علیگڈہ کالج سے ایک غزل رامپور بغرض اصلاح روانہ کی تھی جسکا مطلع یہ تھا ؎

ملتے ہیں اسطرح سے کہ گویا خفا ہیں :: کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں

منشی صاحب مرحوم نے پہلا مصرعہ بدلکر یوں کردیا۔ ع۔۔

ملتے ہو اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں

لیکن دوسرا مصرعہ بدستور رہنے دیا۔ گویا آپکے نزدیک تم کے ساتھ آپ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

مگر راقم کے خیال میں تم اور آپ یا تو اور تم کا اجتماع ہی قابل اعتراض اور لائق احتراز ہے۔

(۱۸) الفاظ مخصوص بہ امردان و زنان

مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی اس باب میں اپنی شرح دیوان غالب کے صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ "فارسی اور اردو میں غزل کے اصول جو قائم ہوئے ہیں بموجب اون کے مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق ہونا چاہیے اور معشوق کی نسبت مونث کے صیغوں کا استعمال کرنا بھی نہیں درست

بلکہ وہ پری آیا اور وہ حور آیا بے تکلف سب نظم کرتے ہیں میر نے تو اس باب میں ایسی افراط کی ہے کہ جا بجا اون کے دیوان میں دلی کے لونڈے بھرے ہوئے ہیں لکھنؤ کے شعرا جو کہ انہیں کے فیضیاب تھے اونھوں نے بھی اس قاعدہ کو مسلم سمجھا لیکن کسی قدر اصلاح کی یعنے چوٹی اور افشان اور مسّی اور کاجل اور محرم اور کرتی اور دوپٹہ اور آنچل وغیرہ کے مضمون کہنا شروع کئے لیکن صیغے مذکر ہی کے استعمال کئے مگر جن لوگوں میں فارسی یا اردو کے شعرائے قدما کا مذاق پیدا ہو گیا ہے وہ چوٹی اور آنچل وغیرہ جو جو لفظ کہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں اون کے استعمال کو اب بھی مکروہ سمجھتے ہیں اور پھر میر صاحب نے جیسی افراط کی ہے اوسکو بھی پسند نہیں کرتے وہ چاہتے ہیں معشوق مبہم رہے اور بے شک یہ اچھا طریقہ ہے۔ ہماری رائے میں بھی ابہام ہی صحیح اور مناسب ہے اسلئے کہ بصورت دیگر اسعد شاعری میں پاکیزگی خیال، نکات تصوف اور بیان عشق حقیقی کی گنجائش باقی نہ رہ سکیگی۔ مثلاً

میر ؎ خط میں ہے کیا سمان لیپنے پر ÷ موتی گویا جڑے ہیں مینے پر

" ؎ میر کیا سادے ہیں بیمار ہوے جسکے لئے ÷ اوسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

" ؎ افسانہ خوان کا لڑکا کیا کہئے دیدنی ہے ÷ قصہ ہمارا اوسکا یارو شنیدنی ہے

ذکی مراد آبادی ؎ کرتی جالی کی تری دیکھکے لے رنگ قمر ÷ شکل انجم ہوئی دیدۂ دمعی کا عالم

اسیر ؎ وہ ہم سے کیوں نہ چھپیں خط غدار پر نکلا ÷ اسیر شب کو نکلتا ہے آفتاب کہیں

" ؎ خط نمودار ہوا وصل کی راتیں آئیں ÷ جسکا اندیشہ تھا منہ پر وہی ہیت آئیں

عرش لکھنوی ؎ بسکہ بیتاب ہے خیال اک کودک نوال کا ÷ بیقراری میں ہے عالم صفحوں کے خال کا

ناسخ ؎ دانے ہیں انگیا کی چڑیا کے بت کی چھاتیاں ÷ پلتی ہے پانی کی مچھلی موتیو نکی آب میں

بحر ؎ خوشی کسکو نہیں صاحب تمہیں مِسّی مبارک ہو ÷ خبر پہنچے تو پریوں میں طلوع صبح و شام کی

خواجہ وزیر ؎ خواب میں دست تصور بھی کبھی محرم نہیں ÷ بے پری عنقا سی کچھ انگیا کی چڑیا کم نہیں

نادر ؎ وہ دم رقص جو گھنگرو کو بجاتے آئے ÷ خواب سے فتنۂ محشر کو جگاتے آئے۔

قصہ مختصر یہ کہ شعر میں الفاظ مخصوص بہ زنان و امردان کا لانا یقیناً معیوب اور قابل

ترک ہے اور بیشتر دابن مذاق صحیح اس عیب سے اپنے کلام کو ہر حال محفوظ رکھتے ہیں۔

(۱۹) توالیٔ اضافات

اردو زبان میں بعض اوقات ترکیب فارسی کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ خصوصاً نظم میں جہاں جگہ کم اور مضمون زیادہ ہو لیکن ہر حال میں اسکا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ اضافتوں کی کثرت ناگواری کی حد تک نہ پہنچنے پائے۔ محققین کا یہ قول کہ تین اضافتوں تک جائز اس سے زیادہ ناجائز کوئی مسلمہ اصول نہیں لیکن ایک حدتک قابل قبول ضرور ہے۔ مثلاً

عیشی ۔ میں سرگرم بیان شورش داغ محبت ہوں ۔ حذر کرتا ہے شعلہ بھی مری آتش بیانی سے
خواجہ وزیر ۔ تم ادھر منہ دیکھتے ہو اور ادھر میں ناتواں ۔ ہوں نگاہ دیدۂ تصویر پشت آئینہ
غالب ۔ کمال گرمیٔ سعیٔ تلاش دید نہ پوچھ ۔ بہ رنگ خار مرے آئینے سے جوہر کھینچ
سالک دہلوی ۔ وسعت آباد دل مشتاق و دل یاد کو ۔ آرزو کا اک جہاں [illegible] کی دنیا کہوں
غالب ۔ بطوفانگاہ جوش اضطراب شام تنہائی ۔ شعاع آفتاب صبح محشر تار بستر ہے
آسی سکندرپوری ۔ زاہد و واعظ جو آتے ہیں تو [illegible] حریف ۔ [illegible] موج بادہ

(۲۰) استعمال صفت بجائے موصوف بغیر حرف اشارہ خصوصاً الفاظ متعلق بہ محبوب

دلربا، شوخ، ستمگر، جانان، بے پیر، ماہ، دلستان، رشک قمر، بت، بے مروت، لیلے پردہ نشین، شعلہ رو، کافر، تغافل شعار، رشک حور وغیرہ اکثر الفاظ محبوب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں [illegible] یا [illegible] سمجھا جاتا [illegible] ناگزیر تک بہت کم ایسے شاعر ہیں جو مضمون [illegible] ملاحظہ فرمائیے:—

ولی ۔ سحر پرداز ہیں پیا کے نین ۔ ہیں دشمن جیو خوش ادا کے نین
[illegible] یعنی دشمن ہوش کے "خوش ادا کے نین" یعنی اس خوش ادا کی آنکھیں بیان

"خوش ادا کے نین" بغیر اس کے صحیح نہیں ہے۔

میر ؎ میلانِ دلربا ہو کیونکر وفا کے اوپر ۔ دنیا ہے جان عالم اُسکی جفا کے اوپر

"میلانِ دلربا" یعنی "میلان آن دلربا" یا "اُس دلربا کا میلان"۔ دلربا بغیر اس کے صحیح نہیں ہے۔

سوز ؎ حال آوارگی شوخ کہوں کیا یارو ۔ شام پھر آئے جو نکلے وہ سحر سے باہر

"آوارگی آن شوخ" یا اُس شوخ کی آوارگی ہونا چاہیے تھا۔

غالب ؎ خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں
کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو

مومن ؎ چارہ گر اور بھی اچھا وہ کریگا ٹکڑے : پردہ شوخ جو پیوند گریباں ہوگا۔

غالب ؎ شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے : یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے

"بے مہر" کے بجائے "وہ بے مہر" ہونا چاہیے تھا۔

اختر شاہ اودھ ؎ ترے نصیب کی گردش حذر کرتی ہے : جو مہ کے ہاتھ سے اختر خطائیں پائیں

؎ کیا ہے اختر بے پر کو مہ نے مکر سے قید : کہیں بھی ہوتا ہے ایسا شکار کا اسلوب

صرف "مہ" کی جگہ "اُس ماہ" ہونا چاہیے۔ "اُس مہ" ہی کافی ہوگا۔

ذکی مراد آبادی ؎ شب اختلاط قصہ ہم داستاں سے تھا ۔ دل سے تپاک حرف شکایت زباں پہ تھا

ناسخ ؎ اکدم پاتا نہیں چین اپنے گھر میں آئینہ ۔ محو ہے نظارۂ رشک قمر میں آئینہ

"نظارہ رشک قمر" یعنی "نظارہ آن رشک قمر" یا "اُس رشک قمر کا نظارا"

رشک لکھنوی ؎ ہو چکے نہیں گیسو و ابرو کے اشارے : یہ سب ہیں ستم غیرت آہو کے اشارے

بحر لکھنوی ؎ شہرہ بلند ہے صاحب جمال کا : غیرت سے منہ سفید ہے ماہ کمال کا

خواجہ وزیر ؎ یونہیں ہم سا اُنکی غیرت لیلیٰ نہیں کرتے : نہیں محمل تو مضمون باندھتے ہیں تیرے محمل کا

"غیرت لیلیٰ" یعنی "اے غیرت لیلیٰ" حرف اشارہ کی طرح حرف ندا کا حذف بھی اکثر موقعوں پر معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس سے بھی بچنا چاہیے۔

وحشت ؎ ظالم کی تو عادت ہے ستاتا ہی رہیگا : اپنی ہی طبیعت ہے بہلتی ہی رہیگی۔

ناظم ؎ جان دی مفت غم پردہ نشین مین ناظم ٭ ہائے نادان کہان جیکو لگا یا تو نے
ذکی دہلوی ؎ پھر بیچ اب یکھون بت شرگمین کو مین ٭ یارب ترس گیا نگہ دلنشین کو مین
میر حسین ؎ مرگیا ہون شعلہ رو پر چاہیئے دوزخ مجھے۔ ظلم کو کیسے ہی تحمل اس تن محرور کا
"ظالم کی" یعنی "اس ظالم کی"۔ "غم پردہ نشین مین" یعنی "اُس پردہ نشین کے غم مین" "بت شرگمین" کو یعنی "اُس بت شرگمین" کو۔ "شعلہ رو پر" یعنی "اُس شعلہ رو پر"
عبداللہ خان مہر ؎ گر زلف کو لہرائے نہانے مین مجھے شوخ ٭ ہر موجۂ دریا پہ ہو زنجیر کا دہوکا۔
"شوخ" یعنی "اے شوخ"۔ مرزا تسلیم نے پہلا مصرعہ بدلکر یون کر دیا تھا۔

"زلفوں کی تری لہر نہانے مین گر آئے"

طاہر فرخ آبادی ؎ اے باغبان یہ سرو ضو یہ نہین کیا ملبند ٭ طوبیٰ سے ہاتھ بھر ہے قد دلربا بلند
"قد دلربا" کے بجائے "قد آن دلربا" یا "ان قد دلربا" ہونا چاہیئے تھا۔
اسمٰعیل میرٹھی ؎ غیروں سے ملتفت بت خود کام ہوگیا ٭ اور اپنے حق مین طعن تغافل غضب ہوا
لطافت ؎ بے پردہ ہوا باتون مین اغیار سے ایسا ٭ کیا قہر ہے چلمن کو بھی جانان نے نہ چھوڑا
نظم طباطبائی ؎ ترک الفت کرکے نکلا وہ بھی کافر کا نرنگ ٭ دلکو حیرت ہے کہ پہلے تو یہ عیاری نتھی
بیخود دہلوی ؎ جو گئی نہ شام وعدہ کی خود سر کو اطلاع ٭ اسکی تھی ہمارے مقدر کو اطلاع
(۱) "بت خود کام" یعنی وہ بت خود کام (۲) "جانان" یعنی اُس جان جان نے (۳) "کافر" یعنی اُس کافر کا رنگ (۴) "خود سر کو اطلاع" یعنی اُس خود سر کو اطلاع
داغ ؎ ہر تاک مین وزدیدہ نظر دیکھئے کیا ہو ٭ پھر دیکھ لیا اسنے ادھر دیکھئے کیا ہو
؎ دوبار تونے ذکر کیا رشک حور کا۔ ناصح خدا کرے تجھے دونا ثواب ہو
؎ تاک مین دل کے ہے نشیلی آنکھ۔ اور کہتے ہین ہوشیار رہیے۔
(۱) "زردیدہ نظر" کے بجائے "وہ دزدیدہ نظر" (۲) "رشک حور" کے بجائے "اُس رشک حور کا" (۳) صرف "نشیلی آنکھ" کے بجائے "وہ نشیلی آنکھ" ہونا چاہیئے تھا۔
جلیل ؎ وعدہ رہا نہ یاد تغافل شعار کو ٭ اب کیا جواب دون نگہ انتظار کو

جلیل ـ نگاہ ناز یہ کہتی ہے تیر افگن کی ؛ کہ میں ہوں دل کے لئے تیر ہے گلو کیلئے
"تغافل شعار کو" یعنی "اس تغافل شعار کو" "تیر افگن کی نگاہ" یعنی "اس تیر افگن کی نگاہ"
جگر مراد آبادی ـ ملتی نہیں ہے لذت درد جگر مجھے ؛ بھولی ہوئی ہو نگہ فتنہ گر مجھے
"بھولی ہوئی ہو نگہ فتنہ گر مجھے" یعنی "وہ نگاہ فتنہ گر مجھے بھولی ہوئی ہو"

(۲۱) "و" عطف کے بجائے آور یا "اور" کے بجائے واؤ عطف کا استعمال

بقول مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی ترکیب بہ عطف میں اس طرح کی غلطیوں سے بچنا چاہئے جیسے - مصرع - سزاوار خلافت اور امامت ایسے ہوتے ہیں - یا جیسے

مصرع - دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ

فارسی کا واؤ اردو میں جبھی استعمال کرتے ہیں جب مفرد کا مفرد پر عطف ہو اور دونوں فارسی لفظ ہوں جیسے "دل و دیدہ" نہیں تو واؤ عطف فارسی کا لانا بیجا ہے مثلاً "دل و آنکھ" کہنا صحیح نہ ہوگا - اسی طرح "آنکھ پڑتی ہے و دل آتا ہے" ان دونوں جملوں میں واؤ سے عطف کرنا درست نہیں" - بالفاظ دیگر دو ہندی جملوں کے درمیان فارسی کا عطف لانے سے احتراز لازم ہے مگر بعض شعرا نہیں کرتے مثلاً

ولی ـ شغل بہتر ہے عشقبازی کا ؛ کیا حقیقی و کیا مجازی کا
میر ـ یہ جور و جور کش تھے کہاں آگے عشق میں ؛ تجھے جفا و میرسے رسم وفا چلی
" ـ بوسہ لبوں کا مانگتے ہی تم بگڑ گئے ؛ بہتیری باتیں ہوتی ہیں اخلاص و پیار میں
" ـ جوں ابر یکسانہ روتے اٹھے ہیں گھر سے ؛ برسے ہے عشق اپنے دیوار سے و در سے
سودا ـ سینے میں ہو انار و پہلو میں دل آتش ؛ دھڑکے ہے پڑا دل کہ نہ ہو مشتعل آتش
" ـ تجھ نگاہ گرم کی حسرت سے دل مارے ہے جوش ؛ رانگو دیکھوں ہوں میں جب شمع و پروانے میں ہوم
پروانہ لفظ فارسی ہے مگر "پروانے میں" نے کے ساتھ اردو ہو گیا - اس حالت میں "شمع و پروانے میں" لکھنا صحیح نہیں ہے - "شمع اور پروانے میں" ہونا چاہئے تھا۔
میر ـ اپنے کوچے میں فغاں جسکی سنو ہو دن رات ؛ وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں

ملک الشعرا اختر ؎ تو نہ باور اسے کیجو کہ محالات سے ہے ۔ چشم عاشق سے رہے خون جگر جاری ؔ و آب
مومن ؎ آپ مجھسے نباہینگے سچ ہے ۔ باوفا حسن ؔ و بیوفا ہے عشق
" ؎ بے دوا درد بیوفا ہے وہ شوخ ۔ بے اثر آہ ؔ و بیقرار ہے دل
میر ممنون ؎ بیعت پذیر سلسلہ پیچ و تاب ہین ۔ شانے سے موؔ موسے بلا ادر بلا سے ہم
غالب ؎ ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط مین ۔ معشوق شوخ ؔ و عاشق دیوانہ چاہیے
انور ؎ مذاق مدعی ہے تلخ ؔ و کام دوست ہے شیرین ۔ سخن مین بھر دیا انور نے زہر و انگبین کیا کیا
سحر لکھنوی ؎ نشہ سرجوش جوانی کا ہے ابتک مجھکو ۔ نہ سنونگا مین کلام ؔ و نہ پیام واعظ
عاشق دہلوی ؎ اب ہمارا آپ کا ہے تذکرہ ۔ ذکر مجنون ؔ اور لیلا ہوگیا۔
مجروح دہلوی ؎ اس سے بچنے کے کچھ نہین اسباب ۔ وہ تغافل شعار ؔ و مین بیتاب
منشی شمیم ؎ میرا سمند عمر ؔ و سمند بہار ہو ۔ جوڑی یہی حضور کی بگھی کو راس ہے
داغ ؎ ہاتھ کیون رکھتے ہو منہ پر مطلب کیا ہے ۔ باعث رنجش ؔ و تکرار کہون یا کہون
تکرار لفظ ہندی ہے اسکو اور رنجش کے درمیان "و" عطف صحیح نہین ہوسکتا۔
محشر لکھنوی ؎ مارے ہنسی کے ہوٹ گیا شعلہ جلال ۔ موسیٰ کا شوق ؔ و طاقت دیدار دیکھکر
حسرت موہانی ؎ حشر ؔ و آئینہ رہ ثواب کا بار ۔ یہین کہان اور یہ عذاب کہان۔

(۲۲) ابہام و اشکال مضمون

مضمون شعر کا مبہم یا مشکل ہونا بھی معائب سخن مین داخل ہے جسکی مثالین غالب ۔
اور مومن یا تلامذہ و متبعین غالب کے کلام مین اکثر ملتی ہین مثلاً
غالب ؎ میکدہ گر چشم مست ناز سے پائے شکست ۔ موئے شیشہ دیدہ ساغر کی مژگانی کرے
" ؎ از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ ۔ طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ
" ؎ قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ ۔ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے۔
مومن ؎ بچاؤن آبلہ پائی کو کیونکر خار ماہی سے ۔ کہ بام عرش سے پھسلا دیئے پاؤن دقت کا
" ؎ دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے ۔ فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے
ان اشعار کو ہم بے معنی نہین کہتے لیکن انکا مطلب بیان کرنا کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے کم نہین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان علی میان کامل

نہ سلیمان نہ اوس ملک سی کافر آیا
عالم آباد سے پہر کر نہ مسافر آیا

گور پر میرے جنازہ کو احبا لاے
للہ الحمد کہ منزل پہ مسافر آیا

کبریا کی تصویر کسی سے نہ کہنچی
ایک سے ایک زمانہ مین مصور آیا

دی نہ آنکہون مین اوترنیکی جگہ کیا باعث
قافلہ خون جگر کا متواتر آیا

کل مجہے جنس فضائل سے ہوگیا چشم امید
آجتلک کون خریدار جواہر آیا

ہنسکے کنگہی کیلیئے بال جو کہولے اوسنے
صاعقہ گرنے لگا ابر سیہ گہر آیا

اشک ہمراہ نہ لاے تو ہوا کیا حاصل
لخت دل آنکہون مین اوٹہ بیٹہ کے آخر آیا

ہاتہ پہیلاے ہون آو تو گلے سے مل لون
لیجیئے وقت خدا حافظ و ناصر آیا

دہیان اوس شوخ کا مین کر نہین سکتا کامل
رات کس ناز سے تا حجلۂ خاطر آیا

ستمدیدہ ہون چرخ نیلگون کا
بغل مین دل نہین ساغر ہے خون کا

جلاکر ہڈیان تک خاک کردین
برا ہو شعلۂ سوز دروں کا

بہر رکہا کیا فلک کشکول سائل
مشابہ خود ہے چشم واژگون کا

قلم نے شان قدرت کی دکہائی
جریدہ لکہہ کے حرف کاف و نون کا

بہار باغ کا موسم ہی ساقی
پلا ساغر شراب لالہ گون کا

نہ رو اے طفل ہنگام ولادت
مآل اچہا نہین ہی اس شگون کا

پہنسا لیتے ہین دل آنکہون سے معشوق
نگاہین کام کرتی ہین فسون کا

بہار عمر اب آخر ہے کامل
اوتار و جسم سے جامہ جنون کا

زیست ہے ملا نہ یار کے بام وصال کا
بیٹھا ہے تھک کے عرش پہ طائر خیال کا

یون حفظ رتبہ کرتے ہین اہل کمال کا
ناخن نہ آسمان نے کیا کم ہلال کا

پہونچے ہمارے لعل کو ہرچند نرخ مین
مشک تتار خون ہی نافہ غزال کا

صبح شب فراق کی امید کیا کرون
دورا ہے ناتمام ابھی ماہ وسال کا

پنہان نظر سے ہونے لگا آفتاب عمر
اللہ رے عروج ہمارے زوال کا

رسوا کریگی خلق مین حاجت فقیر کو
درہم سفید داغ ہے دست سوال کا

چاہا نہ جبکہ دہن یار کا ثبوت
شیشہ گرا ہے سنگ پہ فرض محال کا

کشتی لگائے کیون سر ساحل کھڑی ہے موج
کیا انتظار ہے کسی آشفتہ حال کا

کیونکر عزیز آئینہ دل نہ ہو مجھے
صورت نما ہے یار کے حسن و جمال کا

بے برگ نخل خشک کی صورت جہان مین ہون
کامل ثمر یہہ مجھکو ملا ہے کمال کا

نقطہ نہین یہہ زیب زنخدان ہی خال کا
کعبہ کے آستانے پہ سر ہے بلال کا

کیونکر جواب دے فقرا کے سوال کا
مالک نہین بخیل نگہبان ہے مال کا

اہل دول کے دل مین ہے گہر اس خیال کا
یہہ صرف امر خیر مین بیجا ہے مال کا

دلکش نہ کیون ہو چہرہ جانان پہ خط سبز
دانہ ہی زیر دام کہ نقطہ ہے خال کا

رشتہ کیطرح کردیا باریک چرخ نے
لیکن سیا نہ چاک گریبان ہلال کا

زندان مین کیا کسی کی شکایت کرے عزیز
یوسف ستم رسیدہ ہے اپنے جمال کا

ناآشنا ہی جسکی زیارت سے چشم وہم
عاشق ہون اوس جمال عدیم المثال کا

دنیا پہ لاکھ جانسے ہین نوجوان نثار
کیا دلفریب حسن ہی اس پیرزال کا

یکسان ہی ہم شکستہ دلونکو خیال موت
شادی نہ زیست کی ہی نہ غم انتقال کا

کیا مطربون نے سازکی عادت خراب کی
محتاج ہر مقام پہ ہے گوشمال کا

اپنا اوسی طرح ہے جواہر کا آجتک
کب سے لٹا رہا ہون خزانہ خیال کا

پوشیدہ ہائے راز جوانی نہ رہ سکا
پیری نے حال کھولدیا بال بال کا

کس شئے کا اب خدا سے وہ مہرو ہو خواستگار
پائی جبین مہر کی ابرو ہلال کا

لازم دوام عمر کا پہلے تھا انتظام
سلطان نے بندوبست کیا ملک ومال کا

کامل نظر تمہاری کہان اسقدر بلند
نظم سخن ہے کام بڑی دیکھ بھال کا

صورت نگار خانہ ہے شوق وصال کا
بھرتا ہون رنگ صفحہ پہ نقش خیال کا

کہتے تھے ہم کہ چرخ ہے دشمن ہلال کا
آخر لگا دیا اوسے دھبہ کمال کا

پابند درد کا نہ مقید زلال کا
یکسان ہے ذوق مجھکو نشاط و ملال کا

تو دیکھتا ہے نیک و بد اپنے جمال کا
آئینہ عیب بین نہین تیری مثال کا

دیوانگان چشم کی وادی مین یون آ
صحرا ہیہ کشت زار ہے شاخ غزال کا

اشکون کو چشم زخم کے روکے نہ بادسرد
سیراب ہوکے زور بڑھیگا نہال کا

کہتے ہین لوگ دولت دنیا کو بیوفا
قارونکے ساتھ ساتھ گیا گنج مال کا

ابھرے نہ اب بھی کشتی عصیان تو وائے بخت
اونچا ہوا ہے سر سے عرق انفعال کا

مانا کہ زخم سینہ کا مرہم سے بھر گیا
کیونکر بھریگا زخم غم اندمال کا

عبرت ہے اسکا نام کہ گر نا کیا قبول
دانتون نے میرے ہاتھ نہ پکڑا اخلال کا

دیکھون ہین دل گداختہ ہوے ہے سنہ اگر
تر کردے اب آئینہ دامن مثال کا

دیکھا ہے کسکے ہجر مین آنکھون نے ماہ نو
تار نظر ہے تیر کمان ہلال کا

نہ ہون ممنون یارب خنجر قاتل کی احسان کا
رگ گردن کے عقدے کھولے ناخن گریبان کا

تصور آج مہمان آئیگا رخسار جانان کا
دل غمگین کرے آراستہ خلوت کدہ جان کا

تمناکش ازل سے درد کا ہو نہین نہ درمان کا
شگفتہ دلکو میرے زخم رکھتا ہے رگ جان کا

لحد مین خاک چھنوا تا ہے سودا زلف جانان کا
چراغ کشتہ روشن ہوگیا مرے شبستان کا

گواہی دست دربانے دیکے رسوا ہی کیا ہوتا
خدا نے ہم گنہگارونکا پردہ حشر مین ڈھانکا

یکایک ایک برچھی سی کلیجے پر لگی آکر
نہین معلوم کسنے روزن دیوار سے جھانکا

وہی سودا رہا جسوقت تک وحشت رہی مجھکو
ادہیڑا شام کو چاک گریباں صبح کو ٹانکا

سراے دہر مین آتے ہی کیونکر طفل بول اوٹھے
تکلف مدتون مین برطرف ہوتا ہی مہماں کا

دکہا کر راہ لوگو آسماں سے کوئی یہہ پوچھے
قباے نیلگون پر کیا محل تھا اس گریباں کا

کبھی صحراے الفت مین نہ بہولیسے قدم رکھنا
اجل کے منہ مین لیجاتا ہی جادہ اس بیاباں کا

طہارت نفس کی ہی دفع تہمت کیلیے کافی
گواہی عصمت یوسف کی دیگا چاک داماں کا

دوا سے بیدماغان محبت کو بہلا نہ کیا
مداوا ہوے پیراہن کرینگی پیر کنعاں کا

جنون اب کوئی دم مین سر کو ٹکرا کر نکلتے ہین
بہت حفظ ادب ہمنے کیا دیوار زندان کا

تصور مین جو اُن مہندی ملے ہاتھونکے مین رویا
حنائی کر دیا خون جگر نے پنجہ مژگاں کا

معاف چرخ پر باندھی ہی پیری مین کمر مینے
قضا دیکھے تماشا آکے میرے زور میداں کا

ہمارے خاک کے ذرونکو استغنا ہی طلعت سے
نہ دیکھا آنکھہ اوٹھا کر آئینہ خورشید تاباں کا

جہامین پیر کسے انسان اپنا معتمد سمجھے
عصا نے راز ظاہر کر دیا مرگ سلیماں کا

خمیدہ قد مین پیرینکے خدا نے دی ہی وہ طاقت
کمانکے زور سے تا بیضہ پہونچا ہاتھہ پیکاں کا

ہوا صحرا مین گذرے یار کے لب اگر ملکر
غبار اوٹھے زمین سے سودہ لعل بدخشاں کا

ہوس رفعت کی پہر بھی طبع مردم سے نہین جاتی
بلندی سے سبک ہوتا ہی کیا کیا پلہ میزاں کا

بہت بالیدگی اچھی نہین سرو گلستان کی
گریباں چاک تہا دیتے کیا گھاٹے خزاں کا

اوٹھاے جاینگے ہمسے نہ صدمے زندگانی کے
مبارک ہو تمہین اے خضر چشمہ آب حیواں کا

غبار معصیت کیونکر نہ اوٹھے ہر بن مو سے
بشر کا قلب خاکی ہی کہ جولانگاہ سلطاں کا

نہی ہنستا ہوا اوٹھیگا روز حشر مدفن سے
زراعت کے ذرو کا دن ہی روز عید دہقاں کا

گھلاؤن استخوان کیون انقلاب دہر کے غم مین
نہ سلطان روم کا ہین ہون نہ شاہنشاہ ایراں کا

گلون نے رنگ رخسار معانی کا کہاں مانا
زمین باغ اک سادہ ورق ہی میرے دیوان کا

مبارک باد آئی فصل پہر صحرا نوردی کی
یہہ خیمہ نکالا آسماں نے ابر باراں کا

سواد نظم سے یہ صفحہ قرطاس پر کاجل
بتان ہند کی آنکھون مین سرمہ ہی صفاہان کا

بڑھاتا ہے نگہ کا نور جادہ راہ صحرا کا
جلا کرتا ہے دل کی آئینہ نقش کف پا کا

تلف ہوگی ہمارے جان دلکی بیقراری سے
کریگا غرق کشتی کو تلاطم آب دریا کا

ہم آزاد دونکو ہی دو چار پیمانے پلا ساقی
وہ بادہ جو کہ پروردہ نہ ہو آغوش مینا کا

گدا نے سختیان کھینچیں جفائے چرخ سے لیکن
نہ چھوڑا ہاتھ سے دامن ہوائے باغ دنیا کا

غم فرقت کی سختی کاٹتے آہستہ آہستہ
جگر عشاق کو دینا تھا یارب سنگ خارا کا

خمیدہ ہوگیا امید کے لنگر سے قد میرا
اوٹھائے نا امیدی یارب وزش تمنا کا

بری تہمت سے کامل ہو کے انسان رہ نہیں سکتا
پدر اظہار قدرت سے بنا اللہ عیسیٰ کا

یکا یک آشنا کیون آنکھ ہمسے پھیر لیتے ہین
تعلق رفتہ رفتہ چھوڑتی ہے روح اعضا کا

عمارت پر بنا انجام پہلے دیکھ لے جا کر
اثر تھوڑا سا باقی رہگیا ہے طاق کسرا کا

نکل جائیگی تیرے ہاتھ سے ہی خیر کی دولت
رہا کب زیر فرمان سکندر ملک دارا کا

اگر جنت میں بے اوس غیرت گل کے قدم رکھون
جلا کر خاک کردے مجھکو سایہ نخل طوبیٰ کا

کسی حکمت سے ملجاتا اگر جہال کو کامل
سگون کو استخوان سینہ دیتے ابن سینا کو

دلپہ غالب رنگ شوق نگاہ ناز تھا
نالۂ شبگیر بزم بیخودی کا ساز تھا

روح پر اپنی مجھے اس عہد مین کب ناز تھا
سائبان عرش جب میرا پر پرواز تھا

گو بظاہر دوست تھا دلسوز تھا دمساز تھا
روئے گل کا رنگ اسکے حسن کا غماز تھا

گل وہان ہین جس دم سے ہمزبان ساز تھا
تار کا زمزمہ جہان مہر لب آواز تھا

طائر دلکی نظر مین کیا سماتا باغ دہر
رنگ امکان نقطۂ خال پر پرواز تھا

چارۂ اظہار سے ممنوع تھے از بسکہ لب
نوک نشتر دلکو میرے بیکسی کا راز تھا

بوئے گل خود آشیانے سے نکل سکتی تھی کب
گریۂ شبنم گلو تکو خندۂ آواز تھا

مرغ دل پہ کارگر شاید نہ ہو تیر نظر
تیغ کھینچے سرمہ دنبال نگاہ ناز تھا

تھین جو کشتہ چشم ساقی مین ہماری حسرتین
خونکی کا دل میں سیلان شراب ناز تھا

شیشہ دماغ کے آگے بات کا موقع نہ تھا کیا
ایک تھا تمام اسمین دوسرا غماز تھا

راز شب کا ادر کہتے کون آیا عرش سے
شمع تھی مجلس مین یا پروانہ جان باز تھا

جان لیکر بھی نہ سودا چشم جانان سے کیا
اس دکان پر کیا گران نرخ متاع ناز تھا

کون غم کہاتا نہین ہمدم کا ہنگام گریہ
دور پہلو سے یہ طائر دم پر داز تھا

رعد نقارہ بجا تا فلق مین کیونکر بھرا
اس بزرگی پر فلک کا طبل بے آواز تھا

نالہ میرا گوش جانان تک نہ پہونچا ایک دن
گو بلندی مین فغان صور سے ممتاز تھا

واہ مجھسے عہد خاطی پر یہ رحمت یہ کرم
قبر مین پہونچا تو دیکھا باب جنت باز تھا

نیند مین انکی نظر کہلتی کبھی ہوتی تھی بند
ہر نفس کے ہاتھ مین جام شراب ناز تھا

زہر چشم یار کی تاثیر سے تھا نیلگون
سرمہ کیا تھا وہ بہی مقتول نگاہ ناز تھا

ہاتھ خون صید مین ماخوذ کیون ہو نیلگا
منحرف ناوک سے جب بازوے تیر انداز تھا

درد دل کا حال ہم کتمان کرتے بزم مین
آئینہ فریاد کا صورت نمائے راز تھا

ہون ازل کے پیشتر سے بے سایہ پروردنا
قبل ہستی میری ہستی پر عدم کو ناز تھا

روشنی انی انا اللہ کی نہی کوہ طور پر
پردہ دار حسن وحدت شعلۂ آواز تھا

اول و آخر عدم تھا ہستی موہوم کا
فاتحے کا نقش ظفر لے سر آغاز تھا

ہم گنہ کے شرم سے ناخن کو روگردان ہوئے
پہر کے جو دیکھا در رحمت خدا کا باز تھا

اوس چمن مین ہم رہے تا مرگ محبوس قفس
طائر نور لوح جسکا آسمان پرواز تھا

یار کی چشم سخنگو کس طرح کرتی کلام
اوسطرف ابرو ادہر موے مژہ غماز تھا

سجدۂ خیل ملک کا آج ہم سمجھے سبب
قالب آدم مین نوائے شاہد طناز تھا

بڑہ گئی سر کی سفیدی سے معاصی کی طمع
عہد پیری خندۂ دندان نمائے آز تھا

روئے جانان کی خزان سی ہوگئی دتی بہار
خط کتاب حسن کا دیباچہ آغاز تھا

پاک بازی کی صفت سے متصف دیکھا جسے
جرعہ نوش ساغر رندان شاہد باز تھا

اعتراف بے کمالی سے ہوا رتبہ بلند
یعنی عریانی ہمارا خلعت اعزاز تھا

اور کرتا کس سے غم اپنی کشاکش کا عیان
دسترس سوفار کا تا گوش تیر انداز تھا

کہل گیا کہلتے ہی مرغان گلستان پر یہ راز
غنچۂ گل باغ مین طبل بلند آواز تھا

کشتگان ہجر کو نغمون سے ملنا کیا مزا — تار کا زخمہ دہان زخم کی آواز تھا
آج قوت آشیانہ سے نکلنے کی نہیں — ایک دن عرش برین زیر پر پرواز تھا

وصل سے محفوظ ہونیکی تہی کامل کیا سبیل
ہم تھے از خود رفتہ وہ مست شراب ناز تھا

خوش ہون بے ساقی کے ہم رندان ملے اشام کیا — وہ نہو تو شیشۂ مے کیا سبو کیا جام کیا
مفلسون کے دام مین آئینگے سیم اندام کیا — بندۂ زر ہین تہیدستون سے انکو کام کیا
قید ہوکر تو کبھی بہتر کا نہین اے مرغ روح — کیا خبر تجہکو مزا ملنا ہے زیر دام کیا
ابتدائے عشق ہی او سپر نہین دلکو قرار — دیکھئے ہوتا ہے اس آغاز کا انجام کیا
خال ہندو کعبہ رخ مین کہا لینے آگیا — قید کر لایا ہے اوسکو شکر اسلام کیا
زہر ساغر مین گہلا ہے تو ہمارا کیا ضرر — تلخ کامان محبت کو مزے سے کام کیا
کیون دعا ہوتی نہین یا رب ہماری مستجاب — عرش سے بہی مرتفع تر ہے تبو نکا بام کیا
آسمان سے کس توقع پر کرین راحت طلب — آپ وہ گردش مین ہے دیگا مجھے آرام کیا
اپنے ہاتہون دل ہوا دام محبت مین اسیر — کہدیا تھا مین نے وہ دیگا مجھے الزام کیا
کردئے پیری نے آکر پست دل کے حوصلے — اب جسینون سے خیال نامہ و پیغام کیا
حرف تلخ یار کا دیتے نہین عاشق جواب — بند کر دیتی ہے لب شیرینی دشنام کیا
بندہ پرور خیر ہے کچھ اور باتین کیجئے — آپ ہی کا مال دل میرا ہے اوسکے دام کیا
دم نکالے ڈالتی ہے کنج مدفن کی سحر — دیکھئے ہمکو دکہاتی ہے یہان کی شام کیا
جو گذرنی تھی سو گذری جو کہ ہونا تھا ہوا — کوئی پوچھے دل سے اب اندیشۂ انجام کیا
زندگانی کا نولے ہمدم ہوا انجام مرگ — اب یہ سمجھا مجہکو ہوگا مرگ کا انجام کیا
سو بچا اس اے محبت تیری آنکھون کے سودائی نہ تھے — نفع کرتے ایک عالم کو یہ دو بادام کیا
جب مین آتا ہون یہی سنتا ہون سوتے ہین حضور — خواب میرے بخت کا ہے آپ کا آرام کیا
قتل ہی مجہکو کریگا چشم جانان کا عتاب — زہر میرے حق مین ہوگی تلخی بادام کیا

عیش و عشرت اہل دولت کو مبارک روز و شب

ہم سیہ بختون کی لے کامل سحر کیا شام کیا

کسے معلوم تھا زندان کا در چاک کیا ہوگا — خدا کا خوف یوسف کیلئے زنجیر پا ہوگا

اگر بھٹکیں گے رستہ سالکان عشق کیا ہوگا — نفس گم کردگان راہ کا بانگ درا ہوگا

ہوا کے فیض سے عقدہ اونکے دل کا وا ہوگا — دہن جنکا مثال غنچہ گل بے صدا ہوگا

ہمارا درد دل اسباب راحت سے سوا ہوگا — مخالف طبع جب ہوگی تو کیا فعل دوا ہوگا

خزان مین باغ کا عالم ہی کامل دوسرا ہوگا — نہ طائر نغمہ زن ہونگے نہ تو مغنی سرا ہوگا

گہر کو غم نکلنے کا صدف کے گہر سے کیا ہوگا — کہ اپنا آب ودانہ لیکے وہ اوس سے جدا ہوگا

سوا اسکے امید وصل کا انجام کیا ہوگا — کہ یاریاس ہوگا اور روش مدعا ہوگا

ہوس رفعت کی کر نکو کرین بے مغز کیا ہوگا — نہ ہر دانہ گہر ہوگا نہ ہر طائر ہما ہوگا

نمیدہ ہوکے قد راستی میری مین فنا ہوگا — کمان کی قید اوٹھا کر تیر چلے سے رہا ہوگا

پہونچ کر خط وہان لوح طلسم مدعا ہوگا — کبوتر بیٹھ کر دیوار جانان پر ہما ہوگا

ہمارے راز پامالی یہ وہ کیا خاک ڈالینگے — بلند افلاک سے پیچیدہ مانند صدا ہوگا

بہت درپے ہوا ارباب شوخی مجھکو یہ ڈر ہے — زیادہ سرخ ہونٹیسے سیہ رنگ حنا ہوگا

دکھائی دیگا اپنا بہک بد ادسوت تجھکو بھی — مثال آئینہ جب غیر کا صورت نما ہوگا

ہوگی صبر سے فرقت مین زائل بخت کی گردش — گردن پتھر اگر دل کو تو سنگ آسیا ہوگا

کہین دو لنتسرا سے پیر سیر باغ نکلین تو — جبین ہوگی ہماری اور اونکا نقش پا ہوگا

خمار خواب سے کیا وہ نہین انگڑائیان لیتا — گران سبزہ پہ کیون جنازہ باد صبا ہوگا

خبر روز ولادت رو کے یہ مولود دیتا ہے — کہ جیتے جی نہ زندان عناصر سے رہا ہوگا

ہوس پیرانہ سالی مین نہ کر سیر و سیاحت کی — چلینگے پاؤن کیا جب ہاتھ محتاج عصا ہوگا

سگان کوچہ جانان ہماری ہڈیان کہائین — اونہین کیا کام خوش ہوگا کہ آزردہ ہما ہوگا

کیا ہوگا انہیں دونون مین زخمی ایک نے دل کو — نگاہ ناز اونکی ہوگی یا تیر قضا ہوگا

اگر وہ ہاتھ زیر خط عارض رکھکے سوئینگے — زمرد گون کسی دن شعلہ رنگ حنا ہوگا

کسی دن بیٹھ جائیگا زمین پر نقش پا بنکر — روان جو غیر کی قوت سے مانند عصا ہوگا

خدا سے مانگ کر روزی تگ و دو کی اگر تو نے
خجل پائے طلب یا منفعل دست دعا ہوگا

زبان لکنت کریگی وصل کے اقرار کرنے مین
یہ مطلب یار کی چشم سخنگو سے ادا ہوگا

جلینگے خاک ہم جب مرگیا دل رنج فرقت مین
وہ کشتی کیا بچیگی غرق جسکا ناخدا ہوگا

لحد مین شور نفخ صور کا مشتاق آیا ہون
تبو نکے وصل کا وعدہ قیامت مین وفا ہوگا

کمر تک دوش سے آنے لگو دو آہستہ آہستہ
تمہاری زلف کا شہرہ ختن تک ناخطا ہوگا

وقار انسان کا ہے اندازہ دولت سے دنیا مین
گھلے گی شمع اوتنی جسقدر رشتہ فنا ہوگا

حقارت سے نظر کیونکر کرین ہم سنگ کی جانب
کہ جیدن دیر مین پہونچا برہمن کا خدا ہوگا

حذر کر سروری مین قرب سے یار منافق کے
زمین پر گر کے سایہ اوسکے قد کا اژدہا ہوگا

سخندانی کو استعداد علمی کی ضرورت ہے
شجر سرسبز کیا بے قوت نشو و نما ہوگا

ضرورت سے زیادہ پر نہ کر دولت سے کیسہ کو
فساد ہضم کا باعث شکم کا امتلا ہوگا

ترقی مرتبہ کی ایک دن تجھکو بٹھادیگی
پر پرواز پیدا کرکے تو بیدست و پا ہوگا

گھلائے کیون بدن کو آدمی عشرت کی ضد سے
یہی وہ حالتین ہین شاہ ہوگا یا گدا ہوگا

فقیر اللہ کے جائز نہین رکھتے تکلف کو
وہ دنیا دار ہونگے جنکے گھر مین بوریا ہوگا

تجھے اے شمع کیون مجلس مین لاتے گر خبر ہوتی
کہ سو سو بار تیرا ایک شب مین سر جدا ہوگا

ہماری بندگی کی قدر اوسکو لے تبو ہوگی
ہمارے بعد جو در پر تمہارے جبہہ سا ہوگا

تماشا برق تابان کی تڑپ کا دیکھئے کیا ہو
کسیکے زخم دل کا خندۂ دندان نما ہوگا

ہمارے زخم دل کو ذوق ہے درد محبت کا
نمک غم شدنی سے خنجر کو کیا آمین ہی ہرا ہوگا

ابھی کمسن ہے اوس پر قہر موزون غضب ڈالا
جوان ہوکر نہین معلوم وہ بت کیا بلا ہوگا

خرام ناز سے اونکے تہ و بالا زمانہ ہے
الٰہی آج پیش از وقت کیا محشر بپا ہوگا

تکلف یک بیک کیونکر اوٹھا دے ناوک جانان
ابھی آیا ہی دل مین رفتہ رفتہ آشنا ہوگا

دو رنگی طبع قاتل مین ہی سبز خونکی شامل
خوشی ایک اوسکے گھر مین بپا ہوگی ہنگامہ بپا ہوگا

اندھیرا اون کو پچھلی رات کا ہی کنج مدفن مین
مجھے اس گھر مین یارب رات جب ہوگی تو کیا ہوگا

وہی تم ہو کہ آخر سبز دل مین ہو رہا کرتے
اگر سینہ سے لگ جاؤ گے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا

بہیگا حسرتون کا خون سیر قلب مضطر مین — خدا کا گھر تھا آگے اب زمین کربلا ہوگا
بیان ہم خود کرینگے وقت فرصت قبر پہ آنا — ہماری مرگ کا افسانہ کیا تمنے سنا ہوگا
سنا ہے کل کسی کے حلق پر پھیروگے تم خنجر — وہ گردن کسکی ہوگی ہائے وہ کسکا گلا ہوگا
تصور سے جدائی کے تہ و بالا ہے دل میرا — نہین معلوم تم گھر کو سدھاروگے تو کیا ہوگا

عبث کرتا ہی ناصح موعظہ کامل کو تقوے کا
بھلا کچھ خبر ہے وہ رند مشرب پارسا ہوگا

ظلم تھا صاحب ماتم ہماری جانون کا — جو اٹھا دل سے حجاب رنگ آسمانون کا
یہ حال راہ عدم مین ہے کاروانون کا — کہ انتقال سے جادہ بنا ہے جانون کا
جرس ہے غلغلہ صدمہ کا روانون کا — نگہ ہے شور قیامت ہماری جانون کا
مدار کار ہے نخوت پہ نکتہ دانون کا — ہوا کے ہاتھ مین دامن ہے بادبانون کا
خیال وصل جو ہمدم تھا ناتوانون کا — کھلا نہ مرنے پہ بھی بند استخوانون کا
لیا قصاص مصیبت کشون کی جانون کا — ملا شفق نے لہو منہ پہ آسمانون کا
کبھی تو خار گذر کرتے باغبانون کا — کہا نہ سر پہ کبھی حال راز دانون کا
ضرر ہوا نہ تغیر سے بے نشانون کا — مکان بدل گیا مرنے کے بعد جانون کا
عدو ہے چرخ ستمگار نیم جانون کا — پناہ پائین تو گوشہ ملے امانون کا
انیس نالہ ہے غربت مین نیم جانون کا — بلند نام ہوا ہم سے بے نشانون کا
مآل دیکھ تواضع کے رتبہ دانون کا — جرس رفیق ہے منزل مین کاروانون کا
جواب دیتے ہین نافہم نکتہ دانون کا — کلام کا جو ہے بازیچہ ہے زبانون کا
سرائے گور پتہ دیتی ہے مکانون کا — وطن دیار عدم مین ہے بے نشانون کا
وقار دیکھ ضعیفون کا ناتوانون کا — جھکا تو چلہ ہی سے سر جھکا کمانون کا
خدا قفس مین نگہبان ہے انکی جانون کا — عدم نصیب تھا خس جلکے آشیانون کا
نہ دے گریز کا اپنے تو دوستون کو محل — شکست قوم جھکانی ہے سر نشانون کا
امید خیر رفیقون سے کوئی کیا رکھے — ہوا نے چاک کیا پردہ بادبانون کا

وہ گرم رو ہوں کف پا جز خار سے ہوگا
بہے لہو کی جگہ مغز استخوانوں کا

دلیر کو جرم سے مانع نہیں گمان عمل
نہیب دزد کے دل میں ہے پاسبانوں کا

حیا سے برق ہوئی ہے سحاب میں پنہاں
کہ ساتھ دے نہ سکی ہم سبک عنانوں کا

خیال میں ہے جو اک عارض عرق آلود
جگر کے داغوں میں عالم ہے عطردانوں کا

اب اور نالۂ بلبل کریگا کیا تاثیر
گلوں نے پردہ بنایا ہے اپنے کانوں کا

زمیں پہ نقش قدم بنکے بیٹھ رہتے ہیں
ملا نہ جادۂ اخلاص مہربانوں کا

نگاہ شوق میں آنکھوں کی تا جبیں پہونچی
رہا بہانہ ہی دیکھی بعد دو کمانوں کا

عزیز زخم جگر اس سبب سے ہے مجھکو
کہ یادگار ہے احباب کی زبانوں کا

درون آب ہی کیا ہیں نمانیں اے موج
حباب بحر کا گنبد ہے کن مکانوں کا

تمام عمر چلے راہ اور گھر میں رہے
سفر تھا نبض کی مانند ناتوانوں کا

مٹا کے نقش قدم رہروؤں نے خوب کیا
کہ بیٹھنا ہی تو مشکل تھا ناتوانوں کا

اجل کی راہ میں قدرت کا امتحان ہوا
قدم نہ پیروں سے آگے بڑھا جوانوں کا

عزیز ہو کے سیاہی سے بخت بد تیرا
بنے گا مردمک دیدہ آسمانوں کا

خزاں میں غم شب تیرہ کا بلبلیں نہ کریں
چراغ بنکے جلے گا خس آشیانوں کا

اگر یہی غلبہ کفر کا ہے عالم میں
بنے گا نالۂ ناقوس غل اذانوں کا

بتوں کے قصر کی طلعت سے ہے یقیں ہوتا
جبین مہر بنے سنگ آستانوں کا

سر مزار ہیں تلقین کو لوگ کیوں آئے
کہ بعد خواب نہیں کام قصہ خوانوں کا

فلک کریگا کس امید پر مجھے سیدھا
کہ میں نہ تیغ کا بل ہوں نہ خم کمانوں کا

فریفتہ نہ ہوں کیوں خال روئے جاناں پر
یہ ایک دانہ ہے خرمن ہزار جانوں کا

دل و جگر متوحش نہیں ہے میری جانب سے
عذاب روح کا ہے ساتھ بدگمانوں کا

خوشی ہے ذبح میں عشاق کے دلوں کی تو
انہیں ملال نہ دو پاس کر کے جانوں کا

خرام ناز سے اب بس کریں کہے کوئی
غبار آہوں سے اٹھنے لگا ہی جانوں کا

ہمارے دلکو نشانہ نگاہ یار نہ دو
کہ تیر خوردہ ہے افلاک کی کمانوں کا

فنا کے قبل نہ دیکھیں دلوں میں روے نشاط
ان آئینوں پہ ہے کامل غبار جانوں کا

یاد آئے سر زلف جو اس عہد شکن کا
لقمہ دل غم دیدہ ہو افعی کے دہن کا

دندان نہ ہوں تو خاک نہیں لطف سخن کا
ہے حسن انہیں موتیوں سے درج دہن کا

آیا جو قدم باغ میں کس غنچہ دہن کا
کچھ اور ہی عالم نظر آتا ہے چمن کا

کیا اوسکو خیال آئیگا یاران وطن کا
غربت میں جسے ہوش نہو گا سر و تن کا

آیا ہے کلیجہ میں لہو اپنے بدن کا
کیا زندہ ہے پیکاں ہی کسی تیر فگن کا

اس شہر میں موزوں میں برابر رہیں پانچ
لکنت سے ہوا تنگ نہ میدان سخن کا

یوں حسرت دیدار میں ہم زیر زمیں ہیں
خط نگہ شوق ہے ہر تار کفن کا

قاتل سے طلب ہے رفتار کردن کا
جادہ دم شمشیر پہ ہے راہ وطن کا

چشمہ دہن یار کا نزدیک خدا یا
سرسبز ہوا دیدہ لب چاہ ذقن کا

لب کی حرکت سے نہیں اندیشہ سے خالی
غنچہ کے تبسم سے کھلا راز دہن کا

ہوتا نہ سپیدہ سحر حشر کا پیدا
میں چاک نہ کرتا جو گریبان کفن کا

دم کیوں نہ رکے گردش افلاک سے میرا
ہر دور گلے کے لیے حلقہ ہے رسن کا

اعجاز رخ یار کا ہے خال سے ظاہر
داغ سر آتش نہ جلا مشک ختن کا

کھل کر صفت شمع فنا ہو گئے اعضا
تابوت کا محتاج ہوا میں نہ کفن کا

اچھا ہوا شعلہ کی اگر اوڑھنی چادر
پردہ تو کیا شمع نے عریانی تن کا

بیتاب ہوا تشنگی شوق سے ایسا
پانی کی جگہ خون پیا دل نے بدن کا

دنیا کی طمع کیوں نہ ہو انساں کو زیادہ
اس چاہ کے اندازے سے ہی طول رسن کا

سیراب اثر کر نہ ہوئی چشمہ تمنا
کیا آب گہر آب تھا اس چاہ ذقن کا

کھولی ہی گرہ دل کی تو تیشہ نے کھولی
خلعت ہی دیا کوہکن نے تو کفن کا

شامیانہ کا تکلف سر مدفن کیسا
اب یہ سامان امارت پس مردن کیا

بجھ گیا خط سے تمہارا رخ روشن کیسا
طعمۂ مور ہوا حسن کا خرمن کیسا

بار ہم سے نہین اوٹھنے کا یہ اے جوش جنون
پیرہن مین ہے اگر جیب تو دامن کیسا

جھک کے ملتا ہی عدو حلقۂ خاتم کی طرح
نرم بے کوفت کے ہوتا ہی یہ آہن کیسا

گردش بخت کو ہے بعد وطن کا لازم
نہ گرے دور تو وہ سنگ فلاخن کیسا

مدح سے کرتے ہین جاہل کو ثناخوان مغرور
بت کو سجدون سے بناتے ہین برہمن کیسا

عہد پیری نے کیا قلب کو صاف آئینہ وار
صبح کے ہوتے ہی مطلع ہوا روشن کیسا

باربار اونکے لیئے چشمہ خون مین ڈوبا
بخیہ گر زخمون سے خوش ہی یہ سوزن کیسا

عکس عارض جو حسینونکا ہے آنا جاتا
اندرون خانہ آئینہ ہے روشن کیسا

دیکھیئے باغ کا ہوتا ہے خزان مین کیا رنگ
قلم کرتے ہین پیاپے دے و بہمن کیسا

میری آنکھون کے شرارے ہین ستارے کیسے
کشت افلاک در عکس ہوئی خرمن کیسا

دست قدرت نے ہی دیوار بنایا تجھکو
پھر غم بےبصری دیدۂ روزن کیسا

باد طوفان کے خدنگون سے چھنا جاتا ہے
موج پہنے ہوئے ہی بر مین یہ جوشن کیسا

نفس امارہ کا مرقد مین خطر کیا ای دل
آ گئے گھر مین اب اندیشۂ رہزن کیسا

چشم لیلا کسطرح دلکو لبھا لیتا ہے
شوخ اوس بت کا ہے نقش سم توسن کیسا

دو قدم قبر تھی برسون مین وہانتک پہونچا
سست رفتار مین تھا عمر کا توسن کیسا

خود فنا ہوکے سر چرخ اوسے پہونچایا
پھر بھی شعلہ ہے خس خشک کا دشمن کیسا

مشعل مہر لیئے ساتھ رہیگا جب تو
داغ دل پھر غم تاریکی مدفن کیسا

سیرت تابوت کو ہنس ہنسکے ہی کاندھا دیتا
متحیر ہون کہ نافہم ہے دشمن کیسا

عارض یارکو گلگونہ کی حاجت کیا ہو
کہ چراغ مہ تابندہ مین روغن کیسا

شمع روشن کیئے بیٹھا ہے سر راہ کلیم
اونکی آمد سے ہی خوش وادی ایمن کیسا

پاے اشجار پہ سر رکھکے ہے آنکھین ملتا
سایۂ ابر ہے شوریدہ گلشن کیسا

پیکے دریا ذن سے پانی ہے برستے آتا
ابر ہے تشنۂ سیرابی گلشن کیسا

دل کے داغون کو پر از آب کر آنسو نکلے
دیکھ جلتا ہے چراغون مین یہ روغن کیسا

پرہین نیکون کے توسل سے اگر مستغنی
برق کے ہاتہہ مین پہر ابر کا دامن کیا

نفس امارہ نے کیا سخت اذیت دی ہے
ساتہہ ہے سایہ کے مانند یہ رہزن کیا

دیکھہ انجام رضاجوئی حق اے یوسف
لوث تہمت سے بری ہوگیا دامن کیا

آشیان ساتہہ ہی لیکر ہے نکلنا بہتر
مین گران باغ کو جب ہوت نشیمن کیا

اشک آنکھون کے دم نزع ہوئے کیون نہ فنا
ان چراغون مین بہرا رہ گیا روغن کیا

رنج دنیا ہے تو راحت ہی کبھی دے گردون
ایک ہی راگ یہ مرتا ہے یہ توسن کیا

آشنا در پئے اسرار ہین نا حق کامل
مدعی مین نہین مجہہ سے حسد فن کیا

عاشق کو سوز ہجر مین نالہ کا ہوش کیا
مثل سپند آگ مین گر کر خروش کیا

بلبل ہہ رات دن کا چمن مین خروش کیا
کچھہ خبر ہے کہ نئے تجہے اہل ہوش کیا

غفلت نہ جس نے ہزار شمع وہ بیہوش کیا
پانی بلند ہو کے نہ بیٹھے تو جوش کیا

فصل بہار آتے ہی وحشت کا جوش کیا
پارہ کریگا دست جنون جیب ہوش کیا

پردہ مین چشم ابر کے رقت کا جوش کیا
نے کے گلے سے جہر نیان مین خروش کیا

پیری مین نوجوان کی الفت کا جوش کیا
دیکھون دکہائے یہ دل بیہودہ کوش کیا

کم ہوگا فصل گل مین نہ وحشت کا جوش کیا
یونہی رہیگی بے حرکت نبض ہوش کیا

شکوہ زلال دورد کا اے مے فروش کیا
یونہین رہیگا بادہ کسارون کو ہوش کیا

مطرب کے ساتھہ اوسکو بہی آیا نہ ہوش کیا
نغمہ ہی شب کو بہول گیا راہ گوش کیا

نالے ہمارے سنئے جو ہے زمزمہ کا شوق
مرغان نغمہ سنج چمن کا خروش کیا

نیرنگی فلک سے ہین اہل زبان خموش
بیٹہون مثال گل ہمہ تن ہو کے گوش کیا

کہولون زبان کو شمع کے مانند بزم مین
بیٹھون چراغ کشتہ کی صورت خموش کیا

عاشق کا سر جدا ہوا تن سے بجا ہوا
اس بار کا مقام تہا بالائے دوش کیا

کیون غم کردن بیاض محاسن کا اے خضاب
پیری کے عیب کا نہین تو پردہ پوش کیا

محتاج قدردان کا نہین صاحب کمال
درثمین کو آرزوئے قرب گوش کیا

بشکل بادۂ شفقی کا ہو رنگ مین　گل کیا ہے ادرخشان تن گل کا جوش کیا
خوش حال خلق مین نظر آئے نہ باکمال　خوابیدہ بخت ہو ہین بیدار ہوش کیا
معذور ہین کمال کے دعوے مین بے خرد　گندم نمایان نکرین جو فروش کیا
تیر نگہ سے یار کی کہہ لینگے دل کا راز　کھنچ کر کبھی نہ آئیگا وہ تا بہ گوش کیا
درویشی حباب مسلم ہو کس طرح　مانند موج آپ ہے وہ خرقہ پوش کیا
نشہ سے مئے کے رونق ادراک بڑہ گئی　تہی بیخودی ہی غازۂ رخسار ہوش کیا
اوس بت کے دل کو آہ کا عاشق کے غم نہین　پیکان کا زخم کہا ئیگا فولاد پوش کیا
سیر چمن کے قصد سے جا نکلے سوئے دشت　سچ ہے کہ بیخود ان محبت کا ہوش کیا
ہم تہ نشین بحر گنہ ہین تو کیا ضرر　کشتی اوبہار دیگا نہ رحمت کا جوش کیا
آوازۂ بلند نہین نے کا معتبر　قوت سے جو تہی ہو وہ تن کیا وہ توش کیا
دل اختلاط غم سے اوٹھا نا نہین جو ہاتھ　دونون ہین مرتبہ صفت زلف و دوش کیا
پایان عمر مین یہ سیہ کاریون کا شوق　اے بیخبر کہینگے تجھے اہل ہوش کیا
دولت مین سیکڑون ہین خطر جان ومال کے　کچھ نیشتر تو نیش سے کم ہے یہ توش کیا
دیکھو ہمارے سینہ پہ تم داغ کی بہار　پہولون کی شاخ کیا سبد گلفروش کیا
سر سے گذر گیا ہے عرق انفعال کا　اب بہی نہ آئیگا کرم رحمت مین جوش کیا
کیون میرے پاؤن بڑہتے ہین سوے ثواب　توڑیگا بیخودی کا قفس مرغ ہوش کیا
بلبل کے نالے کیون نہ سنے گل نے باغ مین　نسرین کے پہول پنبہ بنے ہر گوش کیا
روشن ہے بعد مرگ بہی دل مین چراغ داغ　تا صبح روز حشر نہوگا خموش کیا
دلدادہ ہون مین سبز خطون کے جمال کا　میری نگاہ بنا گل وریان کا جوش کیا
حاجت درا کی قافلۂ ہوش کو نہین　کم زنگ کی صدا سے ہی بیہ اخروش کیا
مشکل ہے آب اشک سے دہمان داغ دل　باران کریگا آتش گل کو خموش کیا
کیون سعی کسب زر مین کرے صاحب کمال　عیب ہنر کا خضر نہین پردہ پوش کیا
معراج شیر حق کا نہون کسطرح مقر　رتبہ مین کم تہا عرش سے احمد کا دوش کیا

گستاخ دستِ شوق اگر وصل میں ہوا — سمجھو تمہیں کہ آگئی شب دل ہوش کیا

کامل کے سر میں روزِ ازل سے ہے سوزِ عشق
رکھے گا سر کو وہ سرِ بالین ہوش کیا

صبح کو ہم یوں ہوئے یار سمن بر سے جدا — جسطرح شبنم ہو آغوشِ گلِ تر سے جدا
تار بستر نکلے بھی ہونگا نہ بستر سے جدا — ضعف ہوگا جان لیکر جسمِ لاغر سے جدا
شانہ کر سکتا نہیں صورت کو پیکر سے جدا — تا قیامت خم نہ ہوگا زلف جوہر سے جدا
عمر گذری ہے کہ ہوں اوس ماہ پیکر سے جدا — آسمان سے ہے جدا شکوہ مقدر سے جدا
مر کے میں بالعرض ہوں میخانہ کے در سے جدا — روح کب ہوگی حصارِ خطِ ساغر سے جدا
زیست میں کیا فکر ان دانتوں کی ہوگی ہر طرف — ٹوٹ کر ہوتا ہے رشتۂ سلکِ گوہر سے جدا
دو گھڑی کو گوش و گردن میں ہیں تو تم اگر — خشک ہو کر لو نہ ہو ہو لونکے زیور سے جدا
باغبان کا خوف ہے بلبل پہ غالب اسقدر — بیٹھتی ہے سایۂ شاخِ گلِ تر سے جدا
ایک دن بھی ہو رگِ جان کو جو حاصل اتصال — تا قیامت پھر نہ ہو مژگان کے نشتر سے جدا
یار نے پامال ہیں تکی ہماری بعد ذبح — کام دل حاصل ہوا تن سے جدا سر سے جدا
ہم قفس سے مر کے اب ہونگے جدا اے ہم صفیر — قوتِ پرواز کیوں ہوتی نہیں پر سے جدا
ایک حالت ہے ہماری تیری اے مرغِ قفس — تو جدا ہے باغ سے ہم کوئے دلبر سے جدا
اے صنم عشاق کے دل پر برستے ہیں خدنگ — تیری مژگان سے جدا چشمِ فسون گر سے جدا
کچھ خدا سے ہی توبوں کے باب میں کہنا مجھے — حشر ہو میرا صفوفِ اہلِ محشر سے جدا
قطرہ و دریا کو ہیں ہم ایک ہی شے جانتے — تو سفاہت سے سمجھ مشتق کو مصدر سے جدا
ایک تو جلتا ہے یونہیں آتشِ فرقت سے دل — آگ برساتی ہیں انجم چرخِ اخضر سے جدا
ہے وبال مدتش تما لون کو میرا جسمِ زار — بارِ حسرت سے جدا عصیان کی گٹھر سے جدا
ہے محال عقل تیری راستی اے کم نہاد — تو کتابت کی طرح ہے خطِ مسطر سے جدا
بے محل لکھا گیا اے دل حسابِ خط و خال — ثبت ہونا تھا رخِ جانان کے دفتر سے جدا
رزق کا غم منتدر کرنا نہیں احباب کو — آسیا کو دیکھئے پتھر ہے پتھر سے جدا

میرے شوق [illegible] قاتل پوچھ لے
تیغ ابرو سے جدا [illegible] کے خنجر سے جدا

کون گوہر [illegible] مثل صدف
کیوں [illegible] ہوا [illegible] آغوش مادر سے جدا

کیوں نہ بہکی ہوئی [illegible] کر دالے گلرخو
مست ہو [illegible] جدا [illegible] سے جدا

نیکے سنگ آستان [illegible] تیرے در پہ ہم
تا قیامت [illegible] سے جدا

اک [illegible] انکے چشم و ابرو کے نہیں
زخم [illegible] خنجر سے جدا

زہر ہے [illegible] لذت کا جوار
[illegible] سے جدا

ہجر کی شب [illegible] ترک مروت [illegible] مجھے
گوش گردون [illegible] جدا ہے چشم اختر سے جدا

نقش [illegible] پریشان اس طرح [illegible]
برگ [illegible] صرصر سے جدا

باکمال [illegible] میں نظر
[illegible] سے جدا

[illegible] دل [illegible] کا بار
[illegible] در سے جدا

[illegible] زخم دل [illegible] درد [illegible] ہے
عمر [illegible] سے جدا

[illegible] کامل [illegible]
[illegible] رحمت جدا ہو [illegible]

وقت [illegible] آگیا
[illegible] یاد [illegible] آگیا

[illegible] گل سے عندلیب
[illegible] باغ میں صیاد آگیا

بے [illegible] پڑے
غربت [illegible] دیار وطن یاد آگیا

موت [illegible] نکلی
[illegible] آگیا

[illegible] ہوا [illegible] کعبہ دی
[illegible] آگیا

[illegible] شب [illegible] دے سحر
[illegible] یاد آگیا

ایک [illegible] تازہ [illegible] کے خاک
[illegible] آگیا

رکنا [illegible] کا تار
[illegible] آگیا

[illegible] لذت [illegible]
[illegible] آگیا

چمکی [illegible] طور
مجھکو [illegible] چاند [illegible] یاد آگیا

اب شوق سے کرے ملک الموت قبض روح   بالین پہ میرے وہ ستم ایجاد آگیا

گذرا خیال قبر بنایا اگر مکان   پہنا لباس تو تو کفن یاد آگیا

آئی صدا مزار سے میر یہہ وقت دفن   گھر میں مسافر عدم آباد آگیا

کچھ دیر بے تمیزون کے حلقہ مین بیٹھ کر

کامل دہانِ گور مجھے یاد آگیا

کون صحرا ہے یہہ صحرا کنہہ ذات پاک کا   گم کیا ہے خضر نے جادہ رہ ادراک کا

کیا تصور گرم تھا اس روئے آتشناک کا   خشک پانی ہوگیا سرچشمۂ ادراک کا

کچھ غبار اڑتا نظر آتا ہے میری خاک کا   آج شاید سر پھرا ہے گردش افلاک کا

چارہ کیا سوزن کریگی خاطر غمناک کا   بخیہ ناممکن ہے جیب آرزو کے چاک کا

مطلع خورشید ہر ذرہ ہے میری خاک کا   نور پھیلا ہے گریبان کفن کے چاک کا

خون کرتی ہے حسرت خاطر غمناک کا   زہر ہے میری طبیعت مین اثر تریاک کا

دیکھ پائے گر فروغ اس روئے آتشناک کا   شعلہ پیراہن پہن لے جسم مین خاشاک کا

آفرین شبنم کی ہمت پر کہ بے امید نفع   زخم دھوتی ہے گلون کے سینہ صد چاک کا

آگ میری ہڈیون کو اے غم فرقت نہ دے   آسمان تک دھونک دیگا شعلہ ان خاشاک کا

شاہد گل کو چمن مین جا کے خلعت دے بہار   خار صحرا مار اٹھا سکتا نہین پوشاک کا

کیون مسقف چوب سے کرتے ہین مری قبر کو   ستر چھپانے کیلئے کافی ہے پردہ خاک کا

صاحب اقبال ہم سا جہان مین کون صید   ملتمس ہے میرے گلے پر بار کے فتراک کا

ایک دل بیٹھے کشادہ ہوکے یہہ ممکن نہین   تنگ ایسا دائرہ ہے گردش افلاک کا

ہجر ساقی مین اگر دم بھر ٹھہر کے دو نفس   آفتاب حشر ہوگئی ہین سایہ تاک کا

کیون نہ شادی مرگ ہون جوش طرب سے اے اجل   حلق میرا اور خنجر اس بت سفاک کا

رہرو ملک عدم کی چشم پوشی نقش پا سے پوچھ   ایک نے پکڑا نہ ہاتھ افتادگان خاک کا

دلمین پیدا عشق گیسو سے ہوئے مار سیاہ   زخم الفت زخم تھا کیا شانہ ضحاک کا

فاتحہ آہستہ پڑھ کے دبے پیرون سے چل   عیش ہوتا ہے منغص خفتگان خاک کا

میری ہستی سے زمین زار تھی افلاک پر ۔ ڈھک گیا میرے فنا ہونے سے پردہ خاک کا
دیکھکر ارمان دوجاتے ہین تو آتے ہین چار ۔ اک تماشا مرے پہلو مین ہو دلکی چاک کا
کیا صدف کے بطن مین بھی دفن ہے کوئی غریب ۔ رو رہے گوہر ہے غبار آلود کسکی خاک کا
مر گیا ہمراہ دل کے عہد پیری مین دماغ ۔ اختلال ہوش سیتا ہے کفن ادراک کا
اے زمین آتا ہون تیرے گھر مین خاطر جمع رکھ ۔ دیکھلون چندے تماشا گردش افلاک کا
ظلم سے انکار شاید حشر مین وہ بت کرے ۔ اسلئے بخیہ نہین کرتا مین دلکے چاک کا
گردبادآئے تھے لٹ کے دشت سی عریان بدن ۔ پیرہن ہم نے پنہایا انکو اپنی خاک کا

کشتہ تیغ اجبا ہون یہہ مجلس ہے گواہ
مین نہین مقتول کامل گردش افلاک کا

دلکے ماتم مین اگر مین سوئے دریا دیکھتا ۔ موج کے بکھری ہوئی زلف چلیپا دیکھتا
التہاب اتنا تپ غم کا مجھے کرتا بلند ۔ نبض میری بام گردون پر مسیحا دیکھتا
شکر کرتا ہون کہ سونپا خاک نے عریان بدن ۔ کیا قلق ہوتا کفن جسدن مین میلا دیکھتا
زندہ بے اسباب دنیا سے ہون لے دو چرخ ۔ مر گیا ہوتا کفن جسدن مہیا دیکھتا
ہجر مین بالین پہ لے دل ہونے ہی آ بیٹھتی ۔ کوئی تو میرے تڑپنے کا تماشا دیکھتا
انکی مرضی تھی کہ خوش ہوتا جلا کر دلکو مین ۔ پھونکتا خود اپنے دلکو خود تماشا دیکھتا
شام ہوتے پڑ رہا زنجیر در کی کرکے بند ۔ آنیوالا کون تھا کر کیا مین رستہ دیکھتا

ہم اسکو سنزلت مین اک رقم سمجھینگے قرآن کا ۔ الف اللہ کا ہو طول جس چاک گریبان کا
جنون میرا نہ ہو کسطرح طغرا لوح ایمان کا ۔ کہ انگشت شہادت ہی الف چاک گریبان کا
جنون مین بھی نہ چھوڑا ہمنے جادہ اہل ایمان کا ۔ نشان توحید حق کا تھا الف چاک گریبان کا
بیابان گرد ہین ہم پوچھنا کیا ساز و سامان کا ۔ علم فوج جنون کا ہے الف چاک گریبان کا
ہوا سرسبز کرتی ہے نہ موسم ابر باران کا ۔ جنون کیا خار صحرا ہے ان چاک گریبان کا
اگر انصاف کرتا فلک دست چرخ گردان کا ۔ سیر دامن الف ہوتا مرے چاک گریبان کا

جنوں مہر منور نا ... ہے جس قرص تاباں کا
بہار آنے تو دے بن جائیگا در باغ رضواں کا
یہی کوچہ بہشت ... ہے اہل عرفاں کا
ہمارا ... [illegible] ... کنعاں کا
اگر گذرا خیال ... [illegible] ... نمایاں کا
یہی عالم اگر ... [illegible] ... کا
جنوں کیا آیا ... [illegible] ... کا
چلا ہے ... [illegible] ... ہماں کا
بتا دے خضر ... [illegible] ... داماں کا
یہ کیا عادت ... [illegible] ... بیاباں کا
جوانی ... [illegible] ... بیاباں کا
تدارک ... [illegible] ... وحشت کے دیواں کا
اگر دشمن نہ ہوتا ... [illegible] ...
ہوائے فصل گل ... [illegible] ...
نہ ... [illegible] ...
نہ ... کا ... [illegible] ...
ادب کرتا ... [illegible] ...
جنوں میں ... [illegible] ...
ہمیں کیا ... [illegible] ... اپنا دکھا ... ٹیکی
تماشا ہو گئی ہے ... سری دیوانگی یارب
جب ... کی ... نو ... بیٹھ ل
وقار حسن آیا ... خود ہی تو دیکھے
پسند آیا ... [illegible] ... کو

وہ اک ننھی ... لب چاک گریباں کا
یہ ... شگفتہ اے جنوں چاک گریباں کا
ازل سے اے جنوں ... ہو چاک گریباں کا
سر دامن ... چاک گریباں کا
... گلشن ... چاک گریباں کا
فنا ... چاک گریباں کا
... دامن ... چاک گریباں کا
گریباں ہاتھ میں دامن ... چاک گریباں کا
جنوں ... چاک گریباں کا
... دامن ... چاک گریباں کا
جنوں ... چاک گریباں کا
کھلا ... چاک گریباں کا
نہ ... کوئی ... چاک گریباں کا
جنوں ... چاک گریباں کا
مقام ... دل ... جنوں چاک گریباں کا
کھلوں ... چاک گریباں کا
کہ صحت ... چاک گریباں کا
... چاک گریباں کا
عصائے دست موسیٰ ... چاک گریباں کا
کسی معشوق کا قد ہے الف چاک گریباں کا
جنوں آخر ... کھل گیا چاک گریباں کا
دکھاتا ہوں ... چاک گریباں کا
نئے دیوان لکھوا مطلع ... چاک گریباں کا

جنوں کیا اب تو نے دی ہمیں پیکان محبت کو
جگر کا زخم پنہاں مشکل ہے چاک گریباں کا

جنوں اتنی جگہ چھوڑے ہے حالت جنوں ہمدم
کہ یہ نقش قدم ہے کوچۂ چاک گریباں کا

نشیمن کس لیے مرغ جنوں تو موسم گل میں
پسند آیا قفس عشاق کو چاک گریباں کا

خوش آئے کیوں نہ صورت حلقۂ چشم غزالاں کی
کہ یہ مشکل ہے [illegible] چاک گریباں کا

نگہبان قفس گل دو چار دن آشیاں ہے
جواب اے چرخ دو [illegible] چاک گریباں کا

جنوں کے بہر [illegible] نہ لائے آسماں اپنی
کہ طوفان خیز [illegible] چاک گریباں کا

ہم اپنے عالم وحشت کی دکھلاتے اگر وسعت
فلک ہوتا طلوع خانۂ [illegible] چاک گریباں کا

کھلے گا جب کھلے گا جوش وحشت آج ہی کل میں
کلید بوئے گل سے قفل ہے چاک گریباں کا

یہاں تک کھینچ کے لایا تو ہمیں اے دشت خاطر
کہ دامن [illegible] لگ گیا چاک گریباں کا

بنے ہیں کس [illegible] یار گلشن میں
ہمیں تو دامنی کا غم [illegible] چاک گریباں کا

کدھر [illegible] اور باتیں کر
فلک بخیہ گری [illegible] چاک گریباں کا

مرے دامن [illegible] جنوں کیا [illegible]
[illegible] چاک گریباں کا

جنوں جب [illegible] دیا میں نہ آئی [illegible]
مجھے مطلوب آوازہ نہ تھا چاک گریباں کا

عدم کے [illegible] ہستی میں
فلک نے [illegible] چاک گریباں کا

ہمارا [illegible] صبا تا سینہ [illegible]
مزہ لوٹے گی [illegible] چاک گریباں کا

اگر تم دل [illegible] میرے سینے پر
دم عاشق [illegible] چاک گریباں کا

خبر تو نے [illegible]
گلا [illegible] جنوں [illegible] چاک گریباں کا

جنوں [illegible] کیا اس نے
نہ دیکھا تم نے [illegible] چاک گریباں کا

خوشی سے کون ہوتا ہے شریک رنج دنیا میں
بمشکل ساتھ دامن نے دیا چاک گریباں کا

ہلال عید نے اے چرخ اب دیکھا تو کیا دیکھا
جنوں میں دیکھنا عالم مرے چاک گریباں کا

عجب [illegible] ہے اے شمع عریانی تن سے
نہ صدمہ چاک دامن [illegible] چاک گریباں کا

جنوں اچھا ہوا میں باغ کی جانب نہ جا نکلا
حسد آغوش گل کرتے مرے چاک گریباں کا

تیرا [illegible] چرخ اسکا پنجۂ وحشت
کریگا زخم دل تو سامنا چاک گریباں کا

ہمارے پاس آنے تک جگر کا دم نکلتا ہے
نفس الٹی کا ہے جو تار ہے چاک گریباں کا

نشاں باقی نہیں اک تار کا بھی دست و دامن میں
جنوں اب حل ہوا عقدہ مرے چاک گریباں کا

مجھے دیوانگی میں تیرے سودے نے رکھا ساقی
خمار بادہ ہوگا پردہ در چاک گریباں کا

اگر منظور ہو تجھ کو تماشا وحشت دل کی
جنوں تا بہ ابد ظاہر ہو مرے چاک گریباں کا

کسی نے بھی ہمارے پیرہن کی قدر دانی کی
ہمیں اے جنوں خلعت دیا چاک گریباں کا

ہمارے سر پہ سایہ کیجئے صحرا میں کانٹوں نے
سراپردہ غبار کوچہ چاک گریباں کا

تکلف عقل کرتی ہے اگر تیری اطاعت میں
دکھا دے اے جنوں فرمان مرے چاک گریباں کا

نہ پیراہن رہا باقی نہ ہم اے عالم وحشت
نشاں بے نشانی رہ گیا چاک گریباں کا

صبا لیجائے رستہ میں اگر دست جنوں تجھکو
سلام شوق کہدینا مرے چاک گریباں کا

گل تر قطرۂ شبنم کو رخصت کیوں کیا تو نے
ہوا خواہ دل افتادہ مرے چاک گریباں کا

فروغ اس شمع کا وصل حسرات میں تو نہیں باقی
مگر پروانہ ہو دست جنوں چاک گریباں کا

بہل جاتا ہے دل کیا تنگیٔ زنداں میں آ کر
رہے آباد ویرانہ مرے چاک گریباں کا

جنوں یاروں نے کیا کیا تنگ بدلا موسم گل میں
وہی ہم ہیں وہی وحشت وہی چاک گریباں کا

جنوں حیرت میں بیٹھا ہے مری وحشت کے بالیں پہ
مجھے رونے کو دو ماتم کرے چاک گریباں کا

جلوں کیونکر مری تربت کو نہ چھوڑے ابدل
وہی تو ایک ماتم دار ہے چاک گریباں کا

نہ روکا اب اگر اے جوش وحشت میرے ناصح کو
مجھے دیوانہ کر دیگا مزہ چاک گریباں کا

ذرا سی بات ہی کیا بڑھا ڈالا اسکو وحشت نے
گلی کوچوں میں چرچا ہے مرے چاک گریباں کا

سر دامن سے ملنے کا اٹھے دل میں شورہ کیونکر
جنوں میں دوست ہوں دشمن نہیں چاک گریباں کا

سفر میں جا کے خط بھیجے اگر دست جنوں ہمکو
پتہ لکھے ہمارے کوچہ چاک گریباں کا

جنوں ہر وقت کی تکرار سے مجھکو یہ کھٹکا ہے
الجھ کر تار سینہ کھلوا نہ دے چاک گریباں کا

اجازت عقل سے لیکر جنوں ہم اٹھ کھڑے ہونگے
ملا جس روز رہبر کوچہ چاک گریباں کا

شب فرقت یہ احسان کر نہیں ہے اے جنوں تیرا
خراش قلب کو ناخن دیا چاک گریباں کا

نگاہ شوق کو دی راہ پیراہن میں اس ہمت سے
جہاں تک دسترس تھا اے جنوں چاک گریباں کا

تجھے کچھ خبر ہے مینا اور سپند محتسب سنتا
جنوں پتھر سے شیشہ توڑتا چاک گریباں کا

اگر دست جنوں اے ہمنشیں خود صلح کر لیتا
قدم کیوں بیچ میں آتا مرے چاک گریباں کا

ادھر خط نظر نکلا کسی کی آنکھ سے باہر
اُدھر آنچل نے پردہ کر لیا چاک گریباں کا

بڑی دقت سے برسوں میں یہ فن ہمنے سکھایا ہے
جنوں کا ہاتھ تھا ناآشنا چاک گریباں کا

غضب میں جان ڈالی اپنے ہاتھوں دوستوں نے
جنوں کے ہاتھ کیوں سودا کیا چاک گریباں کا

نہ کھولے گا اگر دست جنوں کامل خوشی اسکی
یہیں رکھ لینگے سینہ پر الف چاک گریباں کا

سپہر نو کا مقصود کون تھا افلاک پر کامل
یہ آدھا نقش کیسا یار کے چاک گریباں کا

سر سے جاتا کا نہیں مرکے بھی سودائے نجف
دل کے پیمانہ میں ہے بادہ مینائے نجف

ایک اک ذرہ میں ہے مہر مبیں کی طلعت
حبذا رہگذر آئینہ سیمائے نجف

کہ نہیں وادی ایمن سے شرف میں یہ زمیں
خلع نعلین کرا دے یہ صحرائے نجف

سرکہ بنجاتی ہے ردِ ضے کے قریب آکے شراب
بارک اللہ نزہت ہے سطوت دارائے نجف

دفن ہوتے بھی نہ ہوتے شہ لولاک اگر
پھر نہ تھی کوئی زمیں خلق میں ہمتائے نجف

قبہ قبر ید اللہ کا پرتو ہے سپہر
گلشن خلد ہے تصویر سراپائے نجف

بادہ خلد کا رضوان کو مبارک ہو خمار
لب پہ ہے مومن کے لئے نشۂ صہبائے نجف

پھل اے بخت رسا کعبہ مقصد کیطرف
مردم چشم ہے مشتاق تماشائے نجف

دل کہاں تجھکو جگہ اے ہوس باغ بہشت
دل کے آغوش میں ہے خار تمنائے نجف

دردمندان محبت کی خبر لیتا ہے
مصدر فیض ہے واللہ مسیحائے نجف

چشم غلمان جناں نرگس شہلا کے ہیں پھول
عارض حور ہیں یا لالہ حمرائے نجف

عرش سے آتے ہیں طوف در حیدر کے لئے
ساکنان حرم قدس ہیں شیدائے نجف

وہ ہوا اور وہ سبزہ کی لہک چار طرف
تازگی میں چمن خلد ہے صحرائے نجف

باغ جنت کا نمونہ ہے جہاں میں کامل
منزل مخزن اشرف واعلائے نجف

روز دل [illegible] ایک [illegible]
[illegible] نہ ایک
دل غمگین کو [illegible] ایک
دل [illegible]
[illegible] بستان [illegible]
رنگ [illegible] داغ
خشک [illegible] نہ ہوئے کشت امید
[illegible] مقرب
[illegible] کرتے ہیں [illegible]
[illegible] گل [illegible]
حاکم [illegible]
حرف [illegible]
غم [illegible] سینہ
[illegible] حاجب
[illegible]
وا [illegible] جاتا
کام [illegible] سے
[illegible] نہ خیے
رات کو [illegible] دن کو
[illegible]
دیکھ لے [illegible] بتول
نہ دیا [illegible] ہوتے
تشکیں [illegible] دلوں [illegible]

اٹھ کے [illegible] نہ ایک
دیکھو [illegible] نہ ایک
گل [illegible] نہ ایک
[illegible] نہ ایک
[illegible] نہ ایک
داغ [illegible] ایک
[illegible] نہ ایک
دیکھا [illegible] نہ ایک
[illegible] نہ ایک
جان [illegible] ایک
[illegible] ایک
جھوٹ [illegible] ایک
[illegible] ایک
[illegible] نہ ایک
[illegible] ایک
[illegible] نہ ایک
[illegible] نہ ایک
[illegible] نہ ایک
[illegible] نہ ایک
آنکھیں [illegible] نہ ایک
رہ گیا [illegible] نہ ایک
دام کے [illegible] نہ ایک
آگے [illegible] ایک

غزل جناب میان سید حسین احمد صاحب بیاک شاہجہانپوری

آئینہ تسلی کے لئے پیش نظر ہے
یعنی کہ نہ اب تاب او بہرے ناوک ہے

اک دم بھی محبت میں ٹھہرتا نہیں اک رنگ
کچھ چہرہ عاشق بھی عجیب آئینہ ہے

کچھ اس کے سوا اور تو ہم کہہ نہیں سکتے
مشتاق سجود آپ کے مشتاق کا سر ہے

حیرت زدہ یوں آئینہ کب پیش نظر تھا
گو یا کہ مرے حال پہ اب اون کو نظر ہے

کچھ اور چمک جائے اگر داغ محبت
بیاک ابھی شام جدائی کی سحر ہے

جناب سید علی حسن صاحب احسن مارہروی

جو خط نہ لکھنے کی غیر اونکو مٹائے دیتے ہیں
مرا نوشتۂ قسمت مٹائے دیتے ہیں

محل نہیں دل مضطر نہ بیقراری کا
ٹھہر ٹھہر کہ وہ پردہ اُٹھائے دیتے ہیں

یہی روش ہے تو محفل بھی جم چکی اون کی
مجھے اٹھاتے ہیں کیا دل بٹھائے دیتے ہیں

کرو خیال کچھ اون سجدہ کرنے والوں کا
اٹھا کے در کو جو کعبہ بنائے دیتے ہیں

غم فراق میں دشوار کیا ہے مرجانا
جو زندگی ہے تو مرکر دکھائے دیتے ہیں

نثار وصل پہ قربان لاکھ درہم داغ
ہم آج اپنا خزانہ لٹائے دیتے ہیں

وبال جان ہے تمہیں بھی یہ زندگی احسن
وہ تیغ اٹھاتے ہیں ہم سر جھکائے دیتے ہیں

غزل جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری

میں نے کس دن تجھے اے جان جہان دیکھا ہے
پھری قسمت پہ کہ اب تیرہ کہان دیکھا ہے

بیخودی یہ ہے کہ ہر شے میں عیان دیکھا ہے
پھر بھی معلوم نہیں

کوچۂ غیر نہ کیوں عرصۂ محشر ہو مجھے
تیرے قدموں کا و

جا نشین برق کو جسکر بھی میسر نہ ہوا
اوس کو میں نے دل

پوچھتا خلد کی میں اس سے حقیقت ہادی
ہائے اوس بزم کو زاہد نے کہان دیکھا ہے

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوئے معلیٰ کانپور

جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت ۱۹۰۸ء مکمل ... ۲ }
جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت ۱۹۰۹ء مکمل ...... ۲ } مجموعہ ہر دو مجلد جلد للعہ
جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت ۱۹۲۲ء مکمل عہ ۔ جلد اردوئے معلیٰ بابت ۱۹۲۵ء ۳ روپے

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفید و حالات غالب و تنقید۔ عہ
انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی۔ از ہاشمی چھاپا ٹائپ قابل دید۔۔ عہ
کلیات حسرت موہانی۔ یعنی مجموعہ دواوین حسرت موہانی از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل ہے

انتخاب سخن از حسرت موہانی

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند اور صاحب دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب جس کی تفصیل ذیل
انتخاب سخن جلد اول۔ سلسلہ شاہ حاتم مکمل (یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے) | یعنی انتخاب دیوان شاہ حاتم۔ بقا۔ رنگین۔ نثار۔ بیدار۔ تاباں شاگردان حاتم۔ آبرو۔ شاگرد سودا۔ اسیر۔ اکبر۔ جناب۔ بیدار۔ رنگین۔ عشرت۔ طالب۔ معروف۔ و شاہ نصیر۔ حجم ۱۰ جز قیمت ... عہ
جلد دوم سلسلہ ذوق | یعنی انتخاب دیوان ذوق جلد دواوین داغ۔ رسا وغیرہ قیمت ۱ روپے
جلد سوم سلسلہ مومن | یعنی انتخاب دیوان مومن نسیم تسلیم و دیوان حسرت موہانی یعنی انتخاب کلیات حسرت موہانی ۱۲
جلد چہارم سلسلہ مظہر سوز، میر درد | یعنی انتخاب دیوان حسرت۔ یقین۔ حزیں۔ شاعر دیوان (?) استاد شاگردان مظہر قیمت ۴
یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے
انتخاب سخن جلد پنجم | یعنی انتخاب دیوان حسرت استاد جرأت۔ دیوان جرأت دیوان [illegible] رعنا۔ دقت۔ رنگین۔ محنت۔ نصرت۔ معروف۔ محبت۔ جلال و شائق شاگردان جرأت۔ دیوان ناسخ۔ دیوان رضا علی وحشت وغیرہ ۱ روپے
(یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے)
جلد ششم سلسلہ مصحفی | دیوان مصحفی مرتبہ حسرت موہانی۔ دیوان اسیر (?) شاگرد مصحفی۔ دیوان ہمیار و بیم | یعنی انتخاب دواوین ۔ مذکورہ مع فرق شامل ہوں گے۔ آخر میں بصورت ضمیمہ چھاپا جائے گا۔ قیمت عہ
ہفتم سلسلہ آتش جلد ہشتم سلسلہ اسیر جلد نہم سلسلہ ناسخ جلد دہم سلسلہ غالب زیر تدوین ہیں

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ اردوئے معلیٰ کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۲۰

رسالہ

اُردوئے معلی

کانپور

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی. اے

نمبر ۸	بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۹ء	جلد ۲۰

فہرست مضامین

جسکو
منشی احمد علی نے اپنے
احمد المطابع واقع کانپور مین چھاپا
اور حسرت موہانی نے دفتر اردوئے معلی کانپور سے
شائع کیا
بقیمت سالانہ دو روپیہ ۱۲ آنے

تنقید رسائل وکتب

(۱) **کلیات عارف فارسی**۔ تصنیف جناب نواب سید خاقان حسین صاحب عارف دہلوی رئیس و تعلقہ دار کانپور۔ کاغذ ایوری فنش۔ لکھائی چھپائی پسندیدہ حجم ۸ جزو قیمت درج کتاب نہیں ہے غالباً عمر ہیں یا قدردانان سخن کو شاید بلا قیمت حضرت مصنف سے نیکا پور کانپور کے پتے سے ملیگا۔ کلیات میں ہر قسم کے سخن مثل قطعہ، مثنوی، قصیدہ، غزل وغیرہ موجود ہیں۔ آجتک ہم حضرت عارف کو صرف اردو زبان کا ایک مستند شاعر اور انشاپرداز سمجھتے تھے مگر اس کلیات کے مطالعے کے بعد دریافت ہوا کہ آپ فارسی شاعری میں بھی دستگاہ کافی رکھتے ہیں اور خوب کہتے ہیں مثلاً ؎

ای نام تو سرمایۂ آسایش جانہا — درماندہ بمیدان ثنائے تو زبانہا
در سینہ بلاہا ہمہ مرہم بسر آمد — امید وصال تو بلامیست از آنہا
دی پیر مغان گفت کہ این راز حقیقت — راز یست بدلہا کہ نیاید بزبانہا
عارف اگرت دست دہد ترک جہان گو — در شہر محبت ہمہ سود است زیانہا

از دشنۂ ناز تو چہ خون در جگر افتاد — امروز نگاہ تو بدل کارگر افتاد
خواہم دگر از کاکل مشکین تو بوئے — از طرۂ مشکین تو سودا بسر افتاد
چون قصۂ بیداد بہ محشر نتوان گفت — انصاف ز جور تو بروز دگر افتاد
در بیخودی شوق من از خویش بریدم — روزیکہ مرا بر رخ جانان نظر افتاد
برداشتہ یاران برسانید بہ مسجد — عارف بدر پیر مغان بے خبر افتاد

(۲) **روداد عمل ینگ مسلم پارٹی جلیسر**۔ قصبہ جلیسر ضلع ایٹہ میں سیدنا شاہ ابراہیم استاد سید سالار مسعود غازی رح کی درگاہ کیلئے جو ایک لاکھ روپیہ کی جائداد وقف تھی اسے ظالم اور ہنود مہاجنون کے قبضے سے چھڑانے کی کوششین بہت کچھ کامیاب ہو چکی ہیں اور تکمیل کامیابی کے لئے جلیسر کی ینگ مسلم پارٹی ہمہ تن مصروف عمل ہے۔ اہل خیر کو ان نوجوانون کی مدد کرنا چاہیئے اور اسکی ان دلچسپ رپورٹ کو ۲/ کا ٹکٹ بھیجکر ناظم ینگ صمد۔ نور خان صاحب یوسفی بی اے ایل ایل بی وکیل جلیسر سے طلب کرنا چاہئے۔

(۲۳) غیر شاعرانہ الفاظ کا استعمال

اشعار اور خصوصاً غزل کے اشعار مین غیر شاعرانہ الفاظ کا استعمال بدرجۂ غایت ناگوار سمجھا جاتا ہے۔ یہ عیب زیادہ تر اُن خشک شعرا کے کلام مین پایا جاتا ہے جنکی شاعری کو سوز و گداز سے بہت کم لگاؤ ہوتا ہے۔ مثلاً۔

ناسخ ؎ ۔ عارفون کو ہر دکھو دیوار درس آموز ہے ٭ اُٹھ گردن کشی ہے انحنا محراب کا

یہان انحنائے محراب یعنی محراب کا مُنحنی یا کج ہونا معناً بالکل صحیح ہے مگر لفظ انحنا غیر شاعرانہ ہے اس لئے اچھا نہین معلوم ہوتا۔

رشک لکھنوی ؎ ۔ تیر اک یار پر نہ پڑے میرے دُھڑ کا بوجھ ٭ جب ہو چکا شکار یہ دھڑ کا لگا رہا

بحر لکھنوی ؎ ۔ سفینہ نوح کا اللہ نے تجھکو بنایا ہے ٭ یونہین بیڑا کرے گا پار سب فُسّاق و مسجد کا

عرش لکھنوی ؎ ۔ ہم جو مکان مین ترے آنکلے یار ٭ غیر مین کیا اُسکے پدر جائین گے

یعنی ہمارے آنے پر غیر تو کیا ہے غیر کے باپ کو نکلنا پڑے گا۔ پدر کا لفظ اور یہ پورا مضمون حد درجہ غیر شاعرانہ اور عرش کی بدمذاقی پر دلالت کرتا ہے۔

انشا ؎ ۔ جلال و عظمت دادار خالق ملکوت ٭ خیال کر کے یہ کہتا ہون کھلا رہے جبروت

اختر شاہ اودھ ؎ ۔ حلقۂ چشم کو پابوسی کی حسرت ہے بہت ٭ آنکھ مین بھی رکھ پاپوش ہمارا صاحب

نجود دہلوی ؎ ۔ حشر تک کیون بات جائے کیون پڑے غیر کے منہ ٭ گھر مین سمجھوتا ہمارا آپ کا ہو جائیگا

دلبر ؎ آنکھ سے ہے دل کا اقرار دل دگدا ہی سہی ٭ تم زبان اپنی کہدوگے تو کیا ہو جائیگا

یہان نجود کے پہلے شعر مین سمجھوتا اور دوسرے مین دُگدا دونون غیر شاعرانہ الفاظ مین اسی وجہ سے انکا استعمال یقیناً معیوب ہے۔

نجود دہلوی ؎ ۔ نہ دبا غیر سے باتون مین بُری بات یہی ٭ گو وہ نازک ہے مگر دل کا کڑا نکلا

عارف مہوی ؎ ۔ عطا کر لذت درد جگر پھر اک دفعہ یارب ٭ دل ناشاد کو میرے کہین پھر مبتلا کردے

"اک دفعہ" غیر شاعرانہ لفظ ہے اسکے بجائے ایکبار ہونا چاہیے تھا مثلاً ؎

عطا اک بار پھر ہو لذت درد جگر یارب
دل ناشاد کو میرے کہین پھر مبتلا کردے

(۲۴) سقوط حروف مثل "ع" "ک" "و" "ح" وغیرہ

اشعار میں ع۔ک، و۔ح۔ وغیرہ حروف کا سقوط بھی معیوب اور قابل احتراز ہے مثلاً

میرؔ ۔ عالم حسن ہے عجب عالم چاہیئے عشق بھی اس عالم سے

دوسرے مصرعے میں "اس عالم" پڑھنے میں "اسالم" ہو جاتا ہے گویا ع درمیان سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔

شاہ نصیرؔ ۔ چہرہ کا رنگ کس طرح نہ بدلے کہ موج اشک ؛ زنجیر ہو رہی ہے بپائے شکست رنگ

عاشق دہلوی ۔ بعد مدت کے آج بادہ کشو ؛ تھوڑی سی تلچھٹ ہاتھ آئی ہے۔

حالیؔ ۔ بادِ صبا کی پھونک کیا جانے کان میں کیا ؛ پھولے نہیں سماتے غنچے جو بیرہن میں

حفیظ جونپوری ۔ لے گئے دنیا سے لوگ علم و عمل ؛ رہ گئے وہ جو فقط رسید اکیا

انجم فوق نپوری ۔ کیا برائی ہے دبے پاؤں جو آؤ جاؤ ؛ برقع ہو زیب بدن پاؤں نہیں گھنگرو دو رہ

ان اشعار میں (۱) کس طرح کی ح (۲) ہاتھ کی ھ (۳) پھونک کا ک (۴) علم کا عین نیز (۵) رقع کا عین ساقط ہو کر عیب سخن کا باعث بنا ہے۔

(۲۵) شکست ناروا

فارسی اور اردو کی شاعری میں بعض بحریں مروج ہیں ان میں سے بعض کی خصوصیت یہ ہے کہ پڑھنے میں ہر مصرعے کے دو ٹکڑے ہو جایا کرتے ہیں ایسے تمام اشعار میں اگر مصرعوں کے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ تمام ہو سکیں تو بہتر ہے لیکن اگر ایسا ہو کہ کسی لفظ یا فقرے کا ایک حصہ ایک ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ دوسرے ٹکڑے میں لازمی طور پر آتا ہو تو یہ بات یقیناً معیوب سمجھی جائیگی اور شاعر کی کمزوری پر دلالت کرے گی۔ شکست ناروا اسی عیب کا نام ہے۔ مثلاً

میرؔ ۔ کیا خیال زلف سیہ عاشقاں ؛ ہوا کہ صبح ہو دے شب تیرہ روزگاراں

"میان زلف سیہ" کا پہلا حصہ یعنی زلف مصرع اول کے پہلے ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ یعنی سیہ مصرع کے دوسرے ٹکڑے میں واقع ہے۔ اسکو عیب شکست ناروا کہتے ہیں۔

عاشق دہلوی ۔ تھا اضطراب دل کا جس خط میں حال لکھا ؛ سو بار بند کرنے پر بھی کھلا رہا ہے

"بند کرنے پر" ایک فقرہ ہے جس کا پہلا حصہ یعنی "بند کرنے" مصرع ثانی کے پہلے ٹکڑے میں اور دوسرا

حصہ یعنی "پر" مصرع کے دوسرے ٹکڑے میں ہے اور یہی معیوب ہے۔

حفیظ جونپوری ؎ میدان امتحان ہے آتی ہے یہ ندا : اللہ اپنے بندوں کو آزما رہا ہے

؎ آگے سے پھر کر عام کو بھیج جاتا : ملنے کا اب کسی سے بھی حوصلا نہیں ہے

جو بات عاشق دہلوی کے شعر میں معیوب تھی وہی حفیظ کے دونوں اشعار میں بھی موجود ہے۔ یہاں بھی "بندوں کو آزما" "کسی سے بھی" ایک ساتھ ہونا چاہیے تھا خواہ وہ مصرع ثانی کے پہلے ٹکڑے میں ہوتے خواہ دوسرے میں۔ ان کے ایک جز کا پہلے میں اور دوسرے جز کا دوسرے ٹکڑے میں ہونا معیوب ہے اور بلاشبہ معیوب ہے۔

اقبال ؎ کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں : کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

"تڑپ رہے ہیں" کا پہلا حصہ یعنی "تڑپ" مصرع ثانی کے پہلے ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ یعنی "رہے ہیں" مصرع کے دوسرے ٹکڑے میں واقع ہوا ہے اسی کو شکست ناروا کہتے ہیں اور یہی معائب سخن میں داخل ہے۔

(۲۶) ایطائے جلی و دیگر عیوب قافیہ

قافیے کی جملہ خرابیاں عموماً اور ایطائے جلی خصوصاً ناگوار سماعت ہوتی ہیں اور اس لئے معائب سخن میں داخل سمجھی جاتی ہیں۔ واضح ہو کہ قافیہ میں ایک لفظ کے لفظاً و معناً مکرر آنے کو ایطا کہتے ہیں مثلاً مینا و تمنا۔ یاران و دوستان۔ ان قافیوں کے آخری حصے یعنی "نا" اور "ان" جمع کی لفظاً و معناً تکرار میں شبہ نہیں۔ یہ ایطائے جلی ہے جو بلا اختلاف معیوب قرار دیا جاتا ہے۔ البتہ جن قافیوں میں تکرار صریح نہ ہو اسے ایطائے خفی کہتے ہیں۔ ایطائے خفی کے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک ایطائے خفی سے بچنا بہتر ہے لیکن اس کو معیوب اور متروک سمجھنا مناسب نہیں سمجھتے۔

مرحوم شوق نیموی کی بھی اس باب میں یہی رائے تھی چنانچہ وہ اپنے مشہور رسالے اصلاح میں لکھتے ہیں کہ "قافیہ کا بعینہٖ لفظاً و معنیً مکرر لانا ایطا البتہ ہے مگر (۱) ایسے زوائد قافیے ٹھہرائے جائیں جو اپنی اصلی حالت پر نہ رہتے ہوں جیسے رنجور مزدور۔ [illegible] سادہ یا (۲) الف فاعل یا نائے مصدری

؎ رنجور مزدور میں واو اپنی اصلی حالت پر نہیں [illegible] میں مذکور [illegible] یہاں ساکن ہے [illegible]
اصل میں [illegible] سادہ [illegible] ہو [illegible] صرف الف فاعل ہو یا اس کے
[illegible] جیسے [illegible] ۱۲ [illegible]

یاشین مصدری ہون جیسے دانا بینا شجاعت سخاوت وکاوش وسازش یا (۳) اسکے حذف کے بعد اکثر[1] مزید علیہ بے معنی ہو جاتے ہیں جیسے اوہر ادہر جدہر کدہر جہان کہان وہان یہان اس جس کس ان جن کن۔ یا (۴) حروف علت علامت افعال ہندی متصل بحرکت اصلی ہون جیسے سنا رہا سنو رہو بسنے رہے وغیرہ تو ان سب صورتون مین ایطا[2] خفی ہے ورنہ جلی ہے جیسے ہنر ور سخنور ستمگر فسونگر عقلمند دردمند ہا جہا غنچہ ہا محبوبان معشوقان آنکھین زلفین چلتے بجھتے وغیرہ۔ دانا درد امین ایطا نہین کیونکہ الف زائد تو ہین مگر معنی مختلف ہین ایک جگہ الف فاعل ہے اور دوسری جگہ الف ندبہ ہے اسی طرح بتان[2] ہڈیان مین بھی ایطا نہین گو دونون جگہ جمع کا الف ونون ہین مگر ایک جگہ جمع فارسی ہے اور دوسری جگہ جمع ہندی ہے تلق مرحوم سے زائل نہین ہوئی تپ عشق بتان ہنوز۔ جلتی ہین سوز غم سے مری ہڈیان ہنوز اسی طرح ان اشعار مین بھی ایطا نہین۔ وزیر سے مین سراپا مظہر اسم خدا واللہ ہون بمصفوہ اس چمن مین مرغ بسم اللہ ہون۔ ہجر سے کو دردیشی طریقہ ہے رسول اللہ کا۔ بابذمے تسمہ کمر مین مد بسم اللہ کا۔ کیونکہ بوجہ اختلاف علمیت معنی مین تکرار نہین۔ جب تم کو ایطا کی دونون قسمون مین اچھی طرح فرق معلوم ہو گیا تو یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اکثر فصحائے حال رکھو ردم زدد دانا بینا خندان گریان شجاعت سخاوت کاوش[3] سازش جن کن آن[4] کے ایسے ایطائے خفی کو استعمال کرتے ہین اور ان حروف علت کو ہندی مین بھی روا رکھتے ہین جنکے بعد حرف وصل وخروج ہو جیسے ملایا[5] سنایا وغیرہ یا ایسی علامت فعل ہے جسکے حذف کرنے سے اوس فعل کا صیغہ امر نہ ہو سکے

---

[1] اکثر کی قید اس لئے ہے کہ متحرک لا وسط جو حالت جمع مین ساکن الاوسط ہو جاتے ہین وہ بعد حذف علامت جمع کبھی بے معنی ہی ہو جاتے ہین جیسے نظرین سکون ثانی مگر اکثر بامعنی رہتے ہین اسی طرح بیت کا بھی مزید علیہ کبھی بے معنی ہو جاتا ہے جیسے رنگین بجین ۱۲ الصاع

[2] بتان اور ہڈیان کے آپنے قافئے بنے ہے جسمین نظامر ایطا ہو اور دونون قافیون مین نازک فرق ہو احتیاط چاہیے ۱۲ الصاع

[3] امیر سے سنگدل کچکو مرے ساتھ یہ کاوش کب تک۔ میری سوزش کے لئے غیر سے سازش کب تک۔

[4] جلال لکھنوی۔ سوتے ہین عاشق بھی کہین گلون سے کہ خود ہی شاکی ہین جن گلو نکے
ہنین ہے دعدوق مین ان گلو نکے دعا آن بو امتیاز کا رنگ

[5] ملایا او سنایا مین الف اول اگرچہ علامت ہے اصلی نہین مگر یہان روی قرار دیا گیا ہے اور یہ حرف وصل اور الف آخر خروج ۱۲ الصاع

جیسے دکھانا، اٹھانا ان میں سے حیات حذف کر دیں گے تو کہ ملیہ رہ جائیں گے سنا، مٹا کے ایسے قافیوں سے احتیاط رکھتے ہیں۔ باقی رہے ادھر، ادھر، جدھر، کدھر، برابر، تر وغیرہ کے ایسے قافیئے انکو بھی اکثر استعمال نہیں کرتے۔

اب یہ بھی کچھ لینا چاہیے کہ اکثر عروض دانوں نے لکھا ہے کہ غزل اور قصیدہ کے دوسرے تیسرے شعر میں وہی اوپر والا قافیہ مکرر لانا درست نہیں مگر یہ قاعدہ فارسی میں مسلم رہا اور نہ اردو میں حافظ شیراز کی ارادت والی غزل اور عرفی وغیرہ کے قصیدے دیکھو تو ہرگز اس قاعدہ کی پابندی نہیں کی ہے۔ بہرکیف اردو میں اگر مطلع تکرار جلی سے محفوظ ہے تو بقیہ اشعار میں تکرار کچھ مضائقہ نہیں۔"

ایطا کے علاوہ بعض دیگر عیوب قافیہ کی مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں،

سودا ؎ - پایا ہر ایک بات میں اپنے میں یوں تجھے : معنی کو جس طرح سخن عاشقانہ میں

یہ شعر سودا کی اس مشہور غزل کا ہے جسکا مطلع یہ ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ظاہر ہے کہ اس مطلع میں حرف میں کے سبب سے زمانہ اور آشیانہ کی ہ ی سے بدلگئی ہے۔ لیکن "سخن عاشقانہ" میں ترکیب فارسی کی وجہ سے ہ میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے مطلع کے ساتھ مذکورہ بالا شعر کو پڑھنے پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ "زمانے میں" اور "سخن عاشقانہ میں" کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

غالب ؎ - دل اسکو پہلے ناز و ادا سے دے بیٹھے : ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

اس شعر میں "تقاضے کا" کی جگہ "تقاضا کا" محض بضرورت قافیہ لکھا گیا ہے اور بلا شبہ عیب ہے۔ ضرورت قافیہ کیا ہے اس کے لئے غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔

گلا ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا — گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

اشرف ؎ ساقی نے گلرنگ پلا موسم گل میں : دل خون ہوا ہے ہوس بنت عنب میں

اشرف کی اس غزل میں "میں" ردیف اور عنب، لب، ادب وغیرہ قوافی ہیں۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اردو اور فارسی میں قاعدہ ہے کہ صرف مطلع میں ردیف و قافیہ کی شعر

کے دونوں مصرعوں میں موجودگی ضروری ہوتی ہے غزل کے باقی اشعار میں ردیف و قافیہ صرف دوسرے مصرعے میں آتا ہے۔ اگر کسی شعر کے پہلے مصرع میں بھی ردیف قافیہ دونوں موجود ہوں تو وہ شعر بھی مطلع ہو جائے گا لیکن اگر صرف ردیف آئے تو وہ معیوب قرار دی جائیگی مثلاً شعر اشرف کے مصرع اول میں حرف میں کی موجودگی معیوب ہے اس لئے کہ اس غزل کی ردیف ہی میں واقع ہوئی ہے۔

حفیظ جونپوری سے دیا دل اسکو جسے دل سے قدرداں دیکھا۔ ایسے کے ہو رہے جسکو مزاجداں دیکھا

حفیظ کا یہ مطلع ایطائے جلی کی پوری اور صحیح مثال پیش کرتا ہے اس لئے کہ اس میں داں کی لفظی اور معنوی یکسانی ظاہر ہے۔

۲۷۔ غلط العوام

زبان عوام پر جو غلط الفاظ جاری ہو گئے ہیں انکے استعمال سے بھی احتراز لازم ہے اس باب میں مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی نے جنوری ۱۹۱۲ء کے اردوئے معلی میں ایک بہت اچھا مضمون لکھا تھا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"اردو کہنے والے اور نظم کرنے والے پہلے اس بات سے بے خبر ہیں کہ اس زبان میں عربی و فارسی کے الفاظ ملے ہوئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں۔

ایک تو وہ الفاظ جنہیں اہل ہند نے لفظی و معنوی کچھ تغیر نہیں کیا جیسے الم و رنج وغیرہ ایسے الفاظ بے کھٹکے استعمال کر سکتے ہیں۔

دوسرے وہ الفاظ جن میں لفظی تغیر ہو گیا ہے مثلاً جو لفظ ساکن الاوسط ہے اسے متحرک الاوسط بولنے لگے ہیں جیسے حلف کو حَلَف اور حرف کو حَرَف بولتے ہیں یا دیوانہ کو دِوانہ اور بیگانہ کو بِگانہ۔ اور الملتفت کو المتفات اور تیمو کو نیمو کہہ جایا کرتے ہیں یا جیسے موسم و موکب و موقف و موضع و موقع و مولد و مورد وغیرہ اور سید و جید و میت و نیز بین وغیرہ میں حرف آخر کے ماقبل فتحہ دیا کرتے ہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ کسرہ پڑھیں یا جیسے جیس بعض کو ایک صاحب ایس بیس سمجھے اور بیس کے ساتھ اسے قافیہ کر دیا۔ اس قسم کے الفاظ کا صحیح طور سے استعمال کرنا لازم ہے۔ عبارت میں تو اس غلطی کا پتہ نہیں لگتا لیکن نظم میں حال کھل جاتا ہے اسی طرح

خون و جنون و زمین و آسمان وغیرہ مین ہندی اعلان نون کرتے ہین اور حالت اعلان مین
یہ الفاظ ہندی ہو جاتے ہین لیسے الفاظ کو ترکیب فارسی مین لاکر اعلان نون کا باقی رکھنا
غلطی ہے. کیونکہ اہل فارس کی زبان پر اعلان نون نہین ہے اس غلطی سے بھی شعرا احتراز
کرتے ہین تاکہ ترکیب مین ہندی و فارسی الفاظ کا خلط ملط نہ ہو جائے لیکن مع اور صد اور
بعض یہ تین لفظ اسقدر زبان پر چڑھے ہوئے ہین کہ کسرہ اضافی ان الفاظ کو بے تکلف
ہندی لفظون کی طرف مضاف کر دیتے ہین اور یہ آفت معتبر لوگون کے کلام مین بھی موجود ہے
مثلاً ع سوائے اس کے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہئے. مع تین روم ہوا ہر. بعض لوگ وغیرہ. یہ عامیانہ
محاورہ ہے اور لطف یہ ہے کہ مضاف الیہ مین کبھی کبھی کے بھی لگا دیتے ہین مثلاً سوائے
تم لوگون کے میرا کون ہے. مع لڑکے بالون کے روانہ ہوا. اسیطرح لفظ بعض اشخاص مین
کسرہ اضافی سے غفلت کرتے ہین اور بعض شخص اور بعض عورت اور بعضے لوگ کہتے ہین مگر
جو لوگ لکھے پڑھے ہین وہ اس سے بھی اپنی تحریر و تصنیف مین احتراز کرتے ہین. تیسرے وہ
الفاظ عربی فارسی کے جن مین معنوی تغیر ہو گیا ہے اہل زبان اس لفظ کو اور معنی مین بولتے
ہین اہل ہند اور معنی مین بولنے لگے مثلاً محرم کا لفظ اردو مین جیسے کپڑون کے معنی پر مستعمل
ہے یا تردد کا لفظ عربی مین آمد و رفت کے معنی پر ہے اور اردو مین فکر و تشویش کے معنی پر
بولتے ہین یا جیسے لفظ نم فارسی مین تری کے معنی پر ہے اور اردو مین تر کے معنی پر بولتے
ہین یا جیسے لفظ خفت اردو مین شرمندگی کے معنون پر مستعمل ہے. اس قسم کے جمیع
الفاظ کا تتبع و تفحص کرنا چاہیئے اور ان سب الفاظ کو ہندی سمجھنا چاہیئے اور ترکیب
فارسی یا عربی مین جس طرح ہندی الاصل لفظون کو لانا غلط ہے اسی طرح ان الفاظ کا
استعمال بھی ہر اہل قلم کے لئے اضافت و عطف فارسی وغیرہ مین ناجائز ہوگا. یعنی
جس طرح کپڑۂ رنگین کہنا صحیح نہین اسی طرح محرم رنگین اور چشم نم کہنا بھی ناجائز ہے کیونکہ
کسرہ توصیفی ترکیب فارسی کے لئے مخصوص ہے ان تینون قسمون کے علاوہ ایسے لفظ
بھی اردو مین بہت سے بولے جاتے ہین کہ ہندیون نے کسی عربی یا فارسی لفظ سے ان کو
اشتقاق کر لیا ہے اور اہل زبان اس اشتقاق سے بے خبر ہین مثلاً نمونہ تو فارسی لفظ ہے

اس سے ہندیون نے تمارت نزاکت کے قیاس پر مصدر عربی بنالیا اور قیاس ہرگز درست نہین اسی طرح علالت نجالت ذہانت لیاقت تمولیت ملت یگانگت وغیرہ ہندیون نے قیاس سے مصدر بنائے ہین ایسے الفاظ کا استعمال اکثر تو ناجائز ہے اگر کوئی لفظ فصحا کی زبان پر چڑھ گیا ہے جیسے بادشاہت وغیرہ تو اسے ہندی لفظ سمجھنا چاہئے کسرۂ اضافی یا توصیفی یا کسی اور ترکیب عربی فارسی کے ساتھ اسکو استعمال کرنا درست نہین خلاجس طرح بیاید چاہت لطف فارسی کہنا جائز نہین اسیطرح امارت و بادشاہت کہنا ہی نادرست ہے۔

بعض الفاظ مین یائے مصدری زیادہ کی جاتی ہے حالانکہ وہ سب الفاظ خود معنی مصدری رکھتے ہین یہ بھی ہندیون کا تصرف ہے جیسے انتظاری۔ توافقی جفائی غلطی صفائی۔ ادائی اجرائی وغیرہ بعض الفاظ مین علامت جمع زیادہ کر دیتے ہین حالانکہ وہ سب الفاظ خود جمع ہین جیسے اخباردن۔ کفارون۔ ارواحون۔ آثارون۔ احوالون۔ یا یہ کہ وہ لفظ فارسی و ہندی ہین علامت جمع عربی کی اس مین لگا دی جیسے جاگیرات دیہات باغات جہازات ہنبات وغیرہ اسی طرح لوازمات و احکامات کو بھی سمجھ لیجئے۔ یا اسی طرح اسم صفت بہت سے ہین جو ہندیون نے تراشے ہین جیسے حرفتی صنعتی بیشگی گھمنڈی۔ جوشیلا شوقین۔ سمجھدار دسندار۔ طرحدار۔ تابعدار وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ کا تفحص کرنا اہل قلم کو ضرور ہے ورنہ خطا سے نہین بچ سکتے۔

اس باب مین کچہریون کے محررون نے اور ضوابط و قوانین کے مترجمون نے بہت غلطیان کی ہین صدہا اصطلاحات قیاس سے بنا بنا کر زبان اردو مین داخل کر دیئے وہ سب کے سب غلط ہین ان اصطلاحات کے مقام پر صحیح لفظ کو ڈھونڈھکر استعمال کرنا مضمون بلیغ و بدیع پیدا کرنے کے برابر حسن رکھتا ہے صحیح لفظ ایک تازہ ست مضمون برابر است۔ بعض الفاظ اردو مین ایسے زبان زد ہین کہ انکا کچھ پتہ نہین لگتا کہ کس زبان کے ہین اور اصل ان کی کیا ہے جیسے لفارون زرغل اماعوجی لقا حزرقی مزمہ وغیرہ جن مین کے اکثر مجھے اس وقت یاد نہین آتے یہ سب الفاظ عامیانہ سمجھے جاتے ہین اور اہل ادب ان سے بھی احتراز کرتے ہین۔

بعض الفاظ عربی الاصل اردو مین اس طرح مل گئے ہین کہ انکا بدل نہین ہو سکتا اور پھر اصل معنی بھی ان مین باقی نہین رہے۔ جیسے واسطے۔ طرح۔ معاف وغیرہ ممکن ہی نہین کہ انکی

تصحیح کیجائے۔ البتہ یہ غلط سمجھا جائے گا کہ تقریبا کے محل پر تقریبًا یا اندازاً الٹگ کہ تخمینا
یا حل کے محل پر لفظ موجودہ اور وہ بھی بلا لحاظ تذکیر و تانیث استعمال کرتے ہیں
موجودہ و رہنے پر حکم دیا۔ یہ فقرہ اہل دفتر حیدرآباد کے اس فقرہ سے کم نہیں کہ سابقہ
ادنیٰ ملے جا تشخص کیا۔ اس قسم کے مستحدث محاورے اس سبب سے غلط ہیں کہ ان کی تصحیح کرنے میں
کوئی امر مانع نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض لوگوں کے نکالے ہوئے الفاظ ہیں یعنی محاورہ
عام نہیں ہے بلکہ محاورہ عوام ہے۔

جو الفاظ کہ محاورہ عام میں داخل ہوں وہ کیسے ہی غلط ہوں ان کی تصحیح مخل فصاحت
ہے جیسے لایعقل و لاابالی بلا لحاظ ضمیر متکلم و غائب بولتے ہیں اور اس کی تصحیح کو غلط
سمجھتے ہیں اسی کے مثل لفظ یعنی ہے کہ اس میں ضمیر غائب کا لحاظ مطلق نہیں کرتے یعنی چہ
اور یعنی چہ کا اعتراض اور اس کا جواب کہ شعر مرزا بیدل کہ بہ مشہور زحروف سے ظاہری
جاری کہتے ہیں۔ قطعہ بیجا نہ کہ ساحت جلالش + باد او عبار زغالی۔ احرام حریم آں نہ خیمہ
جز در دکستان لاابالی۔ میں کہتا ہوں کہ لاابالی نہیں لا یبالون کہنے کا مقام ہے۔ اصل
جواب اس اعتراض کا یہی ہے کہ محاورہ عام میں قیاس نحوی کو دخل نہیں ہے غلط عام
فصیح ہے اور اس کی تصحیح مخل فصاحت اور غلط عوام غیر فصیح و مکروہ ہے اور اس کی تصحیح واجب ہے۔
بعض الفاظ میں تصحیح معلوم ہوتا ہے کہ اصل ان کی کچھ اور تھی لیکن دہلی اور لکھنؤ کے
لوگوں نے تصرف بیجا کیا ہے مثلاً جھکولے کو جھکولا کہنا دونوں شہروں کا محاورہ ہے مگر
میرے خیال میں جھکولا ہی فصیح ہے۔ اور قدیم اردو یہی ہے قدماء شعراء کے کلام میں
یہ لفظ موجود ہے۔ اسی طرح لفظ جھبہ میں تصرف کرکے دہلی و لکھنؤ کے لوگوں نے فندہ
کہنا شروع کیا۔ اور یہی عامیانہ محاورہ ہے جھلک میں اہل لکھنؤ نے تصرف کرکے جھلکی بنا
دیا۔ شاہزادہ میرزا آسمان جاہ مرحوم کا ایک شعر مجھے یاد آیا ہے سرک جاتے ہیں اک
جھلکی دکھا کر کر رہ جائے پھڑک کر دل کیسا۔ اور اہل دہلی نے تصرف کرکے جھلکا بنایا۔ مرزا
داغ مرحوم کہتے ہیں مصرعہ لیئے کوٹھے سے بو کال انسے دکھا یا جھلکا۔ مگر جھلک دونوں سے
فصیح ہے بعض الفاظ دہلی میں اپنی اصل پر ہیں اور اہل لکھنؤ نے تصرف کیا مثلاً دکھلیتا دال

ایسا ہے دہلی کی زبان ہے اور ڈھکیلنا دال منڈی سے لکھنؤ کا محاورہ ہے اسی طرح گھورا کو تخفیف کرکے اہل لکھنؤ گھدرا کہتے ہیں۔ مگر مجھکو گھورا ہی فصیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض الفاظ اصل میں جمع ہیں اور محاورہ میں مفرد بولے جاتے ہیں جیسے ارواح اوقات۔ اولاد۔ بعض مفرد ہیں اور محاورہ میں جمع بولے جاتے ہیں۔ مثلاً اس کے کیا معنی جو خالص زبانیں دنیا میں ہیں ان میں اہل دہ کا محاورہ مستند سمجھا جاتا ہے اس سبب سے کہ اہل شہر کی زبان غیر قوموں کے خلط سے محفوظ نہیں رہتی۔ ابتدائے اسلام میں جب عربی کی زبان بگڑنے لگی تو اہل بادیہ و اعراب سے زبان کو مطابقت دیا کرتے تھے لیکن اردو مخلوط زبان ہے۔ اس کا معاملہ برعکس ہے۔ اہل شہر کی اردو ہمیشہ اہل دہ سے اچھی سمجھی جائیگی عجیب ہوتا ہے کہ لکھنؤ سے تھوڑی دور باہر جائیے تو آنکھیں کہنے کے بدلے انکھیں بفتح کاف اور گلا گھونٹنے کو گھوٹنا بواو مجہول اور جاگنے کو جگنا بولتے ہوئے سن لیجیے۔ یہی حال دہلی کے اہل دہ کا ہے آٹے کو آٹا اور دٹی کو ردٹی بتشدید یائی کو ماڑتیں بولتے ہیں۔ اور دہلی کے قریب کے سننے والے ہیں فیض آباد و آگرہ دونوں شہر لکھنؤ و دہلی سے کوسوں دور ہیں لیکن اردو زبان کی میری رائے ناقص میں اردوئے معلی سے اتنا بہ اتنا بھی اختلاف نہ نکلے جتنا دہلی اور لکھنؤ کا لکھا گیا؛

مولانا علی حیدر صاحب کی تحریر میں محاورہ عام اور محاورہ عوام کی تصریح بخوبی ہو چکی ہے کہ محاورۂ عام کتنا ہی غلط ہو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں البتہ محاورۂ عوام جو صرف بعض عوام اور جہلا کے دائرہ تک محدود ہوتا ہے اسکا استعمال بیشک معیوب اور قابل ترک ہے۔ مثلاً ۱

میر ؎ تابوت مرا دیر اٹھا اس کی گلی سے۔ اثبات ہوا جرم محبت کا اسی سے۔

؎ ان طیوروں سے ہوں میں بھی اگر آتی ہے صبا یہ باغ کے چاروں طرف آگ لگا دیتے ہیں،

اثبات ہوا الیتی ثابت ہوا محاورہ عوام ہے۔ طیور جمع ہے ایسی حالت میں "طیوروں" ۲

سے لکھنا اسی طرح معیوب ہے جس طرح "شعراؤں نے" یا "علماؤں نے لکھا"

سودا ؎ نو تو اس سنی سے کیا شاد ہوا ہوویگا یہ پوچھے اہل دلوں سے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

؎ تجھکو فقط چراغ شام ڈھونڈھے نہیں ہے گھر بگھر پھرتی ہے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کو بکو

ـہ ـ غم کا پسر خواندہ اور درد کا پالیدہ ÷ مضمون جو طبیعت کا سودا کی ہے نا پیدا

ـہ ـ ادس چشم کا غمزہ جو کرے قتل دو عالم ÷ گوشے کو نگہ کے نہیں پرواہ کسی کی

"اہل دل" کے بجائے اہل دلوں سے "گھر گھر کی جگہ "گھر گھر۔ پالیدہ بمعنی پرورش کردہ

اور "پرواہ" بجائے پروا۔ یہ سب عوام کی زبان ہے اور اس لیے معیوب اور قابل ترک ہے

شاہ حاتم ـ نہ ہمل اب ہسقدر بلبل گلوں کی آشنائی پر ÷ کہ اب اہل چمن ہنستے ہیں تیری حقائی پر

میر سوز ـ سر حق دل میں انہوں کے ہے لیے آنکھ کہاں ÷ کوئی کیا جانے فقیروں کے ان اسرار و حکم

ـہ ـ نہیں پرواہ قاصد کی ہیں اب ÷ ہمارا دل ہی خاصا نامہ بر ہے۔

قائم ـ میں دیدہ خاک تھا باطن میں حسن جو کرم خوردہ ÷ لقا گرچہ نظروں میں ترے بیمار تھا

حمق یا "احمق پن" کی جگہ حقائی۔ اسرار کو کی جگہ "اسراروں کو"۔ پروا کے بجائے

"پرواہ" اور کرم خوردہ کے بجائے "کرم خوردہ"۔ یہ سب غلط العوام کی مثالیں ہیں،

میر حسن ـ قیامت مچی سب اسکا تظلم اور ترحم تھا ÷ کبھی تھیں گالیاں منھ پر کبھی لب پر تبسم تھا

تظلم بمعنی فریاد کو ظلم کے معنی میں استعمال کرنا جہلا کی زبان ہے۔ مگر میر حسن سے لے کر

بعض متاخرین تک نے اسکے استعمال سے پرہیز نہیں کیا ہے۔ مثلاً۔

شاہ نصیر ـ بس کر ستم ایجاد کہ عالم میں قیامت ÷ برپا ہے ترے دست تظلم سے زیادہ

عاشق دہلوی ـ کبھی ختم آپ کے جور و تظلم ہو نہیں سکتے ÷ کبھی پورا ہمارے غم کا دفتر ہو نہیں سکتا

سرور کاکوروی ـ قاصد پیام دل کی دے ہے کسے خوشی ۔ میں عنقریب مرگ ہوں وہ مجھ سے دور ہے

تنویر دہلوی ـ دامن گل سے بھی ہلکا وزن دامن ہے ÷ اس پہ بھی بار اسے آک شکن دامن ہے

ـہ ـ جذبہ دل نے مرے کچھ تو کری ہے تاثیر ÷ پھر ہوئی انکی جو الطاف و عنایات شروع

وزن بسکون زا صحیح ہے اسکو وزن کہنا عوام کی زبان ہے۔ علی ہذا القیاس کی جائے

کرتی بھی دہلی یا یوپی کے بعض مغربی اضلاع مثل علی گڑھ و بلند شہر وغیرہ کے جہلا کے سوا کوئی

نہیں بولتا۔ مگر تنویر دہلوی نے اس قسم کے اکثر الفاظ کو دیدہ دانستہ استعمال کیا ہے جس

سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی رائے میں غلط العوام کو بھی جائز سمجھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کیجئے

کے بجائے کریں عاشق دہلوی شاگرد غالب کے کلام میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو

سے زینت کی … کتنی دعائیں کریں وصلے پر ؛ قسمت نے اپنی کیسی لگائی لحد میں آگ

عاشق دہلوی سے نظر لطف و کرم اور بے اعتنا بدن پر ؛ ظلم کی اور نگاہیں ہیں وفاداروں پہ

" سے … تو اس دل نالان نے کر دیا بدنام ؛ ورنہ عشق کا یوں شہرہ گھر گھر ہو جائے

" سے … کے عشق میں یہی کچھ ہے گنا یا ؛ پہلا سا وہ انداز و ادا ناز کہاں ہے

داغ دہلوی سے شکل اصلی سے کبھی رنگ تبدل نہ ہوا ؛ غنچہ گل ہو کے کھلا گل کبھی بلبل نہ ہوا

تبدل کے بجائے تبدیل عملا کی زبان ہے۔ عجب ہے کہ داغ نے اس کو کیونکر جائز رکھا۔

بحر لکھنوی سے۔ قفل توڑ کے اب دزد حنا گنج شہیدوں کا

قفل صحیح بسکون فا ہے۔ اسکو قفل کہنا درست نہیں ہو سکتا۔

حفیظ جونپوری سے۔ یہ سنتے تھے ترک محبت ہے مشکل ؛ بجبر اگر اس کو بھی کر کے دیکھا

بجبر چاہیئے یا جبرا۔ بجبر لکھنا صحیح نہیں ہو سکتا۔

حفیظ جونپوری سے۔ اجل کی بیرحمی نے مار ڈالا ؛ طویل زندگی نے مار ڈالا،

"طول زندگی" کے بجائے "طویل زندگی" جہلا کے سوا اور کہیں سننے میں نہ آئے گا۔

داغ دہلوی سے قاتل نے … کے واسطے ؛ کیا گرم تشنہ ہے لوح مزار پر

حسرت موہانی سے فاتحہ … میں گذر بت اب کیئے۔ کیا دکھائے گردش لیل و نہار کی برس

(۴۸) حشو

حشو اس لفظ زاید کو کہتے ہیں جسکے حذف کرنے سے کلام میں حسن پیدا ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جس شے کا حذف وجود حسن کا باعث ہو اس کی موجودگی شعر میں یقیناً معیوب ہوگی مثلاً

میر سے کھا کھا کے لپٹ تو سود و زیان کو میں ؛ مانا کیا خدا کی طرح ان بتان کو میں

" سے آخر ہماری خاک بھی برباد ہو گئی ؛ اس کی ہوا میں ہم پہ تو بیداد ہو گئی

سوز سے خدا کے واسطے تو نہ ہو بدنام ؛ یہ خون بیگناہان کرکے تو نہ ہو بدنام

قائم سے کیا جنس وفا جلتے پہ سینے میں ہوئی خاک ؛ اس گھر کی طرح جسکو لگے ہے عبث آتش

میر کے اشعار میں تو اور سوز و قائم کے اشعار میں تو بالکل زاید ہے اسکو حشو کہتے ہیں لہذا یہی معیوب کہا جاتا ہے۔

یہی حال میر حسن اور جرأت کے مفصلہ ذیل اشعار کا ہے کہ ان مین بھی حرف تہ بیکار ہے۔

میر حسن ؎ کسیکی سنتے نہین آج تہ بتان فریاد ÷ انہون کے ہاتھون سے لیجاؤن مین کہان فریاد

جرأت ؎ خدا جانے کریگا چاک کس کس کا گریبان کو ÷ ادا سے اسکا چلنے مین اٹھا لینا تہ دامن کو

سودا ؎ رنگین سخن اسکے نے دل خلق کو موہا ÷ سودا تہ مگر طوطی گلزار سخن ہے

تہ اور تو کی طرح آب اور بس بھی عموماً برائے بیت اور حشو محض ہوا کرتے ہین مثلاً۔

مصحفی ؎ انگڑائی لے کے اپنا مجھپر خمار ڈالا ÷ کافر کی اس ادا نے بس مجکو مار ڈالا

جرأت ؎ لعل لب پر جو نہین اسکے آج لگائی مسّی ÷ شفق شام سے بہتر نظر آئی مسّی

قلق میرٹھی ؎ ان ماتے یہ راہ دکھائی تمام شب ÷ بس خواب مین بھی نیند نہ آئی تمام شب

سحر لکھنوی ؎ دل قتل نیم بسمل اب لے بند شاد آیا ۔ مر مر کے جیا پھر بھی جانباز نہ باز آیا

سودا ؎ بے چین جو رکتی ہے بس چاہ کسو کی ÷ شاید کہ ہوئی کارگر اب آہ کسو کی

عزیز لکھنوی ؎ کہنے کا قصد کچھ ہے نکلتا ہے منہ سے کچھ ÷ کیون نامہ بر سے دل مرا اب بدگمان نہو

میر حسن ؎ کہتا نہین کہ مجھسے ہر اک خوبرو ملے ÷ کوئی ملے کہ یا نہ ملے ایک تو ملے

اشرف ؎ نعش عاشق شامیانہ کی نہین محتاج بس ÷ میری میت پر ہے سایہ دامن فریاد کا

داغ ؎ ہمت کا ہارنا نہ مصیبت مین چاہیئے ÷ تھوڑا سا حوصلہ بھی طبیعت مین چاہیئے

حسن کے شعر مین کہ، اشرف کے شعر مین بس ۔ اور داغ کے مطلع مین کا زائد اور حشو ہے

نادر ؎ جلوے نہین ہین جام مین آئیل شراب کے ÷ شیشے مین پھول ڈالدیئے ہین گلاب کے

اس مطلع مین آئیل بالکل حشو ہے جسکا ثبوت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کرکے اس کی جگہ رنگ کا لفظ بنا دیا جائے تو حسن شعر مین نمایان ترقی ہو جائیگی ؎

جلوے نہین ہین جام مین رنگ شراب کے ÷ شیشے مین پھول ڈالدیئے ہین گلاب کے

مجروح ؎ کیا بتاؤن نشان منزل دوست ÷ دیر و کعبہ تو اسکی راہ مین ہین

اس شعر مین تو حشو ہے اسکو دور کرکے دیکھ لیجئے ؎

کیا بتاؤن نشان منزل دوست ÷ کعبہ و دیر اسکی راہ مین ہین

آسی سکندرپوری ؎ دست پابوس پا کہون نہ حنا لمبد ÷ مین تو لے زلف دراز یار سودائی نہ تھا

یہاں تو بیکار اور بے موقع ہے دوسرا مصرعہ یوں ہو سکتا تھا۔ پھر میں آ ہ نے واذیا سودائی تھا

(۲۹) ذو معنی مشتقات مصدر کا استعمال

ذو معنی مشتقات مصدر کے استعمال کو بعض حضرات حُسن کلام کا موجب سمجھتے ہیں لیکن راقم حروف کے نزدیک اس سے احتراز لازم ہے اس لئے کہ ایسی دور از کار باتوں کی بے لطفی فصاحت کی بے لطفی کم ہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے مثلاً

غالب ۔ نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی ؎ سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر

ایک سفیدی چشم یعقوب کی جو دیوار زنداں پر شوق تلاش و دیدار حضرت یوسف میں پھرتی ہے۔ یعنی چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ دوسری سفیدی جو مکان پر آرایش اور صفائی کی غرض سے پھرتی ہے یعنی کی جاتی ہے۔

" " ہجر میں طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے ؎ بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

ایک اٹھا نا سر کا۔ دوسرے اٹھانا یا برداشت کرنا بات کا۔

آسی سکندرپوری ؎ ہم نہ تابوت عدو میں نہ رہ و رسم وفا ؎ آپ اٹھ جائیں گے تم ہم کو اٹھاتے کیوں ہو

آپ اٹھ جائیں گے یعنی ہم خود اٹھ جائیں گے۔ اس ایک اٹھنا اپنا جس کے معنی چلے جانے کے ہوئے۔ دوسرا اٹھنا تابوت عدو کا یا اٹھنا راہ و رسم وفا کا جس کے معنی راہ و رسم موقوف ہو جانے کے ہوئے۔

(۳۰) زیادتی زحاف یا رکن

داغ ہو کر عربی کے بعض اوزان ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی ہوشیار اور کہنہ مشق شعرا کو بھی دھوکا ہو جاتا ہے اور نادانستہ طور پر کوئی رکن یا جز رکن کم یا زیادہ ہو جاتا ہے مثلاً۔

عاشق دہلوی ؎ ترے وعدے کو ہم سمجھیں غنیمت ؎ قیامت کو بھی گر وفا ہو گیا

یہاں پہلے مصرعہ کا وزن فعولن فعولن فعولن فعولن ہے مگر دوسرے مصرع میں صرف فعولن فعولن فعولن فعل رہ گیا ہے۔ یہ کمی کی مثال ہوئی۔ زیادتی کی مثال کے لئے مرزا غالب کی رباعی ملاحظہ ہو،

دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب ؎ دل رک رک کے بند ہو گیا غالب

واقعہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہین ۔۔۔۔ سوتا سو گنبد ہو گیا ہے غالب

مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی اپنی شرح دیوان غالب مین لکھتے ہین کہ:-

اس رباعی کے دوسرے مصرع مین دو حرف وزن رباعی سے زاید ہو گئے ہین اور ناموزون ہے مگر اتفاق چھاپہ کے سب نسخون مین یہی ہے اور جس نسخہ کی کاپیان خود مرحوم کی صحیح کی ہوئی ہین اوس مین بھی یہ مصرع اسی طرح ہے اور ان رباعی مین سے جس وزن مین سبب خفیف سب سے زیادہ ہین وہ یہ مصرع مشہور ہے ع یا ی گویم نام تو نامی گریم اس وزن پر اگر اوس مصرع کو کہین تو یون ہونا چاہیے "ع دل رک رک بند ہو گیا ہے غالب اور اس صورت مین زمین بدل جاتی ہے ۔ غالباً اسی فارسی مصرع نے مصنف کو دھوکا دیا۔

(۳۱) قافیہ ت و ط وغیرہ

ت اور ط کا قافیہ بھی غلط ہے اور ض اور ز اور ظ کے قافیون کے عیوب اور قابل ترک ہے مثلاً ۔

رشک ع وقت حساب کثرت اغیار وصل مین ۔ بنکتے ہین بات بات کے گنتی غلط ہوئی

واضح ہو کہ اس غزل کے دیگر قوافی صفت بکت وغیرہ ہین انہی کی رعایت سے رشک نے غلط کو غلت لکھ دیا ہے ۔

(۳۲) "کے سے" کی جگہ "کے ایسے"

لکھنؤ اور نواح لکھنؤ مین "کے سے" کی جگہ بات چیت کے وقت "کے ایسے" بھی بولتے ہین ۔ یہ تقریر مین جائز ہے مگر تحریر خصوصاً نظم مین بلاشبہ اچھا نہین معلوم ہوتا مثلاً ۔

محشر لکھنوی ع ہزارون مر گئے مجنون کے ایسے دیوانے ؛ مگر ملی نہ کسیکو بھی اٹھنے ائے بہار

(۳۳) "ہی" حرف حصر کا غلط استعمال

"ہی" حرف حصر کے متعلق قاعدہ مقررہ یہ ہے کہ اسکو اُس لفظ کے بعد ہی بلا فصل استعمال کرنا چاہیے جس پر زور دینا منظور ہو مگر آجکل اہل پنجاب عموماً اور کبھی کبھی اہل دہلی بھی اس کے خلاف بھی لکھ جاتے ہین مثلاً ۔

داغ ع اسے ہی کوئی دل کی صورت نکل آتی : عکس آپ کا آئینے سے باہر نہین آتا

ہاں ہاں تڑپ تڑپ کے گذاری ہیں ہم نے رات : تم نے بھی انتظار کیا ہم نے کیا کیا
پہلے شعر میں بھی "ہم" کو اس کے بعد ہونا چاہیے تھا یعنی "اس بھی سکو اردو زبان میں ہم کہتے ہیں" اس سے بھی "کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں بھی "تم نے بھی" کے بجائے "تم بھی نے" یا "ہمیں نے" ہونا چاہیے جیسا کہ پہلے مصرع میں موجود ہے۔

(۳۴) اُردو میں بعض الفاظ شل سیہ و گِرِہ کا استعمال بلا اضافت

فارسی میں سیاہ کو سیہ اور گِرِہ کو گرہ بھی بولتے ہیں۔ پس فارسی اضافت کے ساتھ اُردو میں بھی زلفِ سیہ یا ذکر گرہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن بلا اضافت تنہا لفظ سیہ یا گرہ کا استعمال اچھا نہیں معلوم ہوتا مثلاً۔

داغ ؎ عشق کیا جرم تھا اسکے لئے لئے دا غنا پاس گرہ کی بھی مکافات ہوا کرتی ہے
" ؎ عشق بازی کو ہے سلیقہ شرط یہ گرہ بن ہے یہ ثواب بھی ہے

(۳۵) بے پردگی و سخافت مضمون

مضمون کی سخافت اور بے پردگی سے بچنا لازم ہے۔ ورنہ کلام کے بازاری یا مکروہ ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ مثلاً

داغ ؎ کیا رہیں ہم کہ ترا چال چلن : پاس رکھکر نہیں دیکھا جاتا
یہاں چال چلن کے بے پردہ لفظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محبوب کی عفت و عصمت مشکوک ہے۔ اس مضمون کی رکاکت ظاہر ہے۔

داغ ؎ جب وہ نادان عدو کے گھر میں پڑا : داغ اک داغ کے جگر میں پڑا
گھر میں پڑنے کا مضمون زنانِ بازار کے سوا اور کسی سے تعلق نہیں ہو سکتا اسلئے صریحاً معیوب اور مذموم ہے
داغ ؎ یہ فرمایا انھوں نے دیکھکر تصویر یوسف کی : اسے تو مول وہ لے جو کوئی آنکھوں کا اندھا ہو
اس شعر میں آنکھوں کا اندھا لکھکر ایک طور پر حضرت یعقوب پر پھبتی کسی ہے۔ استغفر اللہ

داغ ؎ میت پہ میری آ کے دل انکا دہل گیا : تعظیم کو جو لاش مری اٹھ کھڑی ہوئی
میت اور لاش وغیرہ مکروہ الفاظ کے علاوہ میت کا اٹھکر کھڑا ہونا نہایت ناگوار اور خفیف مضمون ہے

فقط

شمع کشتہ ہیں یہ انجمن شہدا کی سمجھو
بجھ کے بھی دل کا نکالے گا تمہارا ایک نہ ایک

روز دم توڑتی ہے کوئی نہ کوئی حسرت
دل کے ویرانہ میں بنتا ہے مزار ایک نہ ایک

درد کا کھیل جو بگڑا تو ہوا غم کی بندھی
کشور دل میں سدا ہے سرکار ایک نہ ایک

رنگ بھر درد کا داغوں میں جگر کے اے دل
اس گلستاں کی بھی دیکھے گا بہار ایک نہ ایک

حیرت انگیز ہے عالم کا مرقع کاملؔ
نظر آتا ہے نیا نقش و نگار ایک نہ ایک

روشنی صبح کی گلزار میں ہے غازۂ گل
خط ابیض ہے سر رشتۂ شیرازۂ گل

دل غم عشق سے ہے شاخ تر و تازۂ گل
داغ ہیں سینۂ بلبل میں باندازۂ گل

خار ہیں نہیں ترددت سے ہم آوازۂ گل
دشت امکاں سے گویا چمن غازۂ گل

حسن میں ہونگے نہ زنہار ہم آوازۂ گل
منہ پہ خاروں کے ملے لاکھ حنا غازۂ گل

چھو لیا آکے جو شبنم نے رخ تازۂ گل
پاسباں کوئی نہ تھا کیا سر دروازۂ گل

بند ہو کر نہ کھلا باغ میں دروازۂ گل
بار دیگر نہ بندھا ٹوٹ کے شیرازۂ گل

جمع اوراق کی تھی ہمکو صبا سے امید
اور پاشیدہ ہوا صبح کو شیرازۂ گل

نامور گوشہ نشیں ہوتے ہیں بے رنج سفر
باغ سے آکے ہوا لیگئی آوازۂ گل

کسنے عارض سے گلستاں میں نقاب الٹی تھی
خار ہے چشم غزالاں میں رخ تازۂ گل

دل ہمارا غم الفت کا گرسنہ جو ہوا
درہم داغ کے گل کھائے باندازۂ گل

کیوں ہوا کرتی ہے آکے ورق گردانی
ٹوٹ جائے نہ کف شاخ میں شیرازۂ گل

دسترس ہو تو صبا مہر جہانتاب سے لیں
رشتۂ خط شعاعی لیئے شیرازۂ گل

نغمہ ہا عشق کا بلبل کے خزاں میں چرچا
شہرت داغ جگر تھی مگر آوازۂ گل

ہو گئی صحبت گل میں ادب آموز خمار
شاخ کو پہلے نہ تھی عادت خمیازۂ گل

صبح کو بڑھ گئی سو حصہ چمن کی رونق
سرخیٔ چہرۂ خورشید بھی غازۂ گل

دیکھ کہتے ہیں اسے ہمت عالی اے دوست
نہ ہوا بند کھلا جب سے کہ دروازۂ گل

دیکھے چڑھتے ہی ورق ہو گئے سارے ابتر
کیا بندھا تھا نفس صبح سے شیرازۂ گل

باغ کا نام خزان مین ھین لیتا کوئی
سر کیا جلد ہوئی آتش آوازۂ گل

اشک خون ہین بشمار قطرات باران
داغ سینہ مین ہین کثرت سے باندازۂ گل

سبز گلشن مین غم ظلمت شب ہمکو نہین
آتش وادی ایمن ہے رخ تازۂ گل

باغبان کچھہ تجھے معلوم ہے کیون رویا کی
رات بھر بیٹھ کے شبنم سر دار وازۂ گل

لیگئی بدنق گل سوئے فلک شبنم باغ
کیا یہ قطرہ تھا حدی خوان پئے جنازۂ گل

کردئے حلقے ہواؤن نے پریشان اوراق
سمان خوش نہ ہوا باندھکے شیرازۂ گل

منقبض ہوکے نہ غنچہ کی طرح بزم مین بیٹھ
تازہ روئی سے بڑھا خلق مین آوازۂ گل

سبزہ آداب تعارف سے ہے بیگانہ ہنوز
رکھے گلزار مین دروازہ بدروازۂ گل

دامن دشت مین کاہے کو تبختر کرتا
کان تک خار کے پہونچا نہین آوازۂ گل

پنکھڑی ایک گل باغ کے تھا سار باغ
جا کے گلشن مین کیا ہنسے جو اندازۂ گل

کام بگڑا ہوا بنتا ہے تو یون بنتا ہے
قفل غنچہ کا بنا صبح کو دروازۂ گل

گلشن فکر سے کامل یہ ثمر ہمکو ملا
بنگیا خط نگہ رشتۂ شیرازۂ گل

دریا بہے جو سینہ سے اٹھے غبار دل
ہے سیل آب آئینہ میرا غبار دل

یاد آگئی چمن مین پہونچکر بہار دل
آغوش گل کو دیکھہ کے سمجھا کنار دل

سیلاب اشک آنکھون سے ہے تا حصار دل
پوشیدہ زیر آب ہے راہ دیار دل

پہونچا قریب وقت وداع بہار دل
نالان ہے عندلیب سر شاخسار دل

کیا چاہتا ہے سینہ مین اب لے فگار دل
پیکان غم نے رستے کو پایا جوار دل

سینے کی ہڈیون کو ہے ذوق فشار دل
ہوگا تباہ ایک دن اپنون سے کار دل

لوٹیگی چشم یار ہمارا دیار دل
ہے آج رن معرکہ گیر و دار دل

کانٹا ہوئی ہین سوکھہ کے موجین کنار دل
لب تشنہ کس کے وصل کی ہے جوئبار دل

اثنا ہوا نشاط کی آتے ہی کار دل
شاید ہوائے عیش نہین سازگار دل

کہدو اس معاملہ مین نکرا سے فگار دل
ناوک نہ ہونگے سینہ مین صحبت برار دل

تھا ساتھ ساتھ تاب و توان کے قرار دل — اب وہ عنان رہی نہ کف اختیار دل
دل ہے نہ اب وہ داغ جو تھے غمگسار دل — دیکھ اے جگر تباہ ہے انجام کار دل
ہیجان ہوئی امید سر جوئبار دل — ڈوبی ہماری کشتی حسرت کنار دل
آتے ہیں وہ تو آئیں سوئے مرغزار دل — ناوک کی راہ دیکھ رہا ہے شکار دل
چھوڑا نہ ایک داغ کوئی یادگار دل — آیا تھا کون لوٹنے سوئے دیار دل
کیا خاک انتقام پہ آئے فگار دل — جب دوسرے کے ہاتھ میں ہو اختیار دل
جاتے ہوئے تمام ہی کر دو نہ کار دل — کیوں نیم کشتہ چھوڑ کے جاؤ شکار دل
آتی ہے آج تیری طرف یاد روے دوست — تا آسمان بلند ہوا ہے رہ گزار دل
دی فوج غم کو رخصت شبخوں الفت نے کیل — خود آکے لوٹ لینگے یہ ہوتے دیار دل
سینہ میں حسرتوں کو جگہ ہم نے دی نہیں — کھینچا ہی آرزوؤں کو بالائے دار دل
کشتہ کسی کی زہر نگہ کا تو دل نہ تھا — کیوں نیلگوں ہے شعلہ شمع مزار دل
دونوں کا بخیہ دست قضا سے نہ ہو سکا — اک جیب گل تھی ایک ہمارا فگار دل
شب بھر سپیدئ سحر غم ہوں ڈھونڈھتا — پالا ہے آرزوؤں نے سینے میں مار دل
تربت پہ گر چراغ نہیں ہے نہیں سہی — روشن ہیں شمع داغ سے شبہائے تار دل
قوت سے بال شوق کی امید ہے مجھے — پرواز بعد ذبح کریگا شکار دل
شبخوں غم کا سینہ میں کھٹکا ہوا جب — باندھا ہے اٹھ کے درد جگر نے حصار دل
کرتی ازل میں روح نہ سہارا سبیل — ہوتا اگر نہ جامہ ہستی میں تار دل
اللہ رے آرزوؤں کے چلنے کا اشتیاق — بستر لگائے بیٹھے ہیں زیر غبار دل
مژگاں کا تیر لیں تو کریں دم شکار — کیا کوئی کھیل سمجھے ہو آخر شکار دل

کامل کہوں میں ان سے جو ملتے ہیں راہ میں
بار دگر نہ کھیلنے آئے شکار دل

صاف آئینہ صفت رہتے ہیں اغیار سے ہم — خار کہلاتے نہیں بلبل کیطرح خار سے ہم
کاش کرتے نہ سفر کوچہ دلدار سے ہم — دب کے رہجاتے وہیں سایہ دیوار سے ہم

کیون لگاوٹ نہ کرین ابرو خمدار سے ہم — معرکہ جیتین گے اکدن اسی تلوار سے ہم
تنگ آئے ہین بہت حسرت دیدار سے ہم — اب جو پوچھیگے تو نہ ادٹھینگے دیوار سے ہم
بیٹھے بیٹھے جانکی ہے کیا گھبراہٹ — آپکو ایک نظر دیکھ تو لین پیار سے ہم
سرفروز نده ہوئے ہم یہ سمجھنا دلمین — دوستو بچگئے گر عشق کے آزار سے ہم
ہاتھ پڑھتے نہ دیا جسپر طبیعت پہ کیا — تخلیہ پاکے ہی لپٹے نہ کبھی یار سے ہم
مرغ بسمل کیطرح اے رگ جان اب نہ پھڑک — چلکے ملتے ہین گلے خنجر خونخوار سے ہم
کوئی پوچھے تو کہ جانکی ضرورت کیا تھی — جنس غم لیکے پھرے عشق کے بازار سے ہم
پس دیوار فغان کرنیسے حاصل یہ ہوا — گر گئے اشک کیصورت نظر یار سے ہم
آپ چمکائے دانتونکی چمک سے بجلی — ابر کا کام کرین چشم گہربار سے ہم
مگ جان شوق شہادت مین پڑگئی ہے بہت — کیا کرین آپ گلا کاٹ لین تلوار سے ہم
یاد مین آنکھ پہ دلکو نہین آنے دیتے — دور ہی رکھتے ہین بیمار کو بیمار سے ہم
اور اٹھلاکے پئے سیر گلستان چلئے — پس گئے مثل حنا آپکی رفتار سے ہم
یلمر کو سینے سے لپٹاکے سحر تک سوئے — آج محظوظ ہوئے طالع بیدار سے ہم
عرض کرتے ہوئے مطلب کو لرزتی ہے زبان — خود سمجھ جائے مجبور ہین اظہار سے ہم
کیجئے چشم ترحم سے کسی دن تو نگاہ — روز رہتے ہین کھڑے در پہ گنہگار سے ہم
وصف کرتے ہین کسی عارض رنگین کا رقم — پھول کو پہاں کیطرح چنتے ہین منقار سے ہم
طلعت حسن مین دی ماہ دو ہفتہ سے مثال — سخت شرمندہ ہوئے یار کے رخسار سے ہم
دام سے گیسوے جانان کی رہائی تو یہ — زندگانی ہی کہ نکلے دہن مار سے ہم
خوش نہین آتی ہمین شیخ و برہمن کی نگاہ — منہ یون پہاگتے ہین سبحہ و زنار سے ہم
ہوگیا وصف رخ یار کا جسدن موزون — صفحۂ گل پہ لکھین گے خط گلزار سے ہم
سخن پند تو سننا ہی نہین ہیہ دل زار — کیا کہین دام محبت کے گرفتار سے ہم
زخم شمشیر محبت کا ہے سینا منظور — مانگنے جائینگے رشتہ نگہ یار سے ہم
ایک بوسہ کی طلب کرنے مین نقصان ہی کیا — کچھ تو بیعانہ مین لین دلکے خریدار سے ہم

خضر کے مانند خواہان زندگانی کا نہیں
اے اجل تشنہ میں اس دریا کے پانی کا نہیں

قید ہو کر لطف عمر جاودانی کا نہیں
حظ تمہیں اے خضر اپنی زندگانی کا نہیں

مشتری کوئی یہاں جنس معانی کا نہیں
ایک بھی گاہک متاع نکتہ دانی کا نہیں

سن ابھی کم ہے نہ کھولو رخ روشن سے نقاب
آئینہ صورت نما حسن جوانی کا نہیں

کیون اوتنا ہے ہمارے نازم مزاج مین
آشنا اے دوست تو بحر معانی کا نہیں

اک نظر صورت دکھا کر کیجیے مجھسے حجاب
یون مزہ اے بندہ پرور لن ترانی کا نہیں

دید یوسف کا فقط طالب ہون اے بازار مصر
غم مجھے قیمت کی ارزانی گرانی کا نہیں

باغ معنی ہے سخن سیر اسمجھکر اوسکو دیکھ
یہ جریدہ ہمنشین ارژنگ مانی کا نہیں

درد کو ہمراہ کیون لاتا ہے دلمین وہ فرنگ
کیا سلیقہ خود اوسے راحت رسانی کا نہیں

دیکھکر لبریز خون کیا مانگتے ہو مجھسے تم
دل ہے یہ ساغر شراب ارغوانی کا نہیں

کیون ہمارے دل مین آکر آرزوئین پھر گئین
یہ سرائے حزن ہے گھر شادمانی کا نہیں

آج تو ہی اے جگر سیخ نفس پر ہو کباب
کوئی سامان درد دل کی مہمانی کا نہیں

پا برہنہ ہو کے موسی آگ سینے کو بڑہیں
وادی ایمن ہے یہ صحرا شبانی کا نہیں

ربط رکھنا اب حسینون سے ہی کامل ہے محل
شور و شر کے دن گئے موسم جوانی کا نہین

ہمکو ہوائے سلطنت ملک جم نہیں
جہاڑی زمین بساط سلیمان سے کم نہیں

خواہان گدا سے مدح کے عالی ہمم نہیں
محتاج فصد کے رگ گل پر کرم نہیں

ہم میکشون کو ضیق معیشت کا غم نہیں
کیف شراب نشہ دولت سے کم نہیں

بیم فنا و خوف زوال نعم نہیں
گیتی ہو منقلب تو فقیرون کو غم نہیں

ہر وقت دل کو زخم زبان کا الم نہیں
کاغذ سیاہ بخت مثال قلم نہیں

ہمکو خدا کی یاد کہ عشق صنم نہیں
دل کیا نہیں ہے دیر نہیں یا حرم نہیں

اوٹھنے کا انگلیون کے سر تو کو غم نہیں
معیوب قامت متواضع کا خم نہیں

رد سوال عادت اہل کرم نہیں
کوئی جواب لا کا سوائے نعم نہیں

سلطان کے دل کو درد رعیت کا غم نہیں
شوریدہ اضطراب سے موج نکلے ہم نہیں

بے غم کے لطف زیست ہمیں ایک دم نہیں
کیونکر وہ خوش ہیں جنکو زمانہ میں غم نہیں

شادی نہیں کہ بعد فنا رنج و غم نہیں
ہستی میں کیا ہے جو کہ میان عدم نہیں

ہم غم کشوں کے دل کو گران بار غم نہیں
دستار سر کا پھول ہے کوہ الم نہیں

مجلس کے لوگ اوٹھ گئے اگر تو غم نہیں
اے دل نشاط شمع کو پروانہ کم نہیں

گنج آتش نیام یہان ایک دم نہیں
مہلت اجل نے جو تجھے دی ہے وہ کم نہیں

ہمکو ہوائے کعبہ و شوق حرم نہیں
قصر بلند دوست کا دونون سے کم نہیں

گم کردگان راہ کی جو رہبری کرے
کشتی نجات کی ہے وہ نقش قدم نہیں

بیگانہ ہے وہ دوست نہو جو امین راز
دل ہی وہ کیا کہ محرم اسرار غم نہیں

سایہ کے چھوٹ جانے سے رہرو ہیں کیوں ملول
کیا اونکے ساتھ راہ میں نقش قدم نہیں

دشمن سے اتحاد کرون گا نہ آشکار
میرے جگر کا زخم شگاف قلم نہیں

یوسف نے بک کے مصر میں پائی ہوس یہ متاع
ارزانیات دو کان دہر میں جنس الم نہیں

مجھ ناتوان کی تشنہ خون کیوں ہے تیغ یار
نشتر سے پوچھ لو کہ رگ جان میں دم نہیں

کرتی ہے سہل سختی دنیا کو احتیاج
پتھر بھی شیشے گرسنہ کو بار شکم نہیں

یون استخوان تن میں اندام ونکے نہیں
اے قیس یہ تلافی نازو نعم نہیں

کیا چشم مست یار کی دیکھی ہیں شوخیان
صحرا میں کیوں غزال کو یارائے رم نہیں

کمزور کے خلاف کا ہو کیا قوی کو غم
اوسکی کجی کمان کیانی سے کم نہیں

سر حلقہ انجمن کا ہون اسکے زری میں بھی
وہ صفر ہون کہ جس پہ مقدم رقم نہیں

دشمن کے ساتھ رہنے سے اوسکو سمجھ نہ دوست
بے مصلحت کے گرگ رفیق غنم نہیں

مجلس میں قطع کرتے ہیں کیوں بے صدور جرم
سر شمع انجمن کا زبان قلم نہیں

دیکھے گا سیر رہگذر دہر تھوڑی دیر
جادہ نے آنکھ کھولی ہے نقش قدم نہیں

کس قہر کی ہے گرم زمین چشم شوق کی
دریا بھرا ہے آنسوؤنکا اور نم نہیں

کیا یاد بے تھی راہبردان طریق عشق
دیکھا تو نقش پر سر نقش قدم نہیں

احسان ابر سے ہی غنی دشت کی گیاہ | قانع کے سر پہ منت اہل کرم نہیں
جا کر نماز کعبہ کے اندر پڑھی تو کیا | طاعت ہماری مایۂ ناز حرم نہیں
دل تنگ ہو نہ غیظ و غضب سے نعیم کے | بے رعد برق ابر سے چشم کرم نہیں
جلدی سفر میں کرتے ہیں کیوں اس قدر حباب | آخر وہی تو رہرو ملک عدم نہیں
رہ وطن میں کیوں جنازہ کے ہمرہ مشتلین | نا آشنائے راہ ہمارا قدم نہیں
کس راستہ سے گھر میں گیا آئینہ کا عکس | جادہ نہیں علامت نقش قدم نہیں

کاتل خوشی ہے دل کی تو پی لیجئے جام صبر
گو جام صبر زہر کے ساغر سے کم نہیں

گذرے کسی کے دل پہ گراں وہ ہوس نہیں | میلا ہو جس سے آئینہ ایسا نفس نہیں
تنہا حباب اہل فنا بے نفس نہیں | ریگ رواں کے قافلہ میں بھی جرس نہیں
سینہ میں تیری چھیڑ کی ہمکو ہوس نہیں | تو لے نشاط زخمۂ تار نفس نہیں
شاہاں گدا کو قرب غنی کی ہوس نہیں | عنقا کے آشیانہ بنا پائے مگس نہیں
دل پر ہمارے زنگ ہوا و ہوس نہیں | بیہ خوان زہر سایۂ بال مگس نہیں
خواہش بلند ہو نہ سکی مانند خس نہیں | رفعت کی ہمکو بال ہوا سے ہوس نہیں
فرقت میں دم کے آمد و شد کی ہوس نہیں | نارک گلے کا حق ہے یہ حرف نفس نہیں
بشر سے رواں ہیں لخت جگر پیش و پس نہیں | دریائے خوں کی موج ہی سیر نفس نہیں
کوتاہ طول قید سے دست ہوس نہیں | پردہ ہے چشم شوق کا سیر نفس نہیں
بلبل کو سیر باغ دکھاتا ہے قید میں | شیشہ ہے دوربیں کا شگاف قفس نہیں
نعمت بھی اعتدال کی حد میں پسند ہے | عمر مسیح و خضر کی ہمکو ہوس نہیں
کس قدر کا ہے جہاں ہیں رواں کاروان عمر | آواز نفخ صور ہے بانگ جرس نہیں
معلوم بھی ہو گا کب آیا میں کب گیا | وہ کاروان ہوں جس میں صدائے جرس نہیں
دل کیا کرے جو سینے میں ہوں نقد داغ کم | وزدان خانگی کا نگہبان عسس نہیں
ٹوٹے ہوئے پرونکی کروں کیوں نہ احتیاط | آباد اک مجھی سے تو میرا قفس نہیں

مشکل قفس کی تیلیون کا پھونکنا تھا کیا
صیاد عندلیب کے نالون مین جس نہیں

وابستہ نگاہ کسیکی ہے اونکی زیست
رشتہ حیات اہل فنا کا نفس نہیں

اے دود آہ آج تو کچھ ہو گیا یقین
اتبک ہم آسمانون کو سنتے تھے دس نہیں

سیتے فقیر حال غضب مین غنی سے کیا
لب پر تنورِ گرم کے جائے مگس نہیں

اوس دشت مین ہون گرم رہ منزل فنا
جس مین تڑپ ہی ہمنفس کی درا جرس نہیں

ہے خوان روزگار پہ یہ نعمتون کا قحط
دل تنگ عنکبوت کے گھر مین مگس نہیں

تونے یہ غم دیا ہے اوسے اے ہوائے باغ
کیون سرخ ہی جو آنکھ مین لالہ کے خس نہیں

گر متصل ہون سقف کے گاہے سر زمین
صحرا کا گرد باد ہے میرا قفس نہیں

جز رنج راہ راحت منزل نہیں نصیب
مین گرد کاروان ہون صدائے جرس نہیں

بے جا ہے دم کی آمد و شد کا تجھے نشاط
آواز تار چنگ صدائے نفس نہیں

یوسف کو قید مصر کا ہے کاروان مین غم
زنجیر کی فغان ہی صدائے جرس نہیں

اے اشک گرم تجھ پہ مقدم ہے لخت دل
نخل مژہ کا تو ثمر پیش رس نہیں

کامل چلے ہین وادی ایمن کو ہم عبث
کیا دل کی آگ دل کے جلانیکو بس نہین

بالائے شاخ سنبل کے بیٹھا ہے باغ مین
کیا کچھ خلل ہے غنچہ دل کے دماغ مین

دل خوش ہو خاک سرد ہوا کھا کے باغ مین
ایک آگ ہے بھری ہوئی سینے کے داغ مین

اوتریگا دلمین اونکا تصور کہ داغ مین
آنکھون کا فرش گھر مین بچھاؤن کیا باغ مین

غمگین خزہ کے عشق سے بیٹھون جو باغ مین
پیدا شمیم گل سے ہون نشتر دماغ مین

دل ہے تباہ میرے لئے دشت و باغ مین
پھرتا ہون کوچہ کوچہ مین اوسکے سراغ مین

کھولے نقاب رخ سے اگر رات کو وہ شوخ
پیدا ہو رنگ شعلہ کا دود چراغ مین

دل کو خدا بچائے حسینون کے عشق سے
گرمی ہے لاکھہ داغ کی اس ایک داغ مین

اے سوز عشق آگ کو دامن سے دے ہوا
بوئے کباب آتی ہے سینے کے داغ مین

ڈھونڈھین رفیق چھاؤن درختون کی باغبان
ہم پڑ رہینگے سایہ دیوار باغ مین

بیٹھا جو یار غیر کے پہلو میں وقت شام — لو مدِ آہ نکلی اٹھکر چراغ میں
جسکو دیا فروغ اسی نے لگائی آگ — ہنستا ہے جل کے صبح کو روغن چراغ میں
ہم شومیٔ نصیب سے مغموم ہی رہے — کیا کیا ہوا چلی طرب انگیز باغ میں
گرمی وہ آفتاب قیامت نے مانگ لی — جو نہ یہ خاک لائے تھی ہم دل کے داغ میں

پہلو سے ہر طرف نہو ابر دیا س کا
کامل ہزار آگ بھری دل کے داغ میں

آہو ان چشم جاناں شوخ ہیں طرار ہیں — واہ کیا کہنا بہت اچھے مگر بیمار ہیں
دو ہیں ابرو دو ہیں گیسو دیکھیے ہوتا ہے کیا — دل ہمارا ایک ہے اور دیکے دشمن چار ہیں
عشق سے بدتر زمانہ میں نہیں کوئی مرض — یوں تو کہنے کو جہاں میں سیکڑوں آزار ہیں
خوب سمجھے سیر کی غفلت سرائے دہر کی — تو اگر غافل ہے دنیا میں تو ہم ہشیار ہیں
اے شب فرقت انہیں کس ماہرو کا داغ ہے — انجم افلاک کیوں اس طرح بیدار ہیں
آشنائی جس کی جھلکی ہے بہت اے سیم تن — یاد رکھنا سب طمع ساز ہیں مکار ہیں
آگئے اب چلنے نہ چلنے کا ہے تجھکو اختیار — ہم کمر باندھے ہوئے اے ہمسفر تیار ہیں

قطعہ

شبکو جانکلا تھا میں کامل مزار دوست پر — اس جہت سے شل آبلہ آنکھیں مری خونبار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا — ہم گریبان چاک ماتم میں ترے اے یار ہیں
روز و شب روتے ہیں تیری یاد میں اے مہ جبین — بیخ فرقت سے جگر میں زخم دامندار ہیں
اشکباری مشغلہ ہے آنکھ کا شام و سحر — شاہد اس دعوے کے رخ پر آنسووں کے ہار ہیں
خار کے مانند سینے میں کھٹکتے ہیں نفس — مرگ کے طالب ہیں اپنی زیست سے بیزار ہیں
شاد ہو کچھ تو بھی زیر خاک اے نازک بدن — شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہی ملک — لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں
ملک کیسا ہے ہوا میں سرد چلتی ہیں کہ گرم — نہریں جاری ہیں چمن میں باغ ہیں اشجار ہیں
قافلے چلتے ہیں لٹنے کا تو اندیشہ نہیں — گرد کم اڑتی ہے راہیں صاف ہیں ہموار ہیں
منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے — راہ میں بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں

جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگین ادا — کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں
چھت منقش ہے کہ سادی فرش رنگین یا سفید — تخت کیسے ہیں سبت یا مرصع کار ہیں
سبز جلتے ہیں کنول یا سرخ روشن ہیں گلاس — باغ ہے سبزہ ہے کچھ اشجار ہیں اثمار ہیں
پھول ہیں کس وضع کے پتے ہیں کس انداز کے — مرغ زرین بال ہیں یا عنبرین منقار ہیں
اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا ہے طریق — خوش بیان خوش طبع یا کج فہم و بد گفتار ہیں
لوگ ہمسائے میں ہیں کس وضع کے کس قسم کے — کچھ مروت آنکھ میں ہے خلق کے آثار ہیں
کچھ حسینان پریوش بھی نظر آئے کبھی — انکے قد کیسے ہیں کیسے گیسوئے خمدار ہیں
شکلیں گوری گوری ہیں یا سانولی ہیں صورتیں — ابروئے کج کعبہ کی محراب یا تلوار ہیں
لکھنؤ کی ہیں ادائیں یا بنارس کی ہیں ناز — ہیکلیں سینوں پہ یا طوق کمر زنار ہیں
دعوتیں بھیجیں فقط یا آپ ہی آئے کبھی — اپنے اپنے شغل میں رہتے ہیں یا بیکار ہیں
بات کرنے کی صدا مطلق نہیں آتی کبھی — کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ — ہم اکیلے ہیں نہ یاں احباب ہیں اغیار ہیں
باغ کیا پھول کیسے عقل بے تیری کہاں — کنج تنہائی ہے اور افعی گلے کے ہار ہیں
دو فرشتے آتے ہیں مدفن میں با شکل مہیب — کس طرح ہاتھوں میں انکے گرز آتشبار ہیں
شق ہوا انسان کا کلیجہ وہ صدائیں قبر کی — چور ہے جوڑے سینہ و پہلو ہیں یا کہسار ہیں
جبر سے ہمکو بٹھایا ہے اٹھا کر قبر میں — رعب سے انکے ہمارے دست و پا بیکار ہیں
کھولتے ہیں لاکھ ہم لیکن زبان کھلتی نہیں — جسم میں رعشہ ہے نیزۂ غم جگر کے پار ہیں
بس زیادہ بات کر سکتے نہیں اے گھر کو جا — دلمیں آزردہ نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں
وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھکو یاد ہو — آکے خاک قبر سے اسپر سنو کتنے بار ہیں
حجلۂ شادی ہے یا بیت الحزن ہے یہ کلام — مرثیہ ہے یا غزل ناوک ہیں یا اشعار ہیں

حسد ملی درد عشق نہیں وہ حزیں ہیں — جو سنگ چرخ چڑھکے نہ اوتری نگین نہیں
چنانچہ نجات قید الم سے کہیں نہیں — آزاد اپنے گھر میں ہی رہ کر گئیں ہیں

آرائش لباس سے ہے کب در پے حسین نہیں
گل کی قبا میں جیب نہیں آستین نہیں

مطبوع ہمکو زمزمۂ آفرین نہیں
انسان کے حق میں زہر ہے بر انگبین نہیں

شایان دید جلوۂ مہر مبین نہیں
روشن فروغ حسن سی اسکی جبین ہیں

تجھسا حسین جہان میں اے نازنین نہیں
مہر سپہر حسن ہے تیری جبیں نہیں

ہوئے سفید سر پہ بجاتے ہیں طبل کوچ
تجھکو ہنوز اپنے سفر کا یقین نہیں

بجائے بعد مرگ کے شوق بقائے ذکر
نام آوری سے کام ہی کیا جب نگین نہیں

دامن اگر دراز ہو رخت کمال کا
انسان کا عیب کو چھپی آستین نہیں

ہا سال کم ہے شورش دیوانگان عشق
دست جنوں چڑھائے ہوئے آستین نہیں

نغمہ وصال یار کا سنتا ہے گوش روح
کم تار چنگ سے نفس واپسین نہیں

مطلب یہ ہے کہ تنگ ہو آرائش لباس
بر میں گلو کے جامۂ بے آستین نہیں

کیوں تج پادشاہ سے گل کرے وقار
بے آبرو تو دانۂ در ثمین نہیں

محتاج کیوں کریں ہوس خوان اغنیا
بس کیا نمک سی کہا یکہ نان جوین نہیں

درویش کی سخن میں نہ کیونکر ہو رنگ زہد
گویا زبان ہے ربان جو بین نہیں

مشق شناور دہ ہے شاعر کیواسطے
پایاب بحر شعر کہیں ہے کہیں نہیں

جوہر ہوئے میں آئینہ رخ میں اونکی سبز
عارض کی گردوپیش خط عنبریں نہیں

رشتے میں سنگ ہی کو سمجھا ہے کیوں سبک
نیر اپنی کیا مقابل در ثمین نہیں

دعوی سی صاحب ید بیضا کو کام کیا
پیراہن کلیم کی یہہ آستین نہیں

آے نہ ترک تازر کو دمیں نشاط عیش
جولان گہ سمند طرب یہ زمین نہیں

تحصیل آبرو یہ نہ جبتک رہے نظر
خط نگاہ رشتہ در ثمین نہیں

کرتا ہے صرف غیر کے مضمون کو نظم میں
خائن ودیعت شعرا کا امین نہیں

دل بے خدا کی یاد کے ویران کیوں نہو
صاحب سرا مکان میں اپنے مکیں نہیں

منظور اگر صفائے درون ہے تو جوش کیا
بے مغز کف گرفتہ اہی انگبین نہیں

ہوتا ہے دردمند کی صحبت سے عیش تلخ
نشتر ہے دیکے واسطے صوت حزیں نہیں

وہ دوسرے کی چشم سے کیا ہوگا فیضیاب
سیراب اپنی آب سے درِ ثمیں نہیں

دامان پیرہن ہی ہے بے حاشیہ ہنوز
نادوختہ گلو تکی فقط آستیں نہیں

تقریظ اہل فن سے غنی ہے سخن کا حسن
محتاج غازہ چہرۂ دُرِّ ثمیں نہیں

اے چرخ تو بھی پہلو تہی کر کو دبا
کافی فشار دینے کو میرے زمیں نہیں

اسباب ظاہری سے ہے رونق کمال کی
دست گدا میں دانہ گوہر ثمیں نہیں

خلعت میں جسکے غم ہے اوسے کیا خوشی سے کام
محتاج بخیہ چاک سر آستیں نہیں

منقاد اقربا ہوں یہہ امر محال ہے
قبضے میں انگلیوں کے سر آستیں نہیں

کیونکر نہ انکسار سے ہو نا بلند نام
انگشتری کے حلقے کا ہر نگیں نہیں

رویا کیا میں دیدہ گریاں پہ رکھکے ہاتھ
ہم منزلت صدف کی ابھی آستیں نہیں

یہ بات دوسری ہے کہ اندوہگین ہو دل
نالہ تو عندلیب چمن کا حزیں نہیں

دست سیاہ کار کا پھر ساتھ کیوں دیا
آلودۂ گناہ اگر آستیں نہیں

ہے بے زبان گریہ سے روداد کا بیاں
لوح سر مزار ہے میری جبیں نہیں

عصیاں میں کیوں نہ دست سیہ کار ہو دلیر
پردہ شب سیاہ کا ہے آستیں نہیں

میں کیا بچہ کے سر پہ اٹھاؤں گنہ کا بار
میرے ہی بار کی متحمل زمیں نہیں

نشو و نما ہے صاحب جوہر کے ساتھ ساتھ
محتاج زرع دانہ در ثمیں نہیں

وہ فاتحہ کو آکے ہیں بیٹھے سر مزار
اب آسمان ہے میری لحد کی زمیں نہیں

میرے مزار کو نہیں گنبد کی احتیاج
مرد گدا ہوں صاحب نام و نگیں نہیں

زاہد دکار علم سے چھپ کر دے فروغ
ممدوح داغ سجدہ سے تیری جبیں نہیں

حلقے کے انقلاب سے خود ہو بلند نام
خاتم کے سر پہ اسلئے جاتے نگیں نہیں

دریائے حسن چہرہ روشن ہے یار کا
موجیں ہیں یہ ہیں نور کی چین جبیں نہیں

بوسے کباب کیوں نہیں دیتے ہیں لخت دل
کیا انکے ساتھ میں نفس آتشیں نہیں

کیونکر سوا ہو رخ سے رہ محبت کا نشان
آئینہ دار داغ جگر کی جبیں نہیں

پرواز فکر کی بشریت کی حد میں ہے
ہم سدرۂ کلام کے روح الامیں نہیں

رکھتا قدم نہ جبہہ زاہد کی راہ پر
کوچہ پہ مکر و کید کا ہے آستین نہیں

بے معرفت ہیں جیفہ دنیا پہ ہے نگاہ
ظاہر نہیں جو نقش نظر پاک بین نہیں

بیٹھے ہیں کیون لئے ہوئے انجم کو آسمان
خرمن سے نفع کیا ہے اگر خوشہ چین نہیں

دست جنون کو سہل ہے دنیا پیام شوق
کیا راہ چاک جیب سے تا آستین نہیں

زاہد کیا ہون مجرم خلوت سرائے دوست
گوشہ مین دل کے ایک ہی عزلت گزین نہیں

کیا بے ہراس قافلہ عمر ہے روان
گویا اجل کا دزد نہان درکمین نہیں

کیون جائین سیر باغ کو ہم اے عذار دوست
کیا بوستان حسن کا تو یاسمین نہیں

دل کھینچتا ہے اپنی طرف اوسکا پیرہن
انگی کا منہ ہے چاک سر آستین نہیں

یاران رفتہ سے نہین اندیشہ ملال
دست بریدہ پردہ در آستین نہیں

احسان کا قصد ہوں کہ ابدال سے نکر
سر سبز جس مین دانہ ہو وہ زمین نہیں

بس ہے اوسے درازی دامن برائے حسن
موزون قبائے گل کیلئے آستین نہیں

کم کوئی موج بادہ کی صورت ہے سیر چشم
آغوش جام مین ہے مگر جرعہ چین نہیں

حاجت کا عیب چھپ نہیں سکتا جہان مین
ساعد یہ وہ ہے جسکے لئے آستین نہیں

جس گل کو دیکھئے نظر آتا ہے زر بکف
کان طلا ہے صحن چمن کی زمین نہیں

حاسد سے کہدو کہوے نہ میری ثنا مین لب
کژدم کا نیش ہے سخن آفرین نہیں

پیدا کرینگے اور کسی راہرو سے راہ
کامل وہی تو ایک جہان مین حسین نہیں

بے مصلحت بتوں کی نگہ خشمگین نہیں
دام فریب ناز ہے چین جبین نہیں

جرم گناہ بخشدے میرا وہ خشمگین
ابرو نے ہاتھ باندھے ہیں چین جبین نہیں

غم سے زوال حسن کے برہم ہے انکی طبع
آہوئے تیر خوردہ ہے انکی جبین نہیں

نام آورون مین ایک اک عیب ہے ضرور
بے جرم کان دہر مین کوئی نگین نہیں

دانہ سے اشک شور کے ہے ابروئے چشم
وہ آنکھ کب ہے جسمین یہ زرین نہیں

صحبت برار داغ سے کیونکر ہو قلب زار
شبنم کو تاب تابش مہر مبین نہیں

بداصل کب نجیب ہوا کسب حال سے — پردہ طلا کا ساتر عیب نگین نہیں
مین کیون کسی سے دینے لگا اے حریم دوست — کیا تیرے آستانے پہ میری جبین نہیں
دل ہے وہی کہ جسمین ہے اے دوست تیری یاد — ویرانہ یہ مکاں ہے اگر تو مکیں نہیں
انصاف کی طلب مین نہ کر دست دل کو شل — اسکا وجود زیر سپہر برین نہیں
جا سے ہی باکمالون پہ جاہل کا رشک و خند — لذت سے طعم شیر کے واقف جنین نہیں
اے جان زار جانے میں بیتابیان نہ کر — تو قلب مضطرب سے زیادہ حزین نہیں
کیفِ مئے شبینہ سے ابتک وہ مست ہین — آنکھیں چڑھی ہوئی ہین نگہ شرمگین نہیں
لے باکمال طعن عدو کا برا نہ مان — خار و نکی آنکھ مین گل رعنا حسین نہیں
بیجا ہے ماہ و گل کی رخ یار سے مثال — یہ تنگ چشم ہے وہ کشادہ جبین نہیں
تو خود ہو کور چشم تو اسکا علاج کیا — زیر نقاب عارض مہر مبین نہیں
خواہان منزلت ہے تو گھر سے قدم نکال — بطن صدف مین دانہ گوہر ثمین نہیں
بے آفتاب خوان فلک ہے مثال مین — جس مائدہ پہ گردہ نان جوین نہیں
پانی نے سر پہ بار زمین کا اٹھا لیا — حامل ہوا کہ بار کا دوش زمین نہیں
اے مرغ فکر تو پر پرواز کو تو کھول — ایسا بلند گنبد چرخ برین نہیں
دکنی زبان سے مدح ہماری کرے حسود — اس سے زیادہ حوصلہ آفرین نہیں
باہر نکال سر سے ہوائے سکون قلب — غلطان نہ ہو تو دانہ گوہر ثمین نہیں
کیا حفظ سر غیر کی اُس شخص سے امید — جو مثل شیشہ راز کا اپنے امین نہیں
اٹھتا ہون اپنے زور سے بے اتکاء غیر — تابع مین ماننو کا صفت آستین نہیں
منہ کر نہ سوئے خلق اسی مین ہے عافیت — مجروح تیغ نقش کی پشت نگیں نہیں
دشمن کی معذرت سے ہو کیا برطرف ملال — مرہم علاج زخم نقوش نگیں نہیں
ساعد بری ہے نسبت عیب سوال سے — باعث یہ ہے کہ ساتر کف آستین نہیں
نقصان کے کلف سے تحفظ محال ہے — اس جرم سے تو پاک قمر کی جبین نہیں
دامن کی کوتہی کا گوارا ہے مجھکو عیب — از بسکہ چشم دوختہ آستین نہین

دل میں ہمارے شوق سے گھر آشنا کریں
یہ مملکت نفاق کی زیر نگین نہیں

پاس ادب جو تھا کف قاتل کا ذبح میں
میرے لہو کی چھینٹ سر آستین نہیں

آنکھوں کے ساتھ پردہ کی تھی کون احتیاج
ثابت ہوا کہ مردم دیدہ حسین نہیں

سر رکھ کے میرے ہاتھ پہ کل سو گیا تھا کون
مشک ختن کے ناز سے کم آستین نہیں

ظلمت کے ساتھ اور بھی ہیں خوبیاں ضرور
تابندگی کے وصف سے زہرہ جبین نہیں

ساعد ہے یا کہ ابر سے نکلا ہے آفتاب
ادھڑی ہوئی وہ کہنیوں تک آستین نہیں

بے زلف و رخ کے قامت دلجو ہوا تو کیا
بالا بلند سرو ہے لیکن حسین نہیں

کس گل کی بو سے میری قبا ہے بسی ہوئی
جھولی نسیم صبح کی ہے آستین نہیں

کیا بار بار ذکر گلوں کے جمال کا
یہ چند برگ تم سے زیادہ حسین نہیں

صورت نمائے حسن ہو یہ اور بات ہے
خود آئینہ جلا کی صفا سے حسین نہیں

شاخیں نہال باغ کی اب چاہتی ہیں کیا
خالی گلوں سے جیب نہیں آستین نہیں

انجام زشت ہے اگر آغاز ہے قبیح
پر تو کریہہ ہو گا جو منظر حسین نہیں

حاصل ہے فیض میں یہ طولی اور سے ضرور
دامن کی طرح گو کہ عریض آستین نہیں

حیران ہوں کس سے عارض جاناں کی دوں مثال
ماہ دو ہفتہ تو ہی تو ایسا حسین نہیں

ظالم کا ہاتھ کم نہیں شمشیر تیز سے
تلوار کا غلاف سمجھ آستین نہیں

خال سیاہ خوان صباحت کا ہے نمک
عارض پہ یہ نہیں ہے تو چہرہ حسین نہیں

عریاں تنی میں کھلتے ہیں جوہر کمال کے
میدان میں دست تیغ تہ آستین نہیں

کچھ کھپ گیا ہے آنکھوں میں ایسا تمہارا حسن
یوسف بھی اُدھر کے آئیں تو کہدوں حسین نہیں

عریاں ہوں معرکہ میں سخن کے مثال تیغ
مانند دست شل کے تہ آستین نہیں

تصویر نا تمام کسی کی بنا تو کیا
خوش قامتی سے شمع کا شعلہ حسین نہیں

لذت شب وصال کی دلوا رہی ہے یاد
پٹی تمہارے بازوؤں سے آستین نہیں

کامل یہ رشتہ رفتہ بڑا بانی ہے مشق صبر
دل مر گیا ہے اور ہم اندوہگیں نہیں

نکلونگا اب نہ چھوڑ کے اس کنج زار کو / کیوں سنگ پشت کرتے ہیں میرے مزار کو
دل تو گیا کبھی کا عدم سے دیار کو / کچھ داغ سینہ رہ گئے ہیں یادگار کو
پیکان سے دکھایا کیا آرائش جمال / ملتا ہے منہ پہ غازہ کہ خون شکار کو
مسطر کے خط سے کہتے ہیں یاشنگان مصر / دریائے نیل نرگس شہلائے یار کو
اتنی بھی آسمان سے نہیں مجھکو چشم داشت / مسطر بنائے پیکے سنگ مزار کو
چھوڑا نہ ساتھ آبلۂ پا کا دشت میں / اے دل صدا آفریں خلش نوک خار کو
کشور کشا ہے ناصیہ کو ہے خزاں سے جنگ / بھیجا ہے فوج گل کا نشان دیکے خار کو
اب مری جستجو ملک الموت خود کرے / برسوں قضا تو ڈھونڈھ چکی جسم زار کو
اظہار سے کمال کے تو بھی کر احتراز / شاخیں نہفتہ برگ کے رکھتی ہیں بار کو
بڑھتا ہے سرکشی سے جو اپنے کا قد ٹا / بالیدہ شعلے کرتے ہیں نخل چنار کو
رشتہ ہوا جو سوز دروں سے ہمارے گرم / روشن ہوا نے کر دیا شمع مزار کو
ہم خون گرفتگان تمنا سے بسمل ہیں / نخل ریاض شوق سمجھتے ہیں دار کو
بے برگ فصل گل میں رہے خار کیطرح / ہم کیا خزاں میں یاد کرینگے بہار کو
بدلیں نہ ہم نہار کرے شمع التماس / کیف طرب ہے بادۂ خم کے خمار کو
لینا لباس عاریتی کا ہے گل سے نا ق / عریان تنی کا ننگ گوارا ہے خار کو
باقی نہیں ہے مشرق و مغرب میں امتیاز / ایسی زمین سمٹی ہے میرے فشار کو
اے دوست شادمان نہ ہو دنیا میں اوٹھا کے پھول / دشمن کی مرگ بس ہی تجھے اعتبار کو
بلبل کی راہ سے ہوں طلبگار کوئے حق / نکلا ہوں دام لیکے ہما کی شکار کو
تیشے نے کاٹ کر کمر کوہ دشت میں / آہو کی جست و خیز سکھائی شرار کو
شبنم سے گل ہے نہ زمین چمن ہے صاف / پامال نشاسکانہ دلوں کے غبار کو
بھڑ سے اوڑ کے آئے اگر سوئے شمع بزم / پروانہ برق بنکے جلائے شرار کو
کرتے ہیں کس گناہ کی پاداش جوہری / ڈورے سے باندھ کر گہرتا ہوار کو
پہنایا ہے میری تن سوختہ نے خاکستری لباس / دلمیں جلا کے خرمن صبر و قرار کو

نظمیں در نعت از حضرت نازش بدایونی وارد حال کانپور

عالمِ قدس کی فضا صلی علیٰ محمدا　　رفعتِ عرش کی بنا صلی علیٰ محمدا
نغمۂ کُن کا مدعا صلی علیٰ محمدا　　سازِ الست کی نوا صلی علیٰ محمدا

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

جلوۂ رُخ ہے دیدہ زیب حسن ہے با مرہ نواز　　وجد میں اہلِ شام کو مست ہیں ساکنِ حجاز
وحشیوں سے ہے یہ خطاب آؤ سنو خدا کے راز　　رنگ کا ہے نہ کچھ لحاظ نسل کا ہے نہ امتیاز

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

فطرت پائدار ہے رنگ سرشت آرزو　　ریگ میں ہے شگوفہ زار سبزہ ہے کشت آرزو
طالب جلوۂ حرم سیرِ کنشتِ آرزو　　ذرۂ وادیٔ عرب حسن بہشت آرزو

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

لائی نسیم گل پیام بادِ صبا کی بن پڑی　　فصلِ ربیع پاک میں آئی بہار کی گھڑی
صدقے ہوئی حدیث پہ موتیوں کی لڑی لڑی　　تھی وہ زبان پاک یا پھول کی نرم پنکھڑی

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

نوعِ بشر میں ہے ملاپ آئے ہیں آپ کے قدم　　ملک میں امن کا ہے دور قوم کی قوم ہے بہم
رتبہ میں ہے برابری کوئی نہیں کسی سے کم　　صورتِ رنگ و بوئے گل ہو گئے ہیں عرب عجم

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

شہرۂ عقل غرب میں شرق میں معرفت کی دھوم　　گرمیٔ انقلاب سے سرد ہے احتشام روم
فلسفہ میں ہے زنگ نو زندہ ہیں مصر کے علوم　　ہے یہ کمال درس حق توڑ دو کفر کی رسوم

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

دور ہوئی ہیں مشکلیں مسئلۂ حیات میں　　علم و عمل ہیں جلوہ گر محفل کائنات میں
پیرو دین پاک ہے محو خدا کی ذات ہے　　لیکے چلا ہے جسکو شوق جلوہ گہ نجات میں

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

انتخاب دیوان نازش مصنفہ منشی محمد مبین نازش بدایونی قیمت صرف ۲ ر دفتر آرائے وسطے سے طلب کیجئے

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوئے معلّٰے کانپور

جلد رسالہ اردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۵ء مکمل .... عہ/ } مجموعہ ہر دو جلد مجلد عہ/
جلد رسالہ اردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۶ء مکمل .... عہ/

جلد رسالہ اردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۷ء مکمل عہ/ ۔ جلد اردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۸ء عہ/

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی ۔ مع مقدمہ مفید حالات غالب و تنقید ۔۔ عہ

انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی [illegible] ٹائپ [illegible] عہ

کلیات حسرت موہانی ۔ یعنی نو عدد دواوین حسرت موہانی از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل عہ

انتخاب سخن از حسرت موہانی

یعنی [illegible] کا انتخاب [illegible]

انتخاب سخن جلد اول سلسلہ شاہ حاتم مکمل | [illegible] حاتم [illegible] مع بیدار [illegible] شاگردان [illegible] مع [illegible] برادر [illegible] عشرت [illegible]

یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے | [illegible] قیمت .... عہ/

جلد دوم سلسلۂ ذوق | [illegible] دیوان [illegible] قیمت ۱ر

جلد سوم سلسلۂ مومن | یعنی [illegible] دیوان [illegible] دیوان حسرت موہانی یعنی انتخاب کلیات حسرت موہانی مکمل ۱۲ر

جلد چہارم سلسلہ مظہر جان جاناں | یعنی انتخاب دیوان حسرت یقین حزیں شاعر و دیوان [illegible] | [illegible] مع شاگردان مظہر قیمت .... ہر

انتخاب سخن جلد پنجم سلسلۂ جرأت مکمل | یعنی انتخاب دیوان حسرت استاد جرأت ۔ دیوان جرأت ۔ دیوان مصحفی [illegible] جلال و متعلق [illegible] قیمت ۹ جز ۱۰ر

جلد ششم سلسلۂ مصحفی | [illegible] دیوان مومن ۔ عہ/

انتخاب سخن جلد ہفتم | یعنی انتخاب [illegible] حسرت میر تقی [illegible] نظم طباطبائی وغیرہ

نوٹ ۔ جلد ہشتم سلسلۂ [illegible] مع جلد نہم سلسلۂ غالب زیر ترتیب ہیں

پتہ ۔ منیجر رسالہ اردوئے معلّٰے ۔ [illegible] بازار ۔ کانپور ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۲۸

رسالہ اردوئے معلیٰ

کانپور

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔اے

نمبر ۹	بابت ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء	جلد ۲۰

فہرست مضامین

جسکو منشی احمد علی نے اپنے

احمد المطابع واقع کانپور مین چھاپا

اور حسرت موہانی نے دفتر اردوئے معلیٰ کانپور سے شائع کیا

غالب کی ایک رباعی کے متعلق

رسالہ اردو دسمبر مطبوعہ اگست سنہ ۲۹ع کے صفحہ ۵۵ مین مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی کی تحقیق نے مجھے سراپا حیرت زدہ بنا دیا۔ وہ مرزا غالب مرحوم کی رباعی لکھکر

دکھ جی کے پسند ہوگیا ہے غالب　　دل رک رک کے بند ہوگیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں　　سونا سوگند ہوگیا ہے غالب

فرماتے ہین کہ اس رباعی کے دوسرے مصرع مین دو حرف رباعی سے زیادہ ہوگئے ہین اور ناموزون ہیں۔ مین عرض کرتا ہون کہ مولانا طباطبائی نے اس موقع پر کمال بے پروائی سے کام لیا ہے۔ رباعی کے اوزان کا استخراج بحر ہزج مثمن سے ہوا ہے جملہ اوزان مستعمل مخنق اور غیر مخنق چوبیس ہین۔ اور ہر فرع مین صدر وابتدا اور عروض وضرب مزاحف آتے ہین۔ البتہ اگر آٹھ رکن سے ایک حرف بھی زاید ہو جائیگا بےشبہ بحر دائرے سے خارج ہو جائے گی اور مصرع ناموزون سمجھا جائیگا۔ مگر مرزا کی رباعی مین یہ نہیں ہوا پھر خدا جانے انکے رباعی کا دوسرا مصرع کیون ناموزون قرار پایا مین اثبات مدعا کے واسطے ہر مصرع کی تقطیع یہان لکھتا ہون ملاحظہ فرمائیے۔

دکھ جی کے پسند ہوگیا ہے غالب　　دم رک رک کے بند ہوگیا ہے غالب
دکھ جی کے پسند ہو۔ گیا ہے غالب　　دم رک رک۔ کے بند ہو۔ گیا ہے غا۔ لب
مفعول۔ مفاعلن۔ مفاعیلن۔ فع　　مفعولن۔ مفاعلن۔ مفاعیلن۔ فع
اخرب۔ مقبوض۔ مکفوف۔ مجبوب مجبق　　اخرم۔ مقبوض۔ مکفوف مجبوب مجبق
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں　　سونا سوگند ہوگیا ہے غالب
دل لاہ۔ کہ شب کُ نی۔ ن د آتی ہی نہیں　　سونا سو۔ گند ہو۔ گیا ہے غا۔ لب
مفعول۔ مفاعلن۔ مفاعیلن۔ فعول　　مفعولن۔ فاعلن۔ مفاعیلن۔ فع
اخرب۔ مقبوض۔ سالم۔ اتہم　　اخرم۔ مقبوض مجبق مکفوف۔ مجبوب مجبق

اس رباعی مین دوسرے اور چوتھے مصرعون کے رکن اول جسکو اصطلاح مین ابتدا کہتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکات سخن

باب سوم محاسن سخن

کتاب نکات سخن کے پہلے دو باب، متروکات سخن اور معائب سخن، اس سے قبل شائع ہو چکے ہیں اب یہ تیسرا باب محاسن سخن کے نام سے شروع کیا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ارباب مذاق کو انتخاب سخن و اصلاح سخن کے معاملے مین کوئی دشواری باقی نہ رہ جائے۔

(۱) تکرار الفاظ (حسین)

الفاظ و حروف کی تکرار عام اس سے کہ وہ شعر کے ایک ہی مصرع مین ہو یا دونون مین عموماً قبیح سمجھی جاتی ہے اور عامی ہوتی ہی ہے جس کا مفصل بیان زیر عنوان تکرار الفاظ (قبیح) کتاب نکات سخن کے دوسرے باب مین ہو چکا ہے۔ یہان پر تکرار الفاظ کی وہ صورتین پیش کی جاتی ہین جنکی موجودگی حسن شعر کی ترقی کا موجب ہوا کرتی ہے مثلاً

سودا ؎ اشک آتش و خون آتش و سر تا بہ قدم آتش ؛ آتش پہ برستی ہے پڑی حصل آتش

میر حسن ؎ جز سواد ملین نہ سیر کرے آنکھوں مین کوئی ؛ دل کا مرغوب ہے تو چشم کا منظور ہے تو

غالب ؎ رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چند تکلف سے ؛ تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

شیفتہ ؎ کس تجاہل سے یہ کہتا ہے کہان رہتے ہو ؛ تیرے کوچے مین ستمگار ترے کوچے مین

رشک لکھنوی ؎ میخانہ ہو گیا ہے پریخانہ اندرون ؛ اے رشک آفتاب پری تو پری شراب

نظم طباطبائی ؎ اسیری مین بہار آئی ہے فریاد و فغان کر لین ؛ قفس کو گلستان کر لین قفس کو بوستان کر لین

شاد عظیم آبادی ؎ کہان گلو کے دو تختے وہ لالہ زار کہان ؛ بہار مین تو نظر لگ گئی بہار کہان

حفیظ جونپوری ؎ شہرت ہے اب تو آپ کے وعدے پہ زندگی ؛ وہ زندگی کہ جان ہے جس سے عذاب مین

نوح ناروی ؎ آئینہ دیکھ کر نظر انکی بدل گئی ؛ دونون مین لاگ ڈانٹ تھی دونون مین چل گئی

دلیر مارہروی ؎ یہ گلگشت چمن سیر بہاری تو سہی گل کھلاتے ہیں شگوفے جو تو رسوا ہے انہیں تو ان سے ہوا ہے

" ؎ سر پہ اٹھائے پھرتے ہو دنیا کو تم کہ ہم [illegible] آپ پہنچے [illegible] یہیں تو کرتے ہیں ہم نہیں

وحشت ؎ لوٹے بلبلان ہے یا ہوئی گل لالہ کا آتش بجاں [illegible] آتش گلستان آتش بہار آتش

عیش دہلوی ؎ عدو ہے اور [illegible] سب کہنے کی باتیں ہیں [illegible] [illegible] ایسا تھا ہو لیا ہے

آزاد سہارنپوری ؎ مشکلات عشق ہی گھبرانا چاہئے [illegible] مشکلات عشق [illegible] عشق ہے

زندگی میں ترک شغل عشق ہو سکے [illegible] زندگی کا مدعا [illegible] ہے

" ؎ [illegible] سمجھو مجھ کو [illegible] [illegible] تیرے کام کا [illegible]

آزاد سہارنپوری ؎ [illegible] ہو تو دل ملا دیگا [illegible] [illegible] تو دل [illegible] دیگا

" تم جبر کئے جاؤ ہم صبر کئے جائیں [illegible] تو مضمون [illegible] اللہ [illegible] دیگا

" امید سکون [illegible] نہیں [illegible] [illegible] [illegible] دیگا

" درویش جب نکلے آواز لگا کے [illegible] [illegible] جائیگا

حسرت موہانی ؎ [illegible] جب وہ دن [illegible] تمام ہوا [illegible] میں تھی۔

" مشتاق بوئے عطر نہ تھا سیم [illegible] خوشبوئی دل [illegible] پیرہن میں تھی

" ؎ نگاہ شوق میں جچتا ہی نہیں اب بھی عالم [illegible] [illegible] [illegible] کو

" ؎ آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور [illegible] [illegible] کی ہے

" ؎ مجھے طوف حرم کی آرزو کیوں ہو [illegible] [illegible] کسی [illegible] تک ہے

" ؎ اس زمین سے ہم کو چلنے [illegible] پہنچے [illegible] دلپذیر پہنچے [illegible] پسند [illegible]۔

ان سب اشعار کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ تغزل [illegible] کے حسین [illegible] ہونے کا کوئی قاعدہ یا ضابطہ مقرر نہیں ہے اس بات کا فیصلہ کہ [illegible] یا [illegible] شاعر کے مذاق صحیح کے سوا اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔

(۴) صدق محاورہ صفائی زبان و سادگی بیان

دور حاضر کے بعض شعرا کا رجحان زیادہ تر اس جانب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کلام کی خوبی کا دار و مدار استعمال ترکیب فارسی اور دشوار گوئی پر رکھیں جس کو وہ پیروی غالب

مرعوب کن نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ غالب کے بھی بہترین
اشعار وہی ہیں جنکی برتری کا سبب محاورہ یا صفائی زبان اور سادگی بیان کی مرہون
منت ہے۔ ذیل میں ہم ہر عہد کے اساتذہ کا صاف اور سادہ یا محاورہ دار کلام بطور نمونہ
پیش کرکے لطف سخن کے طالبان صادق کو انکی پیروی کا مشورہ دیتے ہیں۔

شاہ حاتم ۔ تم کہ بیٹھے ہوئے اک آفت ہو : اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو

میر سوز ۔ سینے پر آہن کہاں دل کو : نہ لگا لے گیا مہمان دل کو
کسی عنوان اسکو چین نہیں : آہ لیجائے کہاں دل کو

راسخ عظیم آبادی ۔ مرتبہ حسن کا وہ ناز کا پایا ایسا : بندہ اسکا ہوں مگر جسنے بنایا ایسا

قائم چاندپوری ۔ درد دل کچھ کہا نہیں جاتا : آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
مانع گریہ کب تلک ہوجے — آنسوؤں سے بہا نہیں جاتا
گرچہ قائم اسیر دام ہوں لیک — مجھسے یہ چپ رہا نہیں جاتا

ولہ ۔ جوں نخل ز رشک ارغوانی — پامال ہوئی مری جوانی
دو چیز ہیں یادگار رندان — بر استم اپنی جانفشانی

میر حسن ۔ نہ ملا وہ نفاق کے مارے — کیا کریں ہم وفاق کے مارے
مت خفا ہو کہ آن نکلے ہیں — ہم بھی یاں اتفاق کے مارے
ہوچکا حشر بھی حسن لیکن — نہ چھٹے ہم فراق کے مارے

مصحفی ۔ اور سب تو ڈرے بیٹھے ہیں — ایک ہم ہیں کہ مرے بیٹھے ہیں
پھٹ چکا جب گریبان تب سے — ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں

ولہ ۔ گر ابر گھرا ہوا کھڑا ہے — آنسو بھی تلا ہوا کھڑا ہے
ہے موسم گل چمن میں ہر نخل — پھولوں سے لدا ہوا کھڑا ہے

ولہ ۔ اوس گل کی باغ میں جو صبا نے چلائی بات : غنچے نے مسکرا کے کہا ہمنے پائی بات

جرأت ۔ بتلا تو دے کہیں ہمیں ندے کیا تجھکو کیا بھلا : کہتا پھرے ہے تجھکو جو تو یوں برا بھلا
جاتا ہوں اپنے گھر کو جو میں اس سے روٹھکر : کہتا ہے کس ادا سے وہ دیکھیں تو جا بھلا

ولہ ؎ گھر سے نکلا وہ نازنین کہیں ؛ ورنہ ہم دیکھتے کہیں نہ کہیں
رہ گئے ہے بات بات پر جرأت ؛ ہے گرفتار یہ کہیں نہ کہیں

ولہ ؎ یار رو کو ہر بار نہ کچھ کان میں لیجئے ؛ کیا جانے کہ ہم بیٹھے ہیں کس دھیان میں آئیے

اس کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "لینے" کا استعمال ملاحظہ طلب اور صدق محاورہ کی ایک بہت اچھی مثال ہے

انشاء ؎ چھیڑنے کا تو مزہ جب ہے کہو اور سنو ؛ بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

ناسخ ؎ بام پر وہ ماہ کرتا ہے نظارہ صبح کا ؛ آج بارے خوب چمکا ہے ستارا صبح کا

اسیر ؎ نبض بیمار جو لے رشک مسیحا دیکھی ؛ آج کیا آپ نے جاتی ہوئی دنیا دیکھی

ولہ ؎ رستہ میں ایک بہر تماشا ٹھہر گیا ؛ ٹھہرے وہ جس جگہ وہیں میلا ٹھہر گیا
دل کو چھپائے ہے وہ آنکھوں نے کہہ دیا ؛ گزرے جو درد گواہ تو دعویٰ ٹھہر گیا

؍؍ ؎ خفا جو آپ ہیں مستوں کے آجانے پہ منہ پر ؛ سنبھلئے کوئی پھر اشرا جانا منہ پر

؍؍ ؎ مزد وزرع میں ساقی شراب ناب چلے ؛ مبارک عمر میں ساغر شراب چلے
عجیب ناز سے قاتل نے انگلیاں توڑیں ؛ ہوا میں قتل کھینچے مرے حساب چلے

"مرے حساب" یعنی میرے نزدیک کھینچے چلے۔ صدق محاورہ کی یہ مثال بھی بہت خوب ہے

کمال لکھنوری ؎ شب وصال میں جب روٹھنے کی بات چلی ؛ خروش مرغ سحر نے کہا کہ رات چلی

معروف ؎ آپ جھوٹ بت کیجئے کی قسم کھاتے ہیں ؛ ہم رقیبوں کے نصیبوں کے قسم کھاتے ہیں

؍؍ ؎ اس گلشن عشق میں دوبارا ؛ پھر آئے بہار میں نہ مانوں
تو اور کرے کسی پہ الطاف ؛ ستارے ظلم شعار میں نہ مانوں

ذوق ؎ گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا ؛ یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

؍؍ ؎ غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے ؛ ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

؍؍ ؎ الفت کا مزہ جب کوئی مر جائے تو جانے ؛ یہ درد سرا ایسا ہے کہ سر جائے تو جانے

؍؍ ؎ خوب روکا شکایتوں سے مجھے ؛ تو نے مارا عنایتوں سے مجھے
واجب القتل اس نے ٹھہرایا ؛ آیتوں سے روایتوں سے مجھے

مجروح دہلوی ؎ کیا ہماری نماز کیا روزہ : بخش دینے کے سو بہانے ہیں -
سالک دہلوی ؎ غیر سے مشورۂ ظلم و ستم کرتے ہیں : دیکھئے آج وہ کیا ہم پہ کرم کرتے ہیں
،، ؎ ہو چکا وعدۂ وفا اس بیوفا سے رات کو : لے اجل آ جا کہیں تو ہی بلا سے رات کو
تنویر دہلوی ؎ : گئی دل سے کدورت نکلے : لاکھ ارباب صفا نے چاہا
؎ جو کہا اُس نے وہ کئے ہی بنی | صوفیوں کو بھی مے پیئے ہی بنی
کافر عشق ہو گئے آخر | ان بتوں کا کہا کئے ہی بنی
رات ساقی بغیر تھام کے دل | زہر کا گھونٹ پی لئے ہی بنی
انور دہلوی ؎ اُس سے ہم لو لگائے بیٹھے ہیں : آگ دل میں دبائے بیٹھے ہیں
وہ جو گردن جھکائے بیٹھے ہیں | حشر کیا کیا اٹھائے بیٹھے ہیں
ہم نشیں آپ میں خوشی سے جو وہ | گھر میں مہمان آئے بیٹھے ہیں
شرم بھی اک طرح کی چوری ہے | وہ بدن کو چھپائے بیٹھے ہیں
کیا سکھائیگا ان کو ظلم فلک | خود وہ سب کچھ سکھائے بیٹھے ہیں
ظہیر دہلوی ؎ ہاں بن کے مری جان کہاں جاتے ہیں : یہ مرے قتل کے سامان کہاں جاتے ہیں
کس کی آشفتہ مزاجی کا خیال آیا ہے : آپ حیران پریشان کہاں جاتے ہیں
آج کس منہ سے مری دلشکنی ہوتی ہے | آج وہ آپ کے پیمان کہاں جاتے ہیں
داغ دہلوی ؎ کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا : وہ ہاتھ ملکے کہتے ہیں کیا یار مر گیا
،، ؎ کوئی تو محبت میں مجھے صبر ذرا دے : تیری تو خوشی وہ ہے کریں دعا نہ خدا دے
،، ؎ خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں | کیا جانے کوئی دلمیں ترے کیا ہے کیا نہیں
،، ؎ تم ادر کان رکھ کے سنو بات غیر کی | مجبور ہو گئے ہیں مقدر سے کیا کہیں
مرزا مائل دہلوی ؎ یہی کہ دو نہیں ملنا ہمیں منظور تمہیں : اک دن مٹ تو چکے روز کی تکرار کہیں
،، ؎ یہی طرز تغافل تو کسی دن ہم بھی | تیرے کوچے سے چلے جائینگے ناچار کہیں
حشمت لکھنوی ؎ دو چار آنکھیں ہیں کوٹھے پہ آج آپ یا جانی : خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے آسماں سے
نادر لکھنوی ؎ غیروں کو تو کرتے ہیں تہِ تیغ جفا آپ : اک روز مرے حق سے بھی ہو جائیں ادا آپ

" ب نہ خنجر اٹھیگا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

" نہ سنتے ہی شرکت آپ تو اللہ کسیکی
اب کر گئی تاثیر مگر آہ کسی کی

عشق لکھنوی ؎ چھوٹ جائیں ہم عذاب ہجر سے ؛ اب تو ایسی کوئی صورت کیجیے
مفت میں مر جائینگے بیمار ہجر
دیکھیے اتنی نہ غفلت کیجیے

منشی میرٹھ ؎ خواب میں آنے کی اس بت سے قسم لیتے ہیں ؛ نیند کمتی ہوئی مل جائے تو ہم لیتے ہیں

تسلیم لکھنوی ؎ ایک دن بھی لیں تو باہم آنکھیں ؛ برسوں دکھلاتے لے شوخ [illegible] ہم آنکھیں
سر کو زانو سے اٹھا وصل میں پردہ کیسا ؛ آج تو جب [illegible] عالم آنکھیں

ولہ ؎ گر یہی ہے عادت تکرار ہنستے بولتے ؛ منہ کی اک [illegible] اغیار ہنستے بولتے
کتنی تمنا باغ عالم میں گل و بلبل کی طرح ؛ بیٹھکر ہم تم کہیں [illegible] ہنستے بولتے

" کیا خاک سنوں [illegible] ناداں تری باتیں
کہنے میں [illegible] بہت کئی دن سے

" بھول کر بھی کبھی حال دل شیدا نہ سنا
[illegible] دیکھا نہ سنا

" دیکھ چھپائے [illegible] ہم [illegible] کر ؛ [illegible] سر توڑ کر

مرزا محمد بیگ عاشق ؎ اللہ سے جو حشر کو [illegible] ؛ [illegible] لپٹا ہوا
کچھ منھ سے بول وصل میں اسے بت خدا کو مان ؛ [illegible] تیر سا ہوا
تیری ہنسی نے شیشہ دل چور کر دیا
ساقی [illegible] گرا ہوا

" عرض مطلب [illegible] آپ نے کیا خوب جواب
حال [illegible] دیکھو

حفیظ جونپوری ؎ [illegible] سے اپنے پیرہن کیا دکھا نہیں ؛ اب بات [illegible] میں ہے

مضطر خیر آبادی ؎ تو نے قتل ادا سے چلے چار قدم ؛ چوم لے [illegible] تلوار قدم
چاہا کوئی خطا ہو تو معافی چاہوں ؛ یوں تو [illegible] ترے سو بار قدم

مست بنارسی ؎ تیری الفت سے بڑھ گئی یہ بات ؛ [illegible] نہ کیا
قتل عاشق تو کوئی بات نہیں
[illegible] نہ کیا

" [illegible] حسن یار کہتا ہے
ایک [illegible] ذات مری
تیری الفت نے کر دیا مجبور
کچھ نہ [illegible] بات مری

جب ؎ یہ کہتی ہیں نیچی نگاہیں کسی کی : نا امید ہوں آسرا کرنے والے

ولہ ؎ اس زمانے کے اہلِ دل اغلاط : بے نہ ہوتے تو کیا خدا ہوتے

شرط تھا ایک بار مل لینا : حشر تک پھر نہ ہم جدا ہوتے

نجو دہلوی ؎ آنے ہو مرے دیا ہیں تیرے فیضِ عام کی : ساقی بھلا ہو ہم کو بھی مولا کے نام کی

نسیم بھرتپوری ؎ غیر سے کہہ دیں وہ مہماں بڑی مشکل ہے : جان جانے کے ہیں ساماں بڑی مشکل ہے

روز کہتے ہو کہ تو کس کے لئے ہے بیتاب : جان کر بنتے ہو انجان بڑی مشکل ہے

حسن بریلوی ؎ پوچھتے ہیں پھر لگے آنے بیاں کیوں نہ ہو : لے ستم آرا جو ایسا ہو تو ایسا کیوں نہ ہو

دل کا تنگ آ کر دعا کرنا خدا سے بے محل : اس جفا پر دل کا جھنجھلا کر یہ کہنا کیوں نہ ہو

دلیر مارہروی ؎ ہم میں ضبط دعا نہ ہوا : آدمی ہیں بہت کیا نہ ہوا

درد دل کہہ کے دلیر اپنا : عتبارِ آپ کو ہوا نہ ہوا

ہجر شاہجہانپوری ؎ دل بنا دو آپ جانے ہو : لوگ غیروں کو بنا لیتے ہیں کیونکر اپنا

یاد کرتے ہیں مگر یاد نہیں آتا ہے : بھول آئے ہیں کہاں ہم دل مضطر اپنا

ولہ ؎ دل کی راحت کیا ہوئی دل کی مسرت کیا ہوئی : سوچتا رہتا ہوں پہروں حالت کیا ہوئی

زندگی کی یہ دوران ہیں بے انتہا : کھو گیا میں کیا ہوا میری حقیقت کیا ہوئی

یاد ہے اتنا کہ دیکھا تھا کسی کو نے تھا : دھیان کچھ اس کا نہیں ہو میری حالت کیا ہوئی

حکمت لکھنوی ؎ ہو ایک ہی ترینے پر : گرا یا اپنا لہو قوم نے سینے پر

؎ کس طرح بن بیٹھی آنکھوں کے تارے کو بھید دن : جوگی بنا کے راج دولارے کو بھید دن

؎ لیکن تمہیں ہو رنج یہ میری خوشی نہیں : جا دُسہار دخوش رہو میں روکتی نہیں

محشر لکھنوی ؎ تم کو قسم ہے چھوڑ نہ دینا جفا کوئی : مر جائیں گے تو یاد کرو گے کرتا کوئی

ترجمہ محاورہ فارسی

اردو زبان کی ساخت مین چونکہ ہندی کی طرح فارسی کو بہت بڑا دخل حاصل ہے اس لئے اکثر اوقات اردو نظمون مین فارسی محاورون کے بے تکلف ترجمون سے حُسن سخن دو بالا ہوجاتا کرتاہے۔ متقدمین اور متوسطین کے کلام مین اسکی مثالین کثرت کے ساتھ ملتی ہیں۔ متاخرین کا کلام بھی ان سے خالی نہین ہے۔ ان کے ہان بھی فارسی محاورون کے ترجمے بعض اوقات بڑی خوبی کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں مگر انکی تعداد زیادہ نہین ہے۔ اسلئے کہ اسلامی سلطنت واقتدار کے انحطاط کے ساتھ فارسی دانی کا بھی زوال جاری رہا۔ یہانتک کہ جب لوگون کو فارسی ہی سے مناسبت نہ باقی رہی تو فارسی محاورون کا ترجمے سے انکو کیا دلچسپی ہوسکتی تھی، بہرحال ہم ذیل مین ہر عہد کے شعرا کی غزلون سے اس قسم کے تراجم کی مثالین بطور نمونہ پیش کئے دیتے ہین :-

ولی ؎ آتاہے جب چمن مین تو زرین کلاہ ہوکر : اٹھتی ہے فوج حسن تری جلوہ گاہ ہو کر

"ہون" یعنی سے "زرین کلاہ ہون" یعنی زرین کلاہ کے ساتھ ترجمہ ہے "با کلاہ زرین کا۔

ولہ ؎ یکبار مری بات اگر گوش کرے تو : ملنے کو رقیبون کے فراموش کرے تو

گوش کردن فارسی محاورہ سننے کے معنی مین ہے۔ اسکا ترجمہ گوش کرنا بجائے سننا دلی کے سوا دیگر متوسطین تک کے کلام مین نظم ہوا ہے

آبرو ؎ کرگئی شہر مین فتنہ تجھے خواہی نخواہی یہ : تری آخر کو سر کھینچیگی ظالم کجکلاہی یہ

شاہ حاتم ؎ مین تو کیا حاتم لیسے بدخو سے : کس کی صحبت ہمارا ہو وے ہے

میر ؎ داغ ہے تاباں علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر : ہو نجات اسکی بچارا ہمسے بھی تھا آشنا

"ہمارا ہی شناسا تھا" یا ہمارا ہی آشنا تھا" اردو کا محاورہ ہے "ہمسے آشنا تھا" فارسی محاورے "با ما آشنا بود" کا ترجمہ ہے۔

میر ؎ دل تفنگی کی اپنی ہجران مین شرح کیا دون : چھاتی تو میر میری جلکر ہوئی ہے تابہ

"تفصیل دون" یا "شرح بیان کردون" اردو محاورہ اس کے مقابلے مین "شرح دون" فارسی محاورے "شرح دادن" کا ترجمہ ہے۔

چمکے ہیں کے کانوں میں لو بام پر چلو
لایا ہے ماہ عقد ثریا نثار کو

سرمہ کریگا پیسکے پینے کا استخوان
ایسا نہ جانتا تھا مین سنگ مزار کو

یاران رفتہ جا کے عدم مین جب مقیم
میرا سلام شوق کہیں اوس دیار کو

پیرون نے مرے کہولدئے آبلون کے منہ
دیکھا زبان خشک نکالے جو خار کو

فتراک اوسکا سرے وبال دار ہے
باندہینگے اوس سے تیر نگہ کے شکار کو

کامل کبھی تو مشک چھڑکتا ہون گر نمک
بھرتا ہون یون جراحت قلب فگار کو

بدی نے بخت کی پہنچا فلک پر میرے شیون کو
پہ پرواز گردش نے دئے سنگ فلاخن کو

فلک کیا دوست رکھتا ہے ہوا خواہان گلشن کو
جلاتا ہے چراغ مہر میں آنکھون کے روغن کو

خدانے دی ہے کیا رفعت زمین صحن گلشن کو
کہ شاخ گل ہے بام آسمان میرے نشیمن کو

تامل کیا ہے ٹکڑے شوق سے کر جامۂ تن کو
تجھے دیکھون مین لے دست جنون جیب و دامن کو

کریگا خوار ایسا آسمان خوبان گلشن کو
کہ اکدن عاریت خارون سے لینگے جامۂ تن کو

کیا اچھا علاج افلاک نے لالے کے داغون کا
دیا زنگار گون خلعت زمین صحن گلشن کو

بلندی سے رواق چشم کے گرنے کو آئے ہیں
نچھوڑین سہرے مژگان ہاتھ سے اشکون کے دامن کو

ہماری قبر پر آکر وہ بت ہو محو دیدار اپنا
جلا آئینے کی حاصل ہو یا رب سنگ مدفن کو

کرینگے داغ دل یونہی اگر تختون کی گلکاری
بنا ئینگے پر طاؤس ہم سنگ مدفن کو

زمین باغ کو تھا دیکھنا نیرنگ عالم کا
بہار ہی اللہ خالی ہی کیا پھولون سے دامن کو

عجب کیا گر یہی عالم ہے جوش لالہ و گل کا
ہوا ہم رنگ شاخ گل بنا دے دود گلشن کو

محل پاکر جہان مین بے ادب گستاخ ہوتے ہین
کیا اک موج نے تہ ساحل دریا کے دامن کو

تماشہ باغ کی قرب زلف ہے اوس بت کی آسانی
شب تاریک کا پردہ ملا ہے روز روشن کو

جلائینگے چراغ کفر کعبہ میں یہ بت اکدن
کمر ہم رشتۂ تسبیح کی باندہینگے زنار برہمن کو

زرہ نیچا بنیگا غربال ہونے سے بڑا کیا ہے
مشبک قطرہ باران کرین سوتون کے جوشن کو

عدم سے کاروان اب اہل ہمت کا نہیں آتا
نہ بیٹھین راہ مین نقش قدم پھیلا کے دامن کو

عبث صیاد کو تعجیل ہے میری اسیری مین
اوٹھا بیٹھا اوڑ گیا سر پہ رکھکر مین نشیمن کو

ہماری آنکھ کے آنسوؤن کے داغ محبت سے
کیا خشک آفتاب حشر نے دریا کے دامن کو

تجھے شعلہ طلوع صبح تک نابود کر دیگا
بیٹھایا تونے کیون اے شمع محفل سر پہ دشمن کو

شہیدان محبت تشنہ کام اب اور کیا ہون گے
گوارا کر لیا ہے کام جان نے تاب آہن کو

خمیرہ ہو تواضع سے اگر خواہان شہرت ہے
بلند آواز حلقہ نے کیا زنجیر آہن کو

حسد عزت لیتی ہے دلین کہین شوق مردم
گزند باد کا کیا غم چراغ زیر دامن کو

اوڑائین ہم اگر خاک بیابان جوش وحشت مین
کہ سے چرخ کی اونچا کرین صحرا کے دامن کو

امید وصل تجھکو مال پس ماندہ سے بیجا ہے
فتیلہ جذب کرسکتا نہین گل ہوگئے روغن کو

ابھی مجھکو جوانی کیلیے پیری مین رونا ہے
بہرون کا آگ چراغ عمر مین اشکون کے روغن کو

آتش غم کو خلش رہتی نہ پیراہن کے ساتھ
جل گیا ہوتا گریبان قبا دامن کے ساتھ

سخت مشکل یکدلی ہے دوست ہی دشمن کیساتھ
تنگ ہونا مین تو رکھتا رابطہ آہن کے ساتھ

مرگ کا غم روز خلقت سے ہی جان وتن کے ساتھ
کشت سے آئی ہے یہ برق خانہ خرمن کے ساتھ

کیون نظر آتے نہین پیری مین یارب دل کے داغ
یہ چمن ہی کیا خزان مین لٹ گیا گلشن کے ساتھ

گریۂ مولود دنیا ہے خبر اس رمز کی
خون دل ہی ہے چراغ عمر مین روغن کے ساتھ

دوستون کے ساتھ تو احسان مین کرتا ہی تصور
مردنیکی مین کمی کرتے نہین دشمن کے ساتھ

سوز غم سے دل کے جلنے کا اگر آئے خیال
صاعقہ کی بدسلوکی یاد کر خرمن کے ساتھ

تندخوئی کے سبب سے ہوگئے شعلے فنا
رہ گیا دود سیہ لپٹا ہوا گلخن کے ساتھ

برق بنکر سایہ دیوار ہم پر کیون گرا
کوئی گستاخی نہ کی تھی آنکھ نے روزن کے ساتھ

زندگانی مین طبیعت تھی جو تنہائی پسند
کسقدر مانوس میرا دل ہوا مدفن کے ساتھ

دوستون کا اے زمین قبر کیا شکوہ کرون
جان میری جب ائے تیرے گھر مین تن کے ساتھ

روئے مہ وخورشید سے نسبت کوئی بات ہے
اونکو نسبت کیا تمہارے عارض روشن کے ساتھ

شرط اول استجابت مین ہے اذعان دعا
کیون اوٹھاتا ہے دعا کو ہاتھ سوئے فن کے ساتھ

نزل تاثیر تک ممکن نہین ہرگز وصول دل
شوخی قسمت ہی سایہ کیطرح شیون کے ساتھ

ذبح مجھکو ہاتھ رکھکر میرے سینے پر، کرد
کام جان حال کرے دل ہی رگ گردن کے ساتھ

شکر ہے وہ ترک تازی کو تو آئے قبر پر
ہم نہ بیٹھے خاک ہی بیٹھی سمند توسن کے ساتھ

قرب مرد بے حقیقت سی غنی کو نفع کیا
ایک ہے ہونا نہونا مور کا خرمن کے ساتھ

اور اب کیا ہونگے نازک وہ مسی مالیدہ لب
عقل کی میزان مین تلتے ہین گل سوسن کے ساتھ

کیا سمجھا ہے نگاہ یار کے ناوک کو تو
توڑتا ہے استخوان سینے کی یہ جوشن کے ساتھ

تازگی مین لالہ و گل سے ہی نکلے کچھہ فزون
دل کے داغون کا جب اندازہ کیا گلشن کے ساتھ

آنکھ وہ رہتی نہین بعد از حصول کام دل
کید ہے مردون کا اظہار محبت زن کے ساتھ

اتنوا آنکھین پیر کنعان کی کہلین گی اے نسیم
بوئے یوسف مصر سے جاتی ہی پیراہن کے ساتھ

دیکھنے کا ہے تماشہ شمع کا فانوس مین
تن کی عریانی ہوئی ہے جمع پیراہن کے ساتھ

کیون کرین یوسف زلیخا کی شکایت کا ملال
چاک ہی اظہار عصمت کیلئے دامن کے ساتھ

کیون نہ زیر خاک تابندہ ہون میرے داغ دل
تھا محبت کا تعلق کس تیغ روشن کے ساتھ

کیا ابھی دیتے ہیں بوسینے کی اندر دل کے داغ
نور یہہ کیسا ہے یا رب ظلمت مدفن کے ساتھ

روشنی صحرا مین کی ہے منتظر بیٹھے ہین خود
یہہ محبت رہ نورد وادی ایمن کے ساتھ

جادہ اجداد پر کامل مناسب ہے سلوک
آشتی انکی طرح کرتے رہو دشمن کے ساتھ

ثمر جہال کو دے خاک صحبت باکمالونکی
محال فعل ہے سرسبز ہون شاخین غزالونکی

خضاب نیل کیون کرتا ہے ہر انسان پیری مین
چراغ گنج مدفن ہے سفیدی سر کے بالونکی

رخ گل رنگ نیر آسمان حسن ہی اے بت
شفق کو یاد دلواتی ہے سرخی گورے گالونکی

صفائے قلب کا جوہر کسی صورت سے پیدا کر
دکھاتا ہی یہ آئینہ مثالین بے مثالون کی

ادب سفاک کا جنگ آزما ہرگز نہین کرتے
مدارا کرتی ہے تلوار دونکی جانب پشت ڈھالونکی

کہے دیتے ہین دل بیتاب ہو جایگا سینے مین
نہ سنئے داستان درد ہم آشفتہ حالونکی

یہان سے جا کے پھر کیا جانئے کس گھر مین اترینگے
لحد ہے منزل اول عدم کے جانیوالونکی

نہ کر آمادہ فریاد مجھکو دیکھ اے بلبل
رگا دیگی چمن مین آگ جدت میرے نالونکی

گھٹا کر بدر کو لایا ہے حالت مین مہ نو کے
بدل دیتا ہے نقشہ چرخ بہت باکمالونکی

خدا ڈالے نہ دلکا سابقہ ان بے وفاؤنسے
بڑے آزار دیتی ہے محبت خوش جمالونکی

نہ کرنا میل ایدل شاہدونکی زلف پیچان پر
اسی کوچے مین ہر سر چوٹ کھاجاتے ہین کالونکی

بہت دشوار ہے تقدیر کے عقدے کا حل ہونا
نہ سلجھین باغبان سے گتھیان سنبل کے بالونکی

ناصحا مین سر دھنتے ہی دیتے ہوگئی کاکل
بگولے کیون چلے تھے راہ ہم آشفتہ حالونکی

حیا سے بالونمین چہرے کو ہو چھپائے ہوئے
کہانسے آتے ہو جاگے ہوئے بنائے ہوئے

ادھر بھی ایک نظر دیکھ لو برائے خدا
تمہاری آنکھونپہ بیٹھے ہین زہر کھائے ہوئے

ہمین سناؤ نہ للہ اکھڑی باتون سے
ہم آپ بردش گردش کے ہین ستائے ہوئے

عزیز داغ محبت ہے اسقدر مجھکو
فنا کے بعد بھی چھاتی سے ہون لگائے ہوئے

فنا کے بعد بھی گردش ہے میری قسمت مین
لئے پھرے گی ہوا خاک کو اڑائے ہوئے

پڑے ہین ٹوٹے ہوئے ہر قدم پہ شیشۂ دل
سنبھل کے راہ چلو پاؤنکو بچائے ہوئے

سوال وصل جو کرتا ہون تو وہ کہتے ہین
مجھی پہ بیٹھے ہین کیا آپ زہر کھائے ہوئے

کمر پہ یار کی ہاتھونکا بوجھ کیا ڈالون
وہ آپ گیسوؤنکا بار ہین اٹھائے ہوئے

کفن مین یار کی تصویر رکھدین دفن کیوقت
لحد سے اٹھونگا اوسکو گلے لگائے ہوئے

چلا ہون سونیکو پہلوے قبر مین کاکل
جگر پہ تیغ محبت کا زخم کھائے ہوئے

رنگ لائیگا خط رخسار جانان اور بھی
رفتہ رفتہ سبز ہوگا یہ گلستان اور بھی

ہر قدم پر بوئے خون آتی ہے میری خاک سے
قافلے کھینچ لئے ہین کوئے جانان اور بھی

تیر کشتہ مین کریگا سرمہ دنبالہ دار
تیز ہو جائیگی یہہ تیغ صفاہان اور بھی

لاکس میری ہی جلائی اوس بت کا فزونتی
کشتہ بیداد تھے آخر مسلمان اور بھی

صفحۂ رخسار جانان سے ملاکر دیکھئے
خلق مین آتا اگر اس خط کا قرآن اور بھی

جوش وحشت مین گلو کو دیکھکر ثابت ہوا
مین بہاری طرح تہوڑی چاک داماں اور بہی

رات بہر روشن رہی دلمین غم فرقت سے آگ
تیرگی مین شب کے چمکا داغ ہجران اور بہی

جمع ہمنے جسقدر گیسوے الفت کو کیا
ہوگیا مجموعۂ خاطر پریشان اور بہی

یارنے غصہ مین ابرو کی چڑہائی ہو کمان
دلمین اب خنے کرینگے تیر مژگان اور بہی

یاد دلواتی ہے روئے آتشین اوس ماہ کا
تو جلاتی ہے ہمین شمع شبستان اور بہی

بال بکھر آینگے زلفونکے اگر باد صبا
حسن دیگی یار سے ماتہی افشان اور بہی

زخم کاری کی رہی جاتی ہی دلمین آرزو
ایک پورا ہاتھ اے ابروئے جانان اور بہی

سر اوسی وادی مین ابتک ڈہونڈہتی ہی کیون جا قیس
نجد کے صحرا سے مین آخر بیابان اور بہی

مرے نالون نے شب فرقت مین چمکائی جو برق
جہکے برسا صبح تک اشکونکا باران اور بہی

اسقدر کیون ہوگیا اے چاک تو بے نام و ننگ
کوئی ہو تیری طرح گلشن مین عریان اور بہی

خاک کے ملنے سے آئینے کی بڑھتی ہے جلا
پاک تہمت سے ہوا یوسف کا داماں اور بہی

خاک مجنون سے جو محمل کی تعقب کا ہے ڈر
تیز لیجاتا ہے ناقے کو حدی خوان اور بہی

آنسوؤن سے گو قیامت کا تلاطم دلپہ تھا
زور پر آہونسے آیا غم کا طوفان اور بہی

ہر روز کل کے وعدے پہ مجھکو نہ ٹالئے
للہ کوئی وصل کی صورت نکالئے

بل دیکھے دونون کا نہ ہو نپہ زلفونکو ڈالئے
کسنے کہا تھا آپسے دو سانپ پالئے

کل تک نہ ہو تمام وہ قصہ نکالئے
تہوڑی سی رات ہے اور سے باتونمین ٹالئے

شادی سے روز وصل کی آتا ہے مجھکو غش
باہین گلے مین ڈالکے مجھکو سنبھالئے

دو بوسے دیکے آپنے کیا مول لے لیا
بس بس زیادہ مجھپہ نہ آنکھین نکالئے

اس سن و سال پر نہین شایان غرور حسن
قد کو بڑھا لے ابھی جوبن نکالئے

گیسو بڑھا کے آپنے ہی عاشقونکی جان
کہتے تھے ہم کہ افعی پیچان نہ پالئے

اوسکے فروغ حسن کی ممکن نہین مثال
مضمون ہزار نور کے سانچے مین ڈھالئے

ہم داستان ہجر کی کرتے ہین ابتدا
ہشیار ہوکے بیٹھئے دلکو سنبھالئے

رہتے ہیں زیر قصر کھڑے ہم تو رات دن
بیخود سے دونوں ہو گئے آنے سے آپکے
مانع ہے کون برق گرانیکا اے حضور

غرفہ سے آپ ہی تو کبھی سر نکالئے
میں دلکو روکوں آپ جگر کو سنبھالئے
بہتر سوال دید کا غصہ نکالئے

جوش وحشت نے کیا عقل سے بیگانہ مجھے
رہنما کوئے حقیقت کا ہوا کام مجاز
میں ملاقات کو اسکی جو حرم میں آیا
آپکی دید کا بندہ نہیں کرتا سوال
چار کے سامنے ہے شمع نے لپٹا جاتا
ڈوب کر ہی نہ دریا میں ہوں پیاسے تا آب
کنج عزلت ہی سلیمان کا قصر دے مجھکو
تجربہ جبہ و دستار کا کرتے کرتے
مر گیا بستیوں کی ٹھوکرین کہاں تک کھاتے
دیر و کعبہ سے تو مقصد نہیں جاؤنگا ادھر
دیکھوں کس دن ہے جدائی کی مصیبت کٹتی

لیکے صحرا کو چلا پھر دل دیوانہ مجھے
لے گئی کعبہ کی جانب رہ بت خانہ مجھے
شیخ پہونچانے گیا تا در میخانہ مجھے
یاد ہے صاعقہ طور کا افسانہ مجھے
خوش نہیں آتی ہے بیتابی پروانہ مجھے
پیچ دکھاتی ہے گرداب کا پیمانہ مجھے
بوریا فقر کا ہے مسند شاہانہ مجھے
خوف دلوانے لگی وضع فقیہانہ مجھے
اب تو آباد کرے قیس کا ویرانہ مجھے
نظر آئیگا جدھر جلوہ جانانہ مجھے
رنج دیتی ہیں شبین ہجر کی روزانہ مجھے

فخر دولت کا امیروں کو مبارک کامل
بس ہے نازش کیلئے طبع حکیمانہ مجھے

محجوب آبلے نہ ہوئے منہ سے خار کے
جلتے ہیں یوں چراغ ہمارے مزار کے
واقف ہیں کہ درد سے قلب فگار کے
پامال تھے جو سرعت شبدیز یار کے
کیا لیے ہمراہ بیٹھے ہیں اندر مزار کے
درپے ہمارے دفن کے ناحق ہیں آشنا

احسان میرے سر پہ ہیں پائے نگار کے
گویا کہ آفتاب ہیں نصف النہار کے
ہم کانپ کانپ جاتے ہیں نغمے سے تار کے
صرصر چڑھی نہ منہ پہ ہمارے غبار کے
شاباش رہنے والوں کو اس کنج تار کے
یہ مشت استخوان نہیں قابل مزار کے

راہرو ہون منزل سوز وگداز کا
کہولی کمر تو سایہ مین نخل چنار کے

ن ہی رہا جو ساقی مہوش کا انتظار
تہرا کے آنکھ توڑ گی شیشے خمار کے

ین تو بقصد کعبہ کے نکلا تھا دیر سے
ناقوس پہیر لگئے مجہکو پکار کے

یون اہل وضع کرتے ہین ناجنس سے نباہ
گل ٹوٹ کر جدا ہوے پہلوے خار کے

دزد حنظ شعاع کی اللہ رے شاطری
لایا ہے آفتاب کا سونا اوتار کے

ہے کون پشت پردہ کہ دیتا نہین جواب
مرمر گئے ہین شیخ و برہمن پکار کے

پہر ایکبار دل پہ گرا ے برق اضطراب
خرمن ابہی جلے نہین صبر وقرار کے

صاحب کمال ہے تو نہ سر کبر سے اوٹھا
شاخین زمین کو جہکتی ہین لنگر سے بار کے

منہ پہیرنا مصاف سے ہے ننگ مرد کا
سینے پہ روک تیر ستم روزگار کے

رنگ حنا نے ہاتہ کو مٹھی مین لے لیا
یون کوئی سر چڑہا نہین دست نگار کے

راہ سخن مین دزد کا ملجا یگا نشان
مضمون غیر نقش ہین پائے فرار کے

اللہ رے اہتمام کہ ہے ابر آب پاش
جاروب کش ہین صاعقے میرے مزار کے

کسب کمال صاحب غیرت کو ہے ضرور
شاخین برہنہ رہتی ہین بے برگ و بار کے

بخشے نہ وہ گناہ ہمارے تو زور کیا
مجبور ہین معاملے مین اختیار کے

بانگ جرس ہے خندہ گل کی صدا نہین
آمادہ کوچ کے ہین مسافر بہار کے

اللہ ری احترام حریم زمین عشق
نہ آسمان حباب ہین روئے غبار کے

وقت وداع حسن کا جلوہ دکہا دیا
دود چراغ کشتہ نے گیسو سنوار کے

آنکہین تو دیکہون آپکی یا حضرت کلیم
طالب انہین سے آپ ہین دیدار یار کے

روتا ہے رعد راتو نکو بالین قبر پہ
آتی ہے برق طوف کو میرے مزار کے

اے خفتگان خاک ملین تمسے کسطرح
ہم نابلد طریق سے ہین اس دیار کے

مدفن سے جوئے اشک رواں ہو تو کیا عجب
کشتے ہین ضبط گریۂ بے اختیار کے

امادہ زوال ہوا ہے آفتاب عمر
پہونچا قریب تو خط نصف النہار کے

صحرا سے آہ سرد نے ہمکو خجل کیا
افسردہ برگ ہوگئے نخل چنار کے

بینا نہ ہوگا قرب سے مانند چشم کور
غافل ہزار ساتھ رہے ہوشیار کے

آیا ہے کون لیکے ہماری لحد پہ شمع
دیتے ہیں لو چراغ کے تختے مزار کے

کیا دن قریب پہونچے ہیں فصل بہار کے
آتے ہیں دلمیں جوش مئے خوشگوار کے

مارے ہوئے ہیں نرگس مکحول یار کے
تختے ہیں سنگ سرمہ ہمارے مزار کے

پامال کس عزیز نے کی ہے ہماری خاک
ہم بزم آفتاب ہیں ذرے غبار کے

غافل ہے گر تو قرب سلاطین سے خوش نہ ہو
دہارے ہیں پھینک دیتے ہیں موج کنار کے

راتو نکو جاگتے نہیں بیوجہ اہل دل
ہر کوئی راز پردے میں شبہائے تار کے

کرچہ یہ عشق کا ہے سمجھکر بڑہا قدم
کام نہنگ جادے ہیں اس رہگذار کے

زائل اگر ہونگی دلونکے کدورتیں
پیدا کرینگے آئینے جوہر غبار کے

آمد و شد نفس سے ہے انسان کی ہست و بود
پشت ہوا پہ پا ہیں محل غبار کے

تصویر حسن کی ہیں سراپا بتان سہی
قامت ہیں پاکہ سرو سہی جوئبار کے

تیرہ نہ رکھ درون نہ درشتی سخن میں کر
یہ دونوں عیب ہیں زر کامل عیار کے

کیوں اسقدر ہے اس گنا ہونکا ہے تجھے
دو اشک رو تو خوف سے پروردگار کے

پہونچا دیا سپہر پہ بے مغز کا دماغ
موجوں نے سر حباب کے سر سے اوتار کے

کشتی زمین باغ کی اکدن کرینگے غرق
موج بلند ہو کے نسیم بہار کے

پلٹے نہ قلب مدعیان ولا کے صاف
صورت نما یہ آئینے نکلے غبار کے

ہر وقت یوں ہے نفس شقی آدمی کی تاک
صیاد جسطرح ہو کمین میں شکار کے

مژگاں بنے ہیں چشم دل زار کے لئے
ناوک درون سینہ غم انتظار کے

اوٹھینگے سجدہ کرکے ہم تیغ تیز میں
ہم معتکف ہیں کعبہ ابروی یار کے

اے چشم یار کہتی ہے دنبالہ کی زبان
پہنکا ہے تو نے سرمہ کو دلسے اوتار کے

شایاں نہیں ہے سر اک متواضع سے حسن ظن
خو گر کمان کے حلقے ہی ہیں انکسار کے

کج فہم اور علم سے کیا ہو گا منتفع
ہاں تازیانہ مانتے ہیں ہے نے سوار کے

یدو ہی اوٹھائیں معاصی کا بہیر توجہ
آئیں اگر فلک متحمل ہوں بار کے

ن سلوک عجز میں دشمن سے ہے ضرور
کرتے ہیں دفن خاک میں افعی کو مار کے

آئینہ زیر زنگ رہا اعتبار کیا
جوہر کہاں کھلے سخن آبدار کے

دامن میں کیوں لٹاؤں نہ اے چشم تر انہیں
پروردہ طفل اشک ہیں میرے کنار کے

یوں محو کر دیا ہے ایدور آسمان
دیں استخوان نشان زمین مزار کے

ہوں اوس سے خواستگار مدد کے میں چرخ
پہرتا ہے تو اتارہ پر جب شہ سوار کے

کامل شریک محفل عشرت ہوں خاک ہم
آتے ہیں دل کی لاش لحد میں اوتار کے

منقطع غیروں کی جانب سے اگر ہوجائیگی
شمع بزم معرفت تیری نظر ہوجائیگی

متہم اک دن خیانت سے نظر ہوجائیگی
آنکھ تیری آپ اپنی پردہ در ہوجائیگی

ہجر کی شب بیقراری میں بسر ہوجائیگی
چاک جیب صبر سے پیدا سحر ہوجائیگی

آنکھ تیری روشناس غم اگر ہوجائیگی
صیقل آئینۂ عرفان نظر ہوجائیگی

غم نہ کھا مر مر کے تہوڑی شب بسر ہوجائیگی
زندہ تو اے شمع ہنگام سحر ہوجائیگی

حالت مے جام میں نوع دگر ہوجائیگی
میکشوں کی دختر رز کو نظر ہوجائیگی

جب بلند و پست پر قائم نظر ہوجائیگی
موج بھی گرداب بنکر دیدہ ور ہوجائیگی

قیس کے مرنیکی لیلےٰ کو خبر ہوجائیگی
رخت ماتم جسم کو گرد سفر ہوجائیگی

نوک نشتر دل میں شاخ بارور ہوجائیگی
لذت غم مرہم زخم جگر ہوجائیگی

بعد تیرے انکے ہی بینا رہیگی چشم شوق
سنگ میں رگ کیطرح پنہاں نظر ہوجائیگی

یار کے دست حنائی کو اگر دیکھینگے غیر
ماہیٔ دریائے خون میری نظر ہوجائیگی

کیوں فقیروں سے بہت کھنچتا ہی تو اے مالدار
صبر سے کیا شاخ دولت بارور ہوجائیگی

دیکھ لیگا کوئی عاشق گر نگاہ گرم سے
موئے آتش دیدہ اوس بت کی کمر ہوجائیگی

گفتگو ان سے ہی شاید ٹہلتے ہیں حضور
طول دینے سے حکایت مختصر ہوجائیگی

اشک کیا اوس وقت برسائینگی آنکھیں اے نخل آہ
خشک بے آبی سے جب کشت اثر ہوجائیگی

نیند جب آنکھوں میں آئیگی تو ساقی خشتِ خم
بالش سنجاب ہمکو زیر سر ہو جائیگی

دشت میں آیا اگر وہ شعلہ رو بہر شکار
جست دخترِ آہو کی پرواز شرر ہو جائیگی

لب پہ جب سینے سے ہو کھینچیگی تو وہ دیگی جواب
آہ میری نالہ زنجیر در ہو جائیگی

بخت خفتہ نے اگر میرے دکھایا کچھ اثر
بند خط کے ساتھ چشم نامہ بر ہو جائیگی

ذبح جبتک ہمکو خنجر سے کرے وہ جنگجو
آرزو اسوقت تک زخم جگر ہو جائیگی

آنکھ میں سرمہ کا دینا بار بار اچھا نہیں
دیکھیے مژگاں کی صف زیر و زبر ہو جائیگی

طعن حاسد سے بڑھیگی جودتِ ذہن رسا
تیر کھاکر فکر میری تیز پر ہو جائیگی

دن پھرینگے جب ہمارے لے شب یلدا سحر
تیرہ بختی خالِ رخسار قمر ہو جائیگی

آنکھ سے میری اگر رستے میں ٹپکے اشک گرم
کشتہ للاس خاک رہگذر ہو جائیگی

ہاتھ اوٹھاؤ ظلم سے دیکھو بہت پچھتاؤگے
بردعا جبرن کیکی کارگر ہو جائیگی

جنس عصیاں بیکے محشر میں ہوا جب میں طلب
خوار میری وجہ سے نوع بشر ہو جائیگی

مانگ کنگھی کرکے چوٹی میں نکالی یار نے
راہ اس کوچہ کی اتنو بے خطر ہو جائیگی

شرم عصیاں کی تجھے توبہ سے کردیگی غنی
جلد جب رخسار کی ہمرنگ زر ہو جائیگی

ساتھ تیرا کچھ دنوں یونہی رہا گر اے حباب
موج بھی تیری طرح شوریدہ سر ہو جائیگی

سنتے سنتے رات دن فریاد مرغان چمن
ایک دن تو اے ہوا ے باغ کر ہو جائیگی

غم کریگا بند سے بند ایک دن تیرا جدا
بے حلاوت زیست مثل نیشکر ہو جائیگی

غم سے بیقدری کے اوگلے گا کلیجہ کا لہو
غرقۂ خوں کشتی اہل نظر ہو جائیگی

رخنہ مژگان سے جو نکلی ہے دل میں جوئے خون
قلزم مواج تا ساں دگر ہو جائیگی

ابر کے آغوش میں بھی پھر نہ ہوگی جا کے سیر
قطع جو امید رہ مانند شجر ہو جائیگی

روشنی تیری دکھائیگی تجھے مرجع کا نور
بجھتے بجھتے جب ضمیر مستتر ہو جائیگی

رفع بدنامی اگر ترک فغاں سے میں کروں
داستان ضبط میری مشتہر ہو جائیگی

کیوں رہ پیر مغاں کا غیر سے پوچھوں نشاں
موج ہی خورشید کے آگے راہبر ہو جائیگی

یہہ سمجھ رہے بزم میں اے شمع آتی ہے اگر
جلتے جلتے شام سے تجھکو سحر ہو جائیگی

بند ہوتے ہی لحد جلنے لگین گے دل کے داغ
شام کے ہوتے ہی اس گھر مین سحر ہو جائیگی

سوئے پیری کھینچ کر لیجائیگا تجھکو شباب
تیرگی سے شام کی پیدا سحر ہو جائیگی

ہم سیہ بختو نکو شام وصل کی ہو کیا خوشی
وہ برآمد گھر سے جب ہونگے سحر ہو جائیگی

وصل کی شب مین وہ کب چونکے ہین خواب ناز سے
نیند جاتے جاتے آنکھون سے سحر ہو جائیگی

مشورہ پاس ادب کا ہے کہ سونے دون انھین
دل یہ کہتا ہے کہ اے ظالم سحر ہو جائیگی

پھر گلہ کر لیجئے گا رات ہوتی ہے تمام
دیکھئے شکوے شکایت مین سحر ہو جائیگی

شام سے ہے وصل کی شب مین فلک پر روشنی
آج پیش از وقت کیا طالع سحر ہو جائیگی

آب ودانہ ساتھ لایا ہون گہر کی طرح مین
زندگی میری فراغت سے بسر ہو جائیگی

کھانے ٹکڑے نان جو کے سو رہیگا خاک پر
رات آسائش سے قانع کی بسر ہو جائیگی

غنچہ گل کو مبارک ہو قبا اے باغبان
خار کی عریانی تن مین بسر ہو جائیگی

آب دریا کیطرح خوگر قناعت کا ہون مین
زندگانی ایک چادر مین بسر ہو جائیگی

صبح کو تا منزل خورشید اگر پہونچی تو کیا
رات تو شبنم کو رونے مین بسر ہو جائیگی

کامیابی کیلئے اسباب کا طالب نہو
شاخ خود سرسبز ہنگام ثمر ہو جائیگی

کچھ دنون کسب حرارت آفتاب غم سے کر
فکر تیری پختہ مانند ثمر ہو جائیگی

بزم مین عریان نہ بیٹھیگا کبھی صاحب کمال
شاخ بے برگی سے پہلے بے ثمر ہو جائیگی

طبع کو باغ جہان مین کر ادب آموز فیض
بخل کی عادت سے نخل بے ثمر ہو جائیگی

سر بلندی یاد رکھ موقوف استغنا پہ ہے
شاخ اونچی ہوگی جسدن بے ثمر ہو جائیگی

پست فطرت اسقدر سمجھے نتھے ہم اے نسیم
باغ باغ ان چار پھولون مین سپر ہو جائیگی

معرکہ مین حفظ جان کی فکر ہے کار زنان
مرد کے رخسار کی گھونگھٹ سپر ہو جائیگی

اے مژہ تیغ بلا کا غم ادھر سے کیا بعد مرگ
بند ہو کر مردمک کی تو سپر ہو جائیگی

مردمک چشم بتان کی جان لیگی ایکدن
تیغ پہ سے خون مین لے دل پہ سپر ہو جائیگی

تیغ زہرآلود کا پانی تجھے دیگا فروغ
سبز اسی سیلاب سے تو اے سپر ہو جائیگی

رفتہ رفتہ طبع مین ظالم کی پیدا ہوگا رحم
بار رخنہ تیغ ماہ نو سپر ہو جائیگی

ہنسکے وہ مٹی اگر دینگے مجھے ہنگام دفن
خاک میری گرد رخسار گہر ہوجائیگی

ابر کیوں کرتا جدا پہلو سے اپنے اے صدف
کیا خبر تھی بوند پانی کی گہر ہوجائیگی

بار توقیر ہاتھ آجائینسے بڑہ جائیگا نخل
بند مٹھی تیری مانند گہر ہوجائیگی

رشتہ کے مانند اگر باریک بین ہو تیری آنکھ
راہ پیدا مثل سوراخ گہر ہوجائیگی

آبلوں کو دل کے طے کرتی اگر آئیگی آہ
آتے آتے تا بہ لب سلک گہر ہوجائیگی

گفتگوے وصل سے کیوں آپ ہوتے ہین خجل
کون بیٹھا ہے یہاں کسکو خبر ہوجائیگی

فصل گل جب باغ مین آئیگی اے باد صبا
ہم اسیران قفس کو بھی خبر ہوجائیگی

مرگ کو میرے معاند دینگے شہرت قبل مرگ
مبتدا پر کیا مقدم یہ خبر ہوجائیگی

نزع مین محو جمال دوست ہوگی اس طرح
آنکھ کی پتلی مژہ سے بے خبر ہوجائیگی

میرے مرنیکی حکایت سچ نہ سمجھے وہ اگر
دل کی گہبراہٹ سے تصدیق خبر ہوجائیگی

کیوں کرین اے دوست پیش از وقت ہم فکر رفیق
گہر سے جب نکلے تو غیرت ہم سفر ہوجائیگی

سعی کر حسن عمل مین کیا تجھے پیر دہیان ہے
طے عدم کی راہ بے زاد سفر ہوجائیگی

بعد رحلت بھی ہمارا ساتھ دیگی آرزو
دامن دل کیلیے گرد سفر ہوجائیگی

جان شیرین سے نہ خلطہ لے تن خاکی ٹہر جا
منحرف تجھ سے یہ ہنگام سفر ہوجائیگی

کاروان عمر اے پیری گیا منزل پہ کب
صبح جب گہر مین ہین دوپہر سفر ہوجائیگی

اسیلے چرخ کی گردش ہے چشم یار مین
لیکے سرمہ ایک دن تو اے نظر ہوجائیگی

چہوڑ عادت موشگافی کی دگرنہ ایک دن
مردمک کا زخم خود تیری نظر ہوجائیگی

پلکوں گنڈہ نہ سرمہ کا بنہا دے آنکھ کو
نرگس بیمار کی دیکھو نظر ہوجائیگی

آئینہ پندار یکتائی مین وہ دیکھیں اگر
عکس کی جانب سے رد گرداں نظر ہوجائیگی

پاک بین ہوتین غیر محرم سے اگر آنکھین ہوتین چار
سالون پردہ مین پوشیدہ نظر ہوجائیگی

تیر مژگان ہونگے آنکھوں مین نشانوں کے حقیر
بال بہرے بن اگر ترچھی نظر ہوجائیگی

آنکھ کو باریک بین سمجھونگا اوسدن اے مسیح
نبض ہو ناتوان جبدن نظر ہوجائیگی

دیر کیا لگتی ہے چتون کو بدلتے ہوئے
چار دن مین آپ کی ترچھی نظر ہوجائیگی

دردا دہمکر دلمین کرے گا جگر کو بیقرار
میرے مرینکی ادنہین کامل خبر ہو جائیگی

ندان بلا طلقہ یاران وطن ہے
احباب کی مجلس ہے کہ افعی کا دہن ہے

دس شوخ کا دیدار نہین سیر چمن ہے
قد غیرت شمشاد ہے رخ رشک سمن ہے

ربت کا قلق سلسلہ جنبان محن ہے
قید وطن آزادی مرغان چمن ہے

پھہ اور ہی عالم ہے گلستان کا خزان مین
وہ نالۂ بلبل ہے نہ وہ رنگ چمن ہے

ہم رنگ عقیق اشک جو دامن سے ہین آتے
کیا آنکھ کے پردے مین نہان کان یمن ہے

غم جبکہ سزاوار ہے جب وہ نہین مغموم
کیون چاک گریبان مرے ماتم مین کفن ہے

راحت ہی نہین ایک گدا ہو کہ شہنشاہ
دنیا ہی عجب خانۂ اندوہ و محن ہے

ہم سر بھی پٹک مارین تو ہوتا نہین گویا
کیا غنچۂ تصویر حسینون کا دہن ہے

اٹھا ہے دہوان کس دل سوزان سے آہ کی
ایک اور نیا چرخ تہ چرخ کہن ہے

غلطانی گوہر سے ہوا ہمکو یہہ ثابت
بیتاب دل اسکا پئے دریائے عدن ہے

اے آب رواں کوئی بہی تو تجہ مین نہاں ہا
یہہ موج نہین ہے کسی گیسو کی شکن ہے

مایوس ہی دل زیست کیجانب سے کچہہ ایسا
مین جامۂ ہستی کو سمجھتا ہون کفن ہے

اموات کو آرائش مدفن سے غرض کیا
دیوار و نپہ اس گھر کے سفیدی کفن ہے

ہستی کیطرف سیر کو آنکلے تہے اے مرگ
دراصل ہمارا عدم آباد وطن ہے

یا رو نہین پڑا رہنے دے اے گردش گیتی
اکسیر مجھے خاک گلستان وطن ہے

کیون تربیت جسم مین معروف ہو نادان
لقمۂ دہن گور کا انسان کا بدن ہے

دل شوق ملاقات مین اس رشک چمن کے
نرگس کیطرح چشم تمنا ہمہ تن ہے

انکار کرے وصل کا عشاق سے کیونکر
شیرینی لب اسکے لئے قفل دہن ہے

مین آپ ہی جب معترف جہل ہون کامل
کیون میری طرف کاملون کا روئے سخن ہے

اشتیاق وصل ہو دلمین تو کیونکر تن سے جان نکلے
عمارت منہدم ہو جب تو سنگ آستان نکلے

اسی مین مصلحت ہے مقفل لب سے فغان نکلے
پئے گلگشت گھر سے تو اگر لے جان جان نکلے
شب فرقت مین پیش از صبح دل نکلے زبان نکلے
بتون سے کہہ تیغ ابرو دل سے میرے خون چکان نکلے
اگر بہر خرام ناز وہ سرو روان نکلے
نکالا بزم سے تمنے تو اے سرو روان نکلے
غم الفت نہ ہو تجھکو تو کیا رہے فغان نکلے
رہی آسودہ خاطر ہو کہ اپنا کام جان نکلے
کیا اندازہ رفعت جو ہم نے کوے جانان کا
توقف کر چہری طاق پیہ پردہ سے اٹھانے مین
ہم ایسا انسوؤن کو لے تھے ہرگز نہ سمجھے تھے
تامل ہے جو دیکھا گھر بنا کر رہنے والون کو
ہماری زندگانی تجھ سے اے شاخ نشیمن ہے
الٰہی موسم گل شوکت شاہانہ سے آئے
خبر کسنے ہماری آکے لی صیاد کے گھر مین
سبب نہ دکیون کرسے تجھکو بجا کر گردش گیتی
سحاب اسان برسین پی کے پانی چشمہ خون کا
نہ بڑھتے رد ہوئے آئینہ اپنے عکس گیسو کو
برابر ہین بہار باغ کے موسم مین بلبل کو
یہ رتبہ دست حریم یار کو یارب کہ رفعت مین
تفاخر کیون کرین اے سوز غم وہ بات ہی کیا تھی
گداز اے سوز غم ایسا دل جانان مین پیدا کر
تعجب ہے نہ تھا ایک دن تو سب روزی کو

نہ نکلے یہ تو میرے سر پہ منھ سے دہوان نکلے
درِ گلشن سے لینے تجھکو سرو بوستان نکلے
در منزل سے دیکھون قبل کسکا کاروان نکلے
شفق آلودہ چرخ دلبری پر کہکشان نکلے
دہان شور محشر سے صداے الامان نکلے
صداے نغمہ تیغ جفنگ نہ چھیڑا ہم کہان نکلے
جلے سینے مین دل تیرا تو آہو کے دہوان نکلے
ہمین تکلیف گل سے بار کی یا پاسبان نکلے
کہیں اسکی زمین سے لپٹ ساتون آسمان نکلے
ابھی ارمان میرے دل سے اے قاتل کہان نکلے
خدا کی شان یہ قطرے تو بحر بیکران نکلے
سرِ رہ دہر مین دو چار دن کے میہمان نکلے
اسیر نام ہو گئے جب نہ اٹھا کر آشیان نکلے
چمن کی سہ زمین سے زندہ رو ہو کر خزان نکلے
ہمیں کیا کام گلشن مین رہو یا باغبان نکلے
مثال شمع کیون منہ سے ترے باہر زبان نکلے
زمین باغ سے نرگس برنگ ارغوان نکلے
پرائے گھر مین کیون بے اذن جاکر کشان نکلے
بدن سے جان نکلے یا چمن سے آشیان نکلے
زمین کا اوسکی اندازہ کرین تو آسمان نکلے
اگر نالے ہمارے ساتھ کے ہم عنان نکلے
عرق سے ماتھے پیشانی پہ مغز استخوان نکلے
تلاش رزق مین تا شہر رونے ہو نا توان نکلے

کسی صورت نہو تی زندگی اے باغباں میری — غنیمت ہے کہ طائر بوستاں کے ہم زباں نکلے
بہار آئی کہیں بیڑی کٹے پائے تمنا کی — قدم گھر سے پئے طوفِ خراباتِ مغاں نکلے
قدم گلزارِ جنت میں ہمیں رکھنے نہیں دیتا — الٰہی مثلِ آدم اوس گلی سے پاسباں نکلے
چلو تو مصر میں ہم جان بیچینگے تمہیں لینگے — متاعِ حسن کا جو نرخ اسمیں جاں جاں نکلے
غبار اُڑھ کر خبر دے کارواں کی بیری کیا طاقت — دہانِ زنگ کو سی دوں اگر بے فغاں نکلے
امید خیر کیا اے موج دریا گہر کی دولت سے — عطش سے جا بجا بیرونِ دہن تیری زباں نکلے
کہیں کرتے ہیں آہیں پختہ کاران محبت بہی — کبابِ خام تو دل کو سمجھ جبتک دہواں نکلے
الٰہی کونسا صحرا ہمارے دل کا صحرا ہے — خوشی کے قافلے گذرے نہ غم کے کارواں نکلے
نہ آئے لختِ دل دامن کی جانب قبل اشکوں کے — وہ لٹ جاتا ہے جو منزل سے پیش از کارواں نکلے
بقصدِ امتحانِ عشقِ صادق فصد گر کھولیں — رگِ گل سے عنادل کا لہو اے باغباں نکلے
یہ سن لینا کہ موت آئی ہے صیاد کے گھر میں — چمن میں باغباں جب آتشِ گل سے دھواں نکلے
مسیحا آگیا وہ کیا لو وقت واپسیں آئے — نہ اونکے پاؤں پر سر ہو نہ میرے تن سے جاں نکلے

دیارِ دوست کو بھیجیں پیامِ شوق ہم کامل
ادھر کا جانیوالا بہی تو کوئی کارواں نکلے

سرگرم سیر آج ہیں وہ کسکی چاہ سے — پیدا ہے نبضِ شوق کی سرعت نگاہ سے
خلقت ہے دلکی الفتِ چشمِ سیاہ سے — آنکھیں کہلی ہیں روزنِ تیرِ نگاہ سے
ساز کرشمہ چھیڑ کے چشمِ سیاہ سے — وہ صوتِ نغمہ سنتے ہیں تارِ نگاہ سے
دامن کشاں چلے نہ تبختر کی راہ سے — ظلمت زنار نکلی ردا دوشِ ماہ سے
آنکھیں ہیں شرمسار نظر کے گناہ سے — کاغذ خجل ہے کلک کے رُخِ سیاہ سے
اشکِ طرب بہائے ہیں چشمِ سیاہ سے — خوں عاشقوں کا دہوتے ہیں دستِ نگاہ سے
یوسف گرے نہیں ہیں فلک کی نگاہ سے — اقبال انکو آکے نکالیگا چاہ سے
نکلے ہیں خود چراغ لئے اشتیاق ہیں — آیا ہے کون وادیِ ایمن کی راہ سے
دوڑی ہے تار زلف کے جا و پر زلفِ یار — پڑھنے دیا نہ تو نے اکہ مد آہ سے

آرام چاہتا ہے تو صحرا میں آ کے بیٹھ
دیبا خجل ہے نرمیٔ فرشِ گیاہ سے

راحت زیادہ جسم کی ہے روح کو مفر
پہلو کو اپنے خشک نہ کر خوابگاہ سے

دیر و حرم کے پھیر میں کی زندگی بسر
تو سوئے دوست کیوں نہ گیا دل کی راہ سے

عصمت کے مدعی کو ہے شاہد کی احتیاج
ثابت ہوئی برائت یوسف گواہ سے

کشتی ہماری لیکے بٹھا دی زمین پر
کیا نابلد ہے موج بھی دریا کی راہ سے

پڑا نہ اخگر کوئی مقام عجیب نہیں
نکلا ہے آشیانہ مرغِ نگاہ سے

کھینچیں تمام عمر اگر روز و شب حریص
پوری رسن کھنچنگی نہ دنیا کی چاہ سے

بیگانگی سے خلق میں پایا ہے یہ رواج
یوسف گریں تو کوئی نکالے نہ چاہ سے

گریاں مجھے فراق میں دیکھا جو برق نے
نکلی تڑپ کے خیمۂ ابرِ سیاہ سے

پیدا کیا ہے رخ کی محبت میں داغِ دل
لایا ہوں یہ چراغ شبستاں ماہ سے

آئی خزاں نصیبِ گلستاں کے سو گئے
سبزہ اٹھا کے فرش چلا خوابگاہ سے

اے موج رکھو نہ جادہ گرداب پر قدم
تو آشنا نہیں نہ دریا کی راہ سے

ملتا ہے گنجِ مال کا بے رنجِ کسب بھی
پانی کبھی اُبل کے نکلتا ہے چاہ سے

میں مٹھے نہ پاؤنگا بنکر غبار بھی
جو آئیگا وہ مجھکو اٹھائیگا راہ سے

بخشائش کریم کہاں اور میں کہاں
غرقِ عرق ہوں خجلت عفو گناہ سے

ثابت ہے پیش خیمہ سے آنسو کے نزع میں
سلطان روح آئیگا آنکھوں کی راہ سے

معدوم ہو کے رخ سے ہوئی ہے نظر جدا
یہ شمع بجھ کے نکلی ہے ایوان شاہ سے

کائل غزال کیوں نہ ہو شوخی میں چشم یار
سیکھے ہیں فن عشوہ گری کس نگاہ سے

کس کو بلاکشان محبت کا پاس ہے
خندان دہانِ زخم جگر دل کے پاس ہے

صبح شب وصال کا دل کو ہراس ہے
امید میری چاک گریباں یاس ہے

پردہ کا اپنے دختر رز کو یہ پاس ہے
سینے کے گھر میں بیٹھ کے آتش لباس ہے

عریاں سمجھو نہ ہمکو اگر رو شناس ہے
رنگ پریدہ رخ کا ہمارا لباس ہے

کسکو کہون امید کسے اوس سے یاس ہے
ہر شے سے دور دور ہر اک شی کے پاس ہے

پھر کیا برا ہے کون مقام ہراس ہے
دل مجھسے دور ہو کے حسینون کے پاس ہے

رونا وہی ہے جو ہے گرسنہ نشاط کا
پیتا ہے آب اشک جسے غم کی پیاس ہے

کرتے ہین قدر اہل بصیرت کی دیدہ ور
اہل صفا کا آئینہ جوہر شناس ہے

تو پست جانتا ہے جسے اوسکی قدر دیکھ
بنیاد قصر چرخ زمین کی اساس ہے

آوارگان دشت کو ڈھونڈینگے ڈھونڈ کیا
غم ہے متاع گرد بیابان لباس ہے

راضی ہون دور چرخ سے مین ہر لباس مین
یکسان مجھے قبائے حریر و پلاس ہے

غربت مین کوئی آبلہ پا مر گیا ہے کیا
چپ چپ ہین خار دشت کی صحرا اداس ہے

گذریگی جسم زار پہ میرے کفن مین کیا
سوزن سے جو سیا نہ گیا وہ لباس ہے

اوٹھون زمین سے کیا مین بہار کے نشہ مین شوق کے
دامان بیخودی پہ غبار حواس ہے

دیتا نہین جو دور فلک کام دل نہین
کیا شوق دید یار کا زخمی کی پیاس ہے

صدمہ صفائے قلب سے پہونچے تو غم نہ کہا
تو یہ سمجھ کہ دل نہین آئینہ پاس ہے

تنہا تجھی سے ہم نہین فرقت مین ناامید
اے زیست اپنی مرگ سے بہی ہمکو یاس ہے

افلاک زیر بال ہین مرغ امید کے
اس پر کہ زخم خوردہ پیکان یاس ہے

ہم اذن بار دے نہین سکتے امید کو
مالک ہمارے غمکدہ دل کی یاس ہے

ہوگا نہ سایہ حشر مین جز آفتاب حشر
داغ جگر کا ایک وہی روشناس ہے

تیغ ضعیف سے نہ تعلی کی الغو یا
انسان کا جہل زینہ بام قیاس ہے

دانستہ نبرد کرتی ہین مقصد سے اختیار
کیا کشتیون کو باد مخالف کا پاس ہے

جائین صدا دوست کا ہے جنکو اشتیاق
اک نخل اب بہی وادی ایمن کے پاس ہے

کیون جائے کوئی حالت غم مین کسیکے گہر
آئینہ خوش ہے عکس جو میرا اداس ہے

اسکی جلن بہی دل کو ہو کاہل تو کیا کرون
اب ایک ہی تو داغ کلیجے کے پاس ہے

بیجا ہین شکایت کسب ہنر نہ تہی
سرسبز شاخ عشق تہی جب بار ور نہ تہی

راہ نشاط کوئی تھی از خطر نہ تھی
لذت شراب ناب کی بے درد سر نہ تھی

دل ہوش مین ہی یاد سے اپنی خبر نہ تھی
کیون کر صدائے زخمۂ غم کارگر نہ تھی

مردم کا عیش تلخ کرے وہ نظر نہ تھی
رویا ہی مین تو آنسوؤن سے آنکھ تر نہ تھی

یون عاشقون کی تشنۂ خون جگر نہ تھی
آگے تو ایسی قہر تمہاری نظر نہ تھی

منزل کے منہ سی ہوتے خجل کیون پیادہ رو
کیا پردہ پوش قافلہ گرد سفر نہ تھی

ہوتے جہان مین رحلت اسلاف سے بلند
دود چراغ کشتہ ہماری نظر نہ تھی

جو کچھ کیا زمین چمن نے کیا ہے جبر
محکوم ابر و باد کی طبع شجر نہ تھی

آکر شب وصال مین دل سرد کر دیا
چادر تھی موج آب کی باد سحر نہ تھی

عشرت مین بھی عزیز رہا صاحب کمال
چادر کلف کی پردۂ روے قمر نہ تھی

غیرون کے منہ سی خلق مین ہوتی بلند نام
میری نگاہ رشتۂ سنگ گہر نہ تھی

کرتی علاج درد طبیعت قبول کیا
دست دعا مین جنبش نبض اثر نہ تھی

بیگانہ عقل و ہوش سے ہوگئے لگا کے دل
ہمکو اس اپنی بے خبری کی خبر نہ تھی

کیون کر غبار دیر نہ ملتے جبین پہ ہم
آلودگی خاک حرم معتبر نہ تھی

کھایا تھا ہمنے سینے پہ تیر نگاہ دوست
جسوقت زہ کمان قضا و قدر نہ تھی

رشتہ خط شعاع کا لیتے قمر سے کیا
محتاج جیب صبح پئے بخیہ گر نہ تھی

پہونچا یہ فیض سبزہ کو ہونے سے غیر جنس
شبنم سے موج آب مرصع کمر نہ تھی

میراث مین سفیہ کو دیتا زمانہ کیا
تشریف علم و فضل کی پالان خر نہ تھی

بن بہتی کیون نہ گرمی خورشید حشر کی
اشکون سے آستین قبا میری تر نہ تھی

کیون دل گرفتہ تھے [illegible] بعد مرگ
دنیا [illegible] تنگ تر نہ تھی

داغون کا عذر سنکے ہے آتی ہنسی مجھے
دل جلنے کا کسے ہو گیا اونکو خبر نہ تھی

کیون اوڑ گئی نہ لیکے نشیمن کسطرف
بلبل خزان کی فصل مین بے بال و پر نہ تھی

بھاگا وہ معرکہ سے تو اوسکا قصور کیا
[illegible] کے حواس کی حافظ سپر نہ تھی

کیون کر نشاط مین مہ کنعان نے صبح کی
معلوم کیا سفیدی چشم پدر نہ تھی

بدنام باغبان نے کیا بے سبب اُسے
بلبل شمیم گل کی طرح در بدر نہ تھی

مغرور کرتے تیرے دبانے کا قصد کیا
یہ خاک سرکشون کیلئے رہگذر نہ تھی

کرتی جہان میں راز اسیری صدا کے فاش
زنجیر میری حلقہ زنجیر در نہ تھی

نرگس کچھ اور ہو گئی سنبل کے قرب سے
آگے تو اسطرح کی پریشان نظر نہ تھی

پژمردہ رنج بے اثری سے ہوا جو تو
اے نخل آہ بے ثمری کیا ثمر نہ تھی

نکلا ہے خون ملکے جو عارض پہ آفتاب
کیا میرے غم میں چاک گریبان سحر نہ تھی

نرگس کی آنکھ باغ مین اچھی تھی یا بری
کاہل کسیکے عیب کی تو پردہ در نہ تھی

سخن ہے عقدہ لاحل سری زبان کے لئے
کلید ناطقہ کی قفل ہے دہان کے لئے

بغل کشادہ ہے کیون ایسے میہمان کے لئے
کہ قرب تیر کا اچھا نہین کمان کے لئے

چلو جو رات کو تم سیر بوستان کے لئے
چراغ ذرہ نہین بام آسمان کے لئے

نظر حقوق تعارف پہ نہیں جو ناوک کو
ہدف پہ جا کے توقف کیا کمان کے لئے

رہا میں غم مین ہون وہ عندلیب سوختہ جان
کہ برق چھپتی ہے خس میرے آشیان کے لئے

ہم اپنے قلب کا رخ تیر کو بتا دینگے
کمان زہ تو کرین آپ نشان کے لئے

ہوائے دل کا گذر کوئے یار سے ہو اگر
بہار غازہ بنے چہرۂ خزان کے لئے

ضعیف ہو کے نہ کر راستی قد کی ہوس
کہ عیب راستی خم شستہ ہے جوان کے لئے

ہمارے نعش کے حال سوئے جاتے ہین
صدائے زنگ ہو افسانہ کاروان کے لئے

نہ رکھ امید تمتع کمال سے اپنے
حنا کا رنگ نہین دست باغبان کے لئے

مبارک اہل دول کو ہو شامیانہ زر د
سپہر بس ہے فقیرون کو سائبان کے لئے

سرائے قبر ہی کوئی نگار خوشرو ہے
کہ جسکو دیکھئے مرتا ہے اس مکان کے لئے

گناہ میکدہ و جرم دیر و مجلس نرد
قصاص قبر نے مجھسے کہا کہان کے لئے

ہمارے داغ جگر سے جو ملکے نکلی آہ
ہوائے رنگ لیا صحن بوستان کے لئے

شب فراق سحر کسطرح ہو نالون مین
کہان سے لائے کلیجہ کوئی فغان کے لئے

کبھی چلیں تو مزار گذشتگان کیطرف
وہان گئے نہین آئے تھے ہم جہان کے لئے

نہ غم شباب کا مین نے کیا نہ پیری کا
بہار کے لئے رویا نہ مین خزان کے لئے

کرے حجاب اگر تیر سے تو آسان ہے
کہ ایک چھوڑ کے دو گوشے ہین کمان کے لئے

وہ سوز دے تن لاغر کو ہجر مین یارب
کہ پنبہ شمع بنے مغز استخوان کے لئے

خدا نے ہند کو میری زبان دی کا تی
وگرنہ تیغ تھی یہ اہل اصفہان کے لئے

قید ہم بادہ گلگون کیطرح گھر مین رہے
بیڑیان موج کی پہنے ہوئے ساغر مین رہے

آدمی دیر مین یا خانہ داور مین رہے
شاہد منزل وحدت کی ہوا گھر مین رہے

بادہ علم نہ جب بحث کے ساغر مین رہے
نشہ کبر جہالت ہے کہ پھر سر مین رہے

بس ہے انسان کے سود ہنیکو اک کہنہ حصیر
کیون خردمند غم بالش و بستر مین رہے

نہوئے قید سے آزاد کبھی اہل کمال
نامور ہو کے بھی مانند نگین گھر مین رہے

آبرو داروں کو امید رہے چرخ سے کیا
رخنۂ تا دک غم جب دل گوہر مین رہے

گرم کر خون تن زار کو اے جوش جنون
خوار کبتک رگ جان دیدہ نشتر مین رہے

ہوگا زائل نہ فرومایگئ اصل کا عیب
رشتہ گوہر کے رگ جان دل گوہر مین رہے

تشنہ کامان شہادت ہون الہی سیراب
بوند پانی کا نہ اُس شوخ کے خنجر مین رہے

چارہ کار نتہا غیر ندامت کوئی
سرنگون شرم سے ہم عرصۂ محشر مین رہے

خلد مین آکے ملے آپ غنیمت ہے حضور
ہم بہت آپکے جویا صف محشر مین رہے

کسکو قدرت تھی کہ دیتا نہمین تکلیف حساب
مست ہم بادہ توحید سے محشر مین رہے

باکمالون کو زمانہ نے ابھرنے نہ دیا
صورت آئینہ ڈوبے ہوئے جوہر مین رہے

چشم جانان سے بجا ہے دل وحشی کو گریز
لُبد دا جب ہے کہ شاہین و کبوتر مین رہے

نہیں وہ دل سرد کہ گرمی سے پسیجے نہ بدن
پیرہن شعلہ سرکش کا اگر بر مین رہے

نازک اندامون کو ارذال کی صحبت ہو پسند
خار سے واسطہ پہلوئے گل تر مین رہے

دون ہوا گر نفس سرد سے مین سوختہ جان
عود کی خاک سلگتی ہوئی مجمر مین رہے

خاک پیدا ہو دلوں میں اثرِ وعظ فقیہ
خود اگر نعل در آتش طلب زر میں رہے

باغِ عالم کی ہوا ہم سے موافق نہ ہوئی
داغ تک نکلے دلِ لالۂ احمر میں رہے

ہو چکی صبح الٰہی شبِ فرقت کی نمود
جان گھٹ گھٹ کے کہاں تک تنِ لاغر میں رہے

شوقِ دیدار ہیں کیوں جائے ابھی آنکھوں سے دور
کچھ دنوں جان نگہ کے تنِ لاغر میں رہے

خودپسندی ادب آموز نہ ہونے دیگی
لاکھ تو صحبتِ یارانِ سخنور میں رہے

ابنِ آدم کو ہے اس عہد میں راحت ملتی
لم تہ دڈبا ہوا جب خون پیر لور میں رہے

طائرِ فکر کو پرواز کی وسعت نہ ملی
دم بخود ہم قفسِ گنبدِ اخضر میں رہے

میرے مادہ کے کبھی دیج میں رکھے جو قدم
خضر سا پیر کہیں سال بھی چکر میں رہے

چپ ہوئے رو کے تو گلفشیں شرر افشاں آہیں
ہم کبھی ابر کبھی برق کے پیکر میں رہے

کملؔ کو اپنی بشر ملک نہ سمجھے کامل
نخل ہمسایہ کے سایہ کی طرح گھر میں رہے

دندان صاف یار کا دل کی نظر میں ہے
کشتی ہماری لجۂ آب گہر میں ہے

یہ اضطراب قلب کو شوق سفر میں ہے
گردش مثال چشم مجھے اپنے گھر میں ہے

گردش ہماری خاک کو یوں بحر و بر میں ہے
ریگ رواں کا قافلہ گویا سفر میں ہے

اعلیٰ ہمیشہ پست سے بیم ضرر میں ہے
دھبا زمیں کے عکس کا جرم قمر میں ہے

دوزخ کی آگ آنسوؤں سے چشم تر میں ہے
پتلی نہیں ہے مردم آبی سفر میں ہے

آغاز فقر و فاقہ سے کسب ہنر میں ہے
ان تلخیوں کے بعد حلاوت ثمر میں ہے

نازک مزاج قید ہے جب تک کہ گھر میں ہے
راحت شمیم غنچہ کی رنج سفر میں ہے

گو ایک قطرہ آب کا دست گہر میں ہے
لیکن عزیز جوہریوں کی نظر میں ہے

کب سے چراغ داغ ہی سینہ میں گل ہوا
گرمی ہنوز شعلہ کی دردِ جگر میں ہے

اہل کمال کیوں نہ ہوں افتادگی پسند
یہ پختگی کی ایک علامت ثمر میں ہے

کیا شان کردگار ہے سارا جہان حسن
آویختہ حسینوں کی موئے کمر میں ہے

کس شعلہ رو کے دیدہ کا وادی کیا ہے طے
آتش کدہ ہر آبلۂ پا نظر میں ہے

پیری کو روزِ صبحِ سفر جانتا ہوں میں
جادہ رہِ عدم کا ہے جو بال سر میں ہے

کنجِ قفس میں جلتے ہیں بلبل کے استخوان
شعلہ ہے یا کہ حسرتِ پرواز پر میں ہے

دلکش نہ کیوں ہو خال سیہ روئے یار کا
دودِ چراغِ لالہ کا رنگ اس شرر میں ہے

ہم کو دعا سے یاوری کی امید کیا
وہ ایک تخمِ سوختہ خاکِ اثر میں ہے

ہے موج ہی حباب کی مانندِ بے ثبات
منزل پہ وہ نہ پہونچیگی یہ رہ گزر میں ہے

جلنے میں عیب کیا صفتِ روغنِ چراغ
خوش ہوں کہ نفع غیر کا میرے ضرر میں ہے

جوشِ غضب میں بھول نہ جا سیرتِ کرم
آتش کے ساتھ آب بھی خاکِ بشر میں ہے

کھینچی ہے کسنے صبح کو سینے سے آہ گرم
شعلہ کا التہاب نسیمِ سحر میں ہے

بیٹھے ہیں وہ کسی کے تاسف میں لب گزان
آتش نہفتہ لعل کی رنگِ گہر میں ہے

ملتا ہے لعلِ لب سے تبسم کے جواب تلخ
حنظل ہمارے واسطے تنگِ شکر میں ہے

مجبور اختیارِ ضرر میں ہوں اے ندیم
امید اس کی ہو تو راہ خطر میں ہے

اٹھتی نہیں ہیں چشمِ ضعیف آپ کی قرار
رعشہ کا مریض کے دستِ نظر میں ہے

دیتا نہیں طلوع کی آواز مرغِ صبح
سرمہ سوادِ شب کا گلوئے سحر میں ہے

آنکھوں کو بند کر تو دکھائی دے رُخِ دوست
پوشیدہ آفتاب غبارِ نظر میں ہے

یہ بھی ہوا ہے ناخنِ غم سے کبھی نگار
باقی نشان خراش کا روئے قمر میں ہے

یوسف عزیز ہو گے کہیں جا کے تم ضرور
کیا روشنی سپیدۂ صبحِ سفر میں ہے

دردِ سخن رہیگا نہ پنہاں میانِ بزم
کہدیگی آنکھ سرمہ کی قوت نظر میں ہے

کامل بجھیگی آبِ نمک پیکے پیاس کیا
بھڑکی ہوئی اک آگ سی قلب و جگر میں ہے

خبر کیا تھی [illegible] ہم کو [illegible] سے نکلیں گے
ٹپکینگے سوزِ غم ایسا کہ شعلے دل سے نکلینگے

ہم اس عالم میں کیا اے ہمسفر منزل سے نکلینگے
پھوٹیں تو ہو کے چند قطرے دل سے نکلینگے

پریشان ہو کے ارمان عاشقوں کے دل سے نکلینگے
کبھی تا یہ مسافر لٹ کے اس منزل سے نکلینگے

ہمارے غم میں شعلے سانپوں کے دل سے نکلینگے
گریبان چاک ہمراہی در منزل سے نکلینگے

تبون کے داغ الفت کیون لگا دیتے غریبونکو — یہ درہم وہ نہین جو آسمان کے ہاتھ سے نکلینگے
فنا اے قیس تجھکو حسرت دیدار کر دیگی — نہ محمل سے نہ ارمان صاحب محمل سے نکلینگے
لہو وہ گرم ہے میرا کہ خنجر ہاتھ سے رکھکر — نہیون آگ کے شعلے کف قاتل سے نکلینگے
نہ دینا اس تصور کو جگہ اے دوست خاطر مین — کہ تیرے ناوک بیداد میرے دل سے نکلینگے
تصور مین اگر ہمراہ آئین چشم گریان کے — مشابہ مو کے مژگان سبزۂ ساحل سے نکلینگے
متاع آبرو بیچی ہے جب یہ ہاتھ آئے ہین — فنا کے بعد درہم کیسۂ سائل سے نکلینگے
زہے طالع وہ شوق وصل مین خود لٹے جاتے ہین — ہمارے دل کے ارمان آج انکے دل سے نکلینگے
یہی عالم اگر ہے یار کی رفتار کا اے دل — گریبان چاک مرد قیس کی منزل سے نکلینگے
نہ اٹھیگا نہ آتے شعلہ رو اسکی خبر کیا تھی — کہ برسون آتشین نالے دل بسمل سے نکلینگے
میسر پہلو نادیر ہوگی دید قاتل کی — مبارک ہو یہ آسانی کہ دم مشکل سے نکلینگے
نگاہ لطف سے محروم رکھیگا خوشی اسکی — دعا دیتے ہوئے ساقی کو ہم محفل سے نکلینگے
غم فرقت کھیگا پھر تو اے دل آفرین ہمکو — سبک پرواز ہر جب طائر بسمل سے نکلینگے
برہمن سے کہا ہے شیخ نے وہ کون دن ہوگا — یہ دونون ہی کبھی قید حق و باطل سے نکلینگے
نہ نکلے ایک تم باہر حجاب شرم کے صاحب — نکلنے اے بے چارہ کے اس محمل سے نکلینگے
ہمارے قلب کے ارمان پروانون کے ساتھی ہین — نہ ہوگی شمع حسرت جب تو یہ بھی دل سے نکلینگے
نہ تھا موے مژہ کے عشق مین ایسا گمان ہمکو — کہ سبزے کی جگہ نشتر زمین دل سے نکلینگے
ہم اپنے غم مین سمجھینگے زمین و آسمان روئے — اگر دو اشک چشم صاحبان دل سے نکلینگے

تبون کے مژگان سے ہی فنا [illegible]
[illegible]

قطعہ

نام کا تیرے وظیفہ تھا زبان کو صبح و شام — مرحبا اے درد الفت عشق ہے تیرا ہی نام
غمکدہ مین خاطر ناشاد کے تشریف رکھ — منزل دل کو شرف کر باعزاز تمام
عشق وہ سرکار ہے جسکی زلیخا ہے کنیز — عشق وہ بازار ہے جسمین ہے یوسف سا غلام
عشق ہے صبح ازل کا حکمران دولت — عشق ہے شام ابد کا [illegible] انتظام

عشق کے دریا کا اک قطرہ ہے نہر سلسبیل
عشق کے صحرا کا اک گوشہ ہے گلزار دوام
عشق ہے وہ نور ہے اضداد میں جسکا ظہور
عشق ہے وہ ربط جس سے ہے عناصر کا قوام
باغ میں ہے بوے گل اور دشت میں ہے نوک خار
سنگ کے دل میں شرر دریا میں ہے ماہی کا دام
سرنگون خلوت میں ہے اور انجمن میں سرفراز
مدرسے میں ہے کتاب اور معرکہ میں ہے حسام
شمع کے جامے میں کرتا ہے کبھی شعلہ کا ناز
پیرہن میں گل کے بنتا ہے کبھی عطر مشام
مثل بلبل کے کبھی کرتا ہے نالے درد خیز
گاہ پروانہ کی صورت جل کے ہوتا ہے تمام
پردہ محمل میں لیلی سے یہی مقصود ہے
خاک مجنون ہے اسی کا قدکے وادی میں نام
دفعتاً بالکل ہوا مسدود باب رسم و راہ
مدتوں اک کنج عزلت میں رہا بیل مقام
بعد مدت اب قدم رنجہ کیا پھر عشق نے
یعنی پھر مد نظر ہے اک حسین لالہ فام
نجم کی تشبیہ جسکے خال سے ہے نا درست
بدر کی تمثال ہے چہرے سے جسکے نا تمام
اے نسیم صبح کوئی مشورہ تو ہی بتا
سخت حیرت ہے کہاں بھیجون کسے بھیجوں پیام
نامہ و پیغام کا جانا تو ہے امر محال
ہان مگر تجھسا پیمبر ہو کوئی با احترام
خیر تو ہی ایک دن وقت سحر تکلیف کر
جس جگہ سوتا ہے وہ رشک قمر بالائے بام
صاحبان عشوہ ہونگے دست بستہ صف بصف
اور پاس حسن کا ہوگا نہایت اہتمام
ولا تعظیم سے ہونا نہیں لوس ادب
دست بستہ پھر یہ کہنا بعد تمہید سلام
اے فروغ ملک خوبی اے جہان آراے حسن
تاج و تخت نازکی رونق رہے تجھسے مدام
بندگان بارگاہ عشق ہیں تیرے بہت
لیکن اک رنجور ہے سب سے زیادہ تلخ کام
واقعی ایسا ہی کم ہوگا کوئی شوریدہ سر
عاشق صادق ہے پروانے کی صورت ناکلام
بیٹھ جاتا ہے کبھی صحرا میں مثل گردباد
مرغ بسمل کیطرح چلتا ہے گاہے چند گام
اپنے دل میں آپ تو انصاف کر لے ماہرو
عاشقون پر ہے جفا ہر ایک ملت میں حرام
رنج فرقت تا کجا امید وصلت تا کجے
کچھ نفس باقی ہیں وہ ہو جائینگے اکدن تمام
خیر اس قصے سے کیا مطلب ہیں لے رشک ماہ
کامل خستہ نے تمکو دیا ہے یہ پیام
جان کا ترمن لئے بیٹھا ہوں تیری راہ میں
مہربانی سے چمک اے برق تابان دوکلام

فقط

اخرم مین یعنی مفاعیلن کے جزو اول وتد مجموع کے متحرک اول کو علیحدہ کرکے باقی رکن کو مفعولن وزن مستعمل سے بدل لیا علی ما ہو المشہور یہ رکن اخرم ہے ورنہ درحقیقت رکن اول دودوم مین ہرگز مخبق ہوکر مفعولن بنگیا ہے بہرصورت اخرب واخرم کا اجتماع جائز و صحیح ہے باتفاق بمصرع اول ودوم وسوم مین حشو اول جو مفاعیلن تھا سالم اسکے حرف پنجم یعنی سبب خفیف اول کے حرف ساکن یائے تحتانی کو گرا کر مفاعلن بنا لیا یہی جائز ہے کیونکہ قبض کا زحاف ہر جگہ آتا ہے۔ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعہ مین حشو دوم مفاعیلن دراصل مکفوف ہے یعنی مفاعیل و آخری مفاعیلن کے سیم سے رکن مکفوف کو مخبق کیا وہ مفاعیلن بنگیا آخر کا رکن فاعیلن رہ گیا اس کو مجبوب کیا یعنی آخر کے دونون سبب خفیف گرا دیے فا باقی رہا اس کو رکن مانوس فع سے بدل لیا ہے تیسرے مصرعہ کا رکن دوم جو حشو اول ہے وہ درحقیقت مفاعلن مقبوض تھا اور اسی مصرعہ کا رکن اول مفاعیل مکفوف تھا ان دونون کو مخبق کیا فاعلن بن گیا۔ ان چارون مصرعون مین کوئی زحاف ناجائز دبے موقع نہین یا بحر دائرے سے خارج نہیں ہوئی۔ خاقان حسین عارف۔

غزل حسرت موہانی۔ تازہ غیر مطبوعہ

وفا تجھ سے اے بے وفا چاہتا ہون
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہون

تری آرزو ہے اگر جرم کوئی
تو اس جرم کی مین سزا چاہتا ہون

وہ مجھکو برا جانتے ہیں تو جانین
مین اس پر بھی انکا بھلا چاہتا ہون

تجھے خیل خوبان سے اے جان خوبی
جدا جانتا ۔ مانتا ۔ چاہتا ہون

مین بیمار غم ہون ۔ دوائے غم کو
تیرے در کی خاک شفا چاہتا ہون

نصیحت گرون کی ملامت سے بے غم
مین اس شوخ کو برملا چاہتا ہون

لئے ہے تہ لب وہ خود جانتے ہیں
جو مین اپنے حق مین دعا چاہتا ہون

تری زلف و رخ کی تصور کی نعمت
شب و روز صبح و مسا چاہتا ہون

مین اس طرۂ زلف مشکین کو حسرت
پئے غارت جان و دل چاہتا ہون

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اُردوئے معلّٰی کانپور

جلد رسالہ اُردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۵ء مکمل ...... } مجموعہ ہر دو جلد مجلد عہ
جلد رسالہ اُردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۶ء مکمل ...... }

جلد رسالہ اُردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۷ء مکمل عہ ۔ جلد اُردوئے معلّٰی بابت ۱۹۲۸ء عہ

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفید و حالات غالب و تنقید .. عہ

انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی ۔ از ہاشمی چھاپا ٹائپ قابل دید .... عہ

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دیوان حسرت موہانی از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل ے

انتخاب سخن از حسرت موہانی

یعنی اُردو زبان کے جملہ مستند اور مشاہیر شعراء کے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل

انتخاب سخن جلد اول سلسلہ شاہ حاتم مکمل — یعنی انتخاب دیوان شاہ حاتم تاباں ۔ رنگین ۔ نثار ۔ بیدار ۔ تاباں شاگردان حاتم ۔ .... ۔ امیر ۔ افسر ۔ بیتاب ۔ برادر رنگین عشرت طالب معروف شاہ نصیر ۔ حجم ۱۰ جز قیمت .... عہ
یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے

جلد دوم سلسلہ ذوق — یعنی انتخاب دیوان ذوق ۔ جلد دو دیوان داغ ۔ رسا و دیگر قیمت ۱۰

جلد سوم سلسلہ مومن — یعنی انتخاب دیوان مومن ۔ نسیم ۔ تسلیم ۔ ۸ دیوان حسرت موہانی یعنی انتخاب کلیات حسرت موہانی مکمل ۱۴

جلد چہارم سلسلہ مظہر، سوز، میر، درد — یعنی انتخاب دیوان حسرت ۔ یقین ۔ حزیں ۔ بشاعر و بیان شاگردان مظہر قیمت ۴ دیوان سوز ۲ دیوان میر و راسخ ۱۰

انتخاب سخن جلد پنجم سلسلہ جرأت مکمل — یعنی انتخاب دیوان حسرت استاد جرأت ۔ دیوان جرأت ۔ دیوان غضنفر ۔ رضا ۔ رقت ۔ ..... ۔ محبت ۔ نفرت ۔ معروف محبت ۔ جلال و شایق شاگردان جرأت ۔ دیوان نساخ دیوان رضا علی وحشت ۹ جز ۱۰
یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے

جلد ششم سلسلہ مصحفی — دیوان مصحفی ۔ حسرت موہانی ۸ دیوان مسرور شاگرد مصحفی ۳ دیوان ہوس ۳
یہ دیوان بھی نایاب ہیں

انتخاب سخن جلد یازدہم — یعنی انتخاب دواوین اساتذہ متفرق مثل فغاں ۔ آبرو ۔ اختر ۔ میر ممنون ۔ نظم طباطبائی وغیرہ

نوٹ ۔ جلد ہفتم سلسلہ آتش ۸ جلد ہشتم سلسلہ اسیر و امیر ۱۲ جلد نہم سلسلہ ناسخ ۸ جلد دہم سلسلہ غالب عہ

ملنے کا پتہ : منیجر رسالہ اُردوئے معلّٰی کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر

OSMANIA UNIVERSITY

رسالہ

اردوئے معلٰی

کانپور

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے

جلد ۲۰ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

جسکو منشی احمد علی نے اپنے
احمد المطابع واقع کانپور میں چھاپا
اور حسرت موہانی نے دفتر اردوئے معلٰی کانپور سے شائع کیا

تنقید رسائل و کتب

رسالہ الہادی کانپور | جون ۱۹۲۹ء سے اس نام کا ایک قابل دید رسالہ زیر ادارت محمد حسین صاحب کوثر کانپوری، پٹکاپور کانپور سے نکل رہا ہے۔ اس رسالے کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام ان نکات و رموز حکیمانہ سے واقف ہوں جو قرآن مجید و احادیث میں مضمر ہیں۔ مضامین کا نقطۂ نظر عموماً شیعی ہوتا ہے لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان سے کسی فرقۂ اسلام کی دل آزاری مقصود نہیں ہوتی۔ کاغذ لکھائی چھپائی پسندیدہ۔ حجم ۴۶ صفحے قیمت سالانہ عہ۔ ناظرین اردوئے معلّٰی سے ہم خریداری الہادی کی سفارش کرتے ہیں۔

(۲) **آل انڈیا مشاعرہ** | مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حضرت احسن مارہروی کے حسن انتظام سے جو آل انڈیا مشاعرہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں منعقد ہوا تھا اسکی سب اُردو فارسی غزلیں اور نظمیں کتابی صورت میں بڑی تقطیع کے ۲ جزو پر شائع ہوئی ہیں۔ ابتدا میں حضرت احسن کا لکھا ہوا مقدمہ اور ملا رموزی کی لکھی ہوئی روداد مشاعرہ بھی قابل دید چیزیں ہیں۔ ۱۲ر میں مہتمم انجمن خیابان اُردو انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے طلب کیجیے۔ حسرت موہانی کی غزل کسی دوسری جگہ درج کیجاتی ہے۔

اُردو زبان اور ادب | ہندوستانی اکیڈیمی نے اُردو لٹریچر کی جانچ پڑتال کے لیے جو کمیٹی زیر صدارت سید ضامن علی صاحب ایم۔ اے صدر شعبۂ اُردو الہ آباد یونیورسٹی اردو سرچ کمیٹی کے نام سے قائم کی تھی اسکی یہ دلچسپ رپورٹ انڈین پریس الہ آباد میں بہت خوب چھپکر شائع ہوئی ہے اور ہندوستانی اکیڈیمی مٹکلینگس روڈ الہ آباد سے طلب کرنے پر مل سکتی ہے۔

خیالات ندیم | یعنی مسائل حاضرہ پر قاضی مقبول حسین صاحب۔ جرنلسٹ مدیر اعزازی مشرق گورکھپور کے متفرق مضامین کا نہایت دلچسپ اور کارآمد مجموعہ۔ صرف ۸ر محصول ڈاک بھیجنے پر دفتر مشرق گورکھپور سے مل سکتا ہے۔

رسائل و کتب | (۱) نکاح صغیر سنی از مفتی محمد الدین وکیل گجرات (پنجاب)

(۲) عرضداشت قانون تحدید عمر ازدواج از سید عبدالمجید کپورتھلہ۔

قانون شاردا کی تائید میں یہ دونوں رسالے انکے مصنفوں سے بلا قیمت طلب کیے جاسکتے ہیں

لہ سہ کہیں تو جام دھرا ہے کہیں طرف ساغر۔ کدھر جھکائے سر انسان کدھر نماز کرے

"را اپنی جگہ" ترجمہ ہے "بجائے خود" کا اور "نماز کرے" ماخوذ ہے نماز کردن سے،

حسرت موہانی سہ تصور میں وہ شوخ تھا ہمت باہم۔ عجب لذت بیخودی تھی فراہم

و لہ سہ سر رنگوں ہو گیا ہے اس شوق پائمالی سے۔ پوچھو اس شرابی کے خرام لا اُبالی سے

"اسکے خرام لا اُبالی سے نہ پوچھو" ترجمہ ہے "از خرام لا ابالی آں مپرس" یعنی اُسکے خرام کا حال نہ پوچھو۔

(۴) شوخیٔ کلام و رندیٔ مضمون

شوخیٔ کلام و رندیٔ مضمون سے بھی اکثر اوقات حسن سخن میں بہت کچھ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے مضامین زیادہ تر لغزشوں کی تحسین اور زاہد و واعظ کی تضحیک پر مشتمل ہوتے ہیں مثلاً

میر سہ پیر مغاں سے بے اعتقادی!! استغفر اللہ استغفر اللہ۔

قائم سہ بیداری شب شیخ کی ظاہر ہے ولیکن — کیا جانئے کس کام میں بیدار رہے ہے

و لہ سہ قائم یہ جی میں ہے کہ تقلید سے شیخ کی — ابکی جو میں نماز کروں بے وضو کروں

و لہ سہ محفل وعظ تو تا دیر رہے گی قائم — یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہیں

مومن سہ کعبے سے جانب بتخانہ پھر آیا مومن — کیا کرے جی نہ کسی طرح سے بہلا ہوگا

و لہ سہ عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن — آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

غالب سہ کہاں میخانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ — پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ذوق سہ آج اک پگڑی بولی تھی میکدے میں رہنے — ذوق وہ تیری بہا دستار فضیلت ہو تو ہو

میر حسین تسکین سہ ہمکو طوف حرم میں یاد آیا — لٹ کھڑانا شراب خانے کا

بحر لکھنوی سہ اسکی رحمت ہے مرق۔ وہ کشتی پر عاشق — نام بوتل کا جو لیتا ہوں گھٹا آتی ہے

سحر لکھنوی سہ قید ملن نے اہل شرع کی دیوانہ کر دیا — کیا گنا ہگار بنا بیقصور میں

رکھتا ہوں راہ شرع میں اس شرط سے قدم — میخانے میں بھی جاؤنگا چھپکر ضرور میں

واضح ہو کہ ہجو زاہد و واعظ کا ہر مضمون پسندیدہ نہیں ہوتا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بعض موقعوں بیباکی و بے پردگی کی شدت مذاق سلیم کو ناگوار گزرنے لگتی ہے۔ مثلاً

داغ ؎ پند واعظ سنتے سنتے کان اپنے بھر گئے ۔ کیا عبادت کو ہمیں ہیں سب فرشتے مر گئے

لاریب حسن کلام کی ترقی کے لئے اس قسم کے مضامین بھی، پیرایۂ بیان کی لطافت اور مفہوم بالکنایہ کی ندرت کا ہونا لازمی ہوا کرتا ہے مثلاً

شیفتہ ؎ ملے وائے روز حشر اگر ہم سے ہو سوال ۔ جو کچھ کیا ہے ہم نے شب ماہتاب میں

اسمٰعیل میرٹھی ؎ حلقے میں قلندروں کے آکر ۔ تحقیق تمام ہو گئی ہے

حالی ؎ کرتے کیا پیتے اگر مے نہ عشا سے تا صبح ۔ وقت فرصت کا یہ کس طرح گنوایا جاتا

گویا وقت فرصت کا ضائع کرنا بھی کوئی ضروری امر تھا ۔

مائل دہلوی ؎ مائل ہمیں تو رات کہیں رہ کے کاٹنی ۔ مسجد میں جا پڑینگے جو میخانہ بند ہے

یادش بخیر حضرت ریاض خیرآبادی کی طرح مرزا محمد تقی بیگ صاحب مائل دہلوی کو بھی خمریات کا اسپشلسٹ سمجھنا چاہیئے ۔ دیکھئے اور بھی کیسے کیسے شوخ مگر لطیف شعر کہے ہیں ۔

ولہ ؎ مفتیٔ میکدہ سب کہتے ہیں مائل مجھکو | یاد ہیں بادہ کشی کے وہ مسائل مجھکو

" ؎ بے سبب باران رحمت قہر واعظ پہ نہیں | کوئی پتھر لگ گیا میخانے کی بنیاد کا

" ؎ واعظ نہ بڑھا شوکت دروازۂ مسجد | میخوار چلے آئینگے میخانہ سمجھکر

" ؎ گر اسیکا نام ہے تقوی تو بس مائل سلام | جو ہوئی حالت تمھاری جام صہبا دیکھکر

" ؎ محروم پھر آیا در میخانہ سے واعظ | رندان قدح خوار کی ہمت کو ہوا کیا

" ؎ مائل کوئی گناہ نہ رہ جائے دیکھنا | کام آپڑا ہے رحمت پروردگار سے

ترغیب گناہ کے اس مضمون کی ندرت اور شوخی قابل داد ہے ۔

اعظم ؎ پہلے تو آکے شیخ نے دیکھا ادھر ادھر ۔ پھر سر جھکا کے داخل میخانہ ہو گیا

ریاض بدایونی ؎ پوچھ لیا جائے ۔ نہ دونیں تمہیں مل جائیگی ۔ شیخصاحب ایک مسجد ہے تو میخانے کے بعد

حسن بریلوی ؎ پوچھتے جاتے ہیں یہ ہم سب سے ۔ محفل وعظ میں شراب بھی ہے

درد بدایونی ؎ سمجھتا ہے ہمیشہ رند ونہیں ۔ کہیں واعظ ولی نہ ہو جائے

شیخی رنداں کو ذریعۂ حصول ولایت قرار دینے کی شوخی ملاحظہ طلب ہے

نظیم آبادی ؎ جس چیز کو کہتا تھا برا مجھکو واعظ ۔ بوتل میں وہی چیز بھری شام سے

فرخ ناروی سہ ادب نے اہد کا اتنا ہے بہت لے اہل میخانہ - جب آنکھیں چار ہو جائیں تو جھک کر بندگی کرو
عیش بریلوی سہ شیخ دستار فضیلت چھوڑ کر چلتا بنا - ورنہ ہوتا میکدے میں ایک بابلی اور بھی
شوخی کلام کے جو نمونے رندانہ اشعار کے علاوہ عاشقانہ اشعار میں پائے جاتے ہیں وہ اپنی
خوبی میں خمریات کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں مثلاً
آتش سہ روٹھکر ملنے جو جاتا ہوں تو کہتا ہے وہ شوخ - کل خفا تم تھے مزاج آج ہے ناساز اپنا
ناسازیٔ مزاج کے مصنوعی بیان میں طعن کا بھی جو پہلو نکلتا ہے اُسکی شوخی ملاحظہ طلب ہے
ولہ سہ فرط شوق اُس بت کے کوچے تک لگا لیجائیگا — کعبۂ مقصود تک مجھکو خدا لیجائیگا
"اس بت کے کوچے" کو کعبۂ مقصود قرار دینا اور پھر یہ کہنا کہ وہاں تک مجھکو خدا لیجائیگا
شوخیٔ مضمون کی ایک قابل داد مثال ہے -
غالب سہ سر اُڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا بنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہمکو
سر اُڑانے کا حتمی وعدہ کرنیکے لئے اُسی سر کی قسم کھانا مضمون کی ایک عجیب و غریب
شوخی ہے جسکی کافی داد نہیں دی جا سکتی
امیر لکھنوی سہ میں مطب میں جو گیا چھپکے وہ پہچان گئے - بنسکے بولے کہ الگ بیٹھیے بیماروں سے
بیگنہ جائے کہاں اب تری رحمت نے - بھر دیا گلشن جنت کو گنہگاروں سے
رحمت حق کی بدولت جنت کا گنہگاروں سے اس درجہ بھر جانا کہ اس میں بیگناہوں کیلئے
جگہ نہ باقی رہے عجب شوخ اور لطیف مضمون ہے -
بحر لکھنوی سہ اے صنم اپنی زبان سے کسی بات کو کہہ - فرض ہو جائیگا ناحق کو مسلمان پر
ناحق کو یعنی بیٹھے بٹھائے - گویا "صنم" جو حکم دے اسکے بجا لانیکو ہر مسلمان کا فرض
عین سمجھ لینا ایک یقینی اور لازمی بات ہے -
ولہ سہ دل لیکے آپ یہ تو نہ ارشاد کیجئے عرضی لگا کے کہیں فریاد کیجئے
انور دہلوی سہ نہ میں سمجھا نہ آپ آئے کہیں سے - پسینا پونچھئے اپنی جبیں سے
انور کا یہ مطلع شوخیٔ کلام کی بہترین مثالوں میں سے ہے - دوسرے مصرعے کے شوخ
کنائے نے مصرعۂ اول کی نفی کو اثبات سے بھی زیادہ پُر لطف بنا دیا ہے -

ظہیر دہلوی ؎ کہیے تو کہوں انجمن غیر کی روداد۔ کیا اب بھی اسے آپ کرامت نہ کہینگے
شوخی کلام ملاحظہ ہو کہ کرامت کا دعوی کیا بھی تو کن معاملات کے علم کی بابت جنکا تعلق بہ رندی و ہوسناکی ہونا بہرحال مسلم ہے۔

مولوی اسمٰعیل میرٹھی ؎ ذات لبنہ میں کوئی کرامت ضرور ہے۔ کیوں بات بات میں کی فرشتے لکھا کئے
شوخی بیان ملاحظہ ہو کہ کراماً کاتبین کی گناہ نویسی کو شاعر اس بات پر محمول کرتا ہے کہ فرشتے انسان کے اقوال و افعال کو ملفوظات اولیا کی طرح کمال احترام نوٹ کرتے ہیں۔

حالی ؎ شوخ حالی بھی جلاتے ہیں گھر اپنے مہمان۔ دیکھنا آپکی اور آپ کے گھر کی صورت

حفیظ جونپوری ؎ شب وصال لگایا جو انکو سینے سے۔ تو ہنسکے بولے الگ بیٹھیے قرینے سے

نظم طباطبائی ؎ نہ آنا اے اجل تجھکو قسم ہے وقت آخر تک۔ ابھی کچھ عمر باقی ہے ابھی رنگینیاں کر لیں
شاعر نے عمر کے ضائع کرنیکو عجیب طرز سے اپنا ایک محبوب مشغلہ بیان کر کے ہوسناکی ہونا ظاہر کیا ہے۔ اس شوخ بیانی کی داد نہیں دی جا سکتی۔

مائل دہلوی ؎ آپ کو دیکھتا ہوں اے مائل۔ اور امانت کو دیکھتا ہوں میں

ولہ ؎ ہمتو اس فکر میں رہتے ہیں کہ انصاف۔ دیکھیے داور محشر بھی کدھر ہوتا ہے
مائل نے اس شعر میں جس گستاخ بیانی اور شوخ نگاری سے کام لیا ہے اسکا بیان ناگفتہ بہ ہے

ریاض خیرآبادی ؎ بڑے پاک طینت بڑے صاف باطن۔ ریاض آپکو کچھ ہمیں جانتے ہیں

ریاض بدایونی ؎ جب کہا رحم کے قابل ہے دل زار کہا۔ جی۔ دل زار دل زار کے ٹکڑے کر دے

مضطر خیرآبادی ؎ کون نکلا یہ مرے پاس سے کہکر مضطر۔ ان سے اللہ بچائے جو وفا کرتے ہیں
لیاقت تاثیر وفا کی بنا پر محبوب کی زبان سے وفائے عشاق کا شکوہ عجب مضمون ہے جسکی شوخی ظاہر

وحید دہلوی ؎ آپ شرمائیکے نہ فرمائیں ہمیں یاد نہیں۔ غیر کا ذکر ہے کچھ آپ کی روداد نہیں

(۵) تازگی بیان و ندرت مضمون

کلام کے ارکان میں تازگی بیان اور ندرت مضمون کا درجہ بھی بہت بلند واقع ہوا ہے۔ وقات ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ مضمون نہایت معمولی اور بالکل پامال تھا مگر بیان کی تازگی نے اسے بغایت پسندیدہ اور نہایت برگزیدہ بنا دیا۔ مثلاً

میر؎ ہمنے جانا کہ لکھیگا تو کوئی حرف اے میر — پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

،، ؎ یاد اسکی اتنی خوب نہیں میر باز آ — نادان پھر وہ دل سے بھلایا نجائیگا

،، ؎ تھی لاگ اسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے — دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا

،، ؎ کہتے ہو اتحاد ہے ہمکو — ہاں کہو اعتماد ہے ہمکو

نامرادانہ زیست کرتا تھا — میر کی وضع یاد ہے ہمکو

سودا؎ دیکھیے واماندگی اب کیا دکھائے — قافلہ یارونکا سفر کر گیا

وہم غلط کار نے دل خوش کیا — کیسہ بخانے وہ نظر کر گیا

ولہ؎ ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

،، ؎ غنچے سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے — نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

،، ؎ بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

میر سوز؎ شیشے کیطرح شام سے رو رو کے تا سحر — خالی کریں ہیں دلکو تری انجمن میں ہم

ولہ؎ طاقت نہیں ہے اتنی کہ بیطاقتی کروں — موجب مرے سکوں کا آرام کچھ نہیں

جعفر علی حسرت؎ گر ہے یہی بہار کی شورش تو ناصحا — مجھسے نہ ہو سکیگی گریباں کی احتیاط

ولہ؎ تجھبن غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی — چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

مصحفی؎ پینکی جو نہیں ہاتھ سے شب اسنے گلابی — مجلس میں ہوئے شیشۂ دل چور بہتوں کے

جرأت؎ کیا جانئے بیٹھا کہاں جا کے وہ جرأت — اک چاند سی صورت کلیجے دھیان لگا کر

ولہ؎ شکل دکھلائے کہیں تو ہمیں — قتل کر جائے ہنس تو ہمیں

،، ؎ واں شام لطافت ہے او صبح صباحت — یاں صبح صباحت ہے اور شام گرفتار ہم

میر امانی اسد؎ جوں توں اسد کو لائے تھے اسکی گلی سے ہم — خانہ خراب راہ میں آکر مچل گیا

سعادت خاں ناصر؎ اور کیا زخم جگر سے کوئی دریا بہتا — بے حنا سرخ ہوئے اس ستم ایجاد کے ہاتھ

شاہ نصیر؎ جوں ذرہ نہیں ایک جگہ خاک بسر ہم — اے مہر جہانتاب جدھر تو ہے ادھر ہم

شاداں؎ یہ دیوانہ پن اک بہانہ تھا شاداں — پھرا کیں ہیں جستجو تھی کسیکی

ذوق ؎ ہاں تامل دمِ ناوک فگنی خوب نہیں ۔ ابھی چھالی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں
خوبیاں یوں تو ہیں اس عالمِ تصویر میں سب ۔ اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں

مومن ؎ اُس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا ذلیل ۔ میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا
" ؎ در پئے جان کے عوض ہر رگ و پے میں ساری ۔ چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

مومن ؎ نہ مانونگا نصیحت پر نہ سنتا میں تو کیا کرتا ۔ کہ ہر ہر بات پر ناصح تمہارا نام لیتا تھا
" ؎ الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا
" ؎ تاثیرِ صبر میں نہ اثر اضطراب میں ۔ بیچارگی سے جان پڑی کس عذاب میں
کہتے ہیں تمکو ہوش نہیں اضطراب میں ۔ سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

ولہ ؎ محفل میں مرے ذکر کے آتے ہی اُٹھے وہ ۔ بدنامیِ عشاق کا اعزاز تو دیکھو
" ؎ سیماب ہے پہلو میں مرے دل تو نہیں یہ ۔ اس دل نے ستایا مجھے غارت ہو کہیں یہ
" ؎ ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس ۔ ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے
" ؎ کثرتِ سجدہ سے وہ نقشِ قدم ۔ کہیں پامال سپر ہو جائے

غالب ؎ ہو لی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی ۔ امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
" ؎ نوازشہائے بیجا دیکھتا ہوں ۔ شکایتہائے رنگیں کا گلا کیا
" ؎ نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے ۔ کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستمہائے جدائی کا
" ؎ دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں ۔ بیٹھے ہیں رہگزر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں
ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ۔ جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں
" ؎ یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ۔ ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسماں کیوں ہو
کہا تمنے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی ۔ بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو

غالب ؎ نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا ۔ مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی
؎ ایک خونچکاں کفن میں ہزاروں بناؤ ہیں ۔ پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی
؎ کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ ۔ ہے یوں کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے
؎ پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق ۔ سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

ہوسؔ ۔ کبھی زلف دکھلا دی کبھی رخ ۔ جو نقاب شب کو اُلٹ دیا تو سحر ہے فصل بہار کی

ولہ ۔ کب تک تری شوخی سے شوخی کو حجاب آئے — اے فتنۂ بیداری تو سوئے تو خواب آئے

غافلؔ ۔ کس کی آمد ہے جو ساقی نے تکلف یہ کیا — کہ گلابی ہیں سبو سر میں پیمانے میں

اب بھی باز آئے اگر غیر کے ملنے سے وہ شوخ — وہی باتیں وہی چرچے وہی یارانے میں

آتشؔ ۔ یار کو میں نے مجھے یار نے سونے نہ دیا — رات بھر طالعِ بیدار نے سونے نہ دیا

〃 ۔ پری شیشے میں اتری کیئے یا قالب میں روح آئی ۔ عجب انداز سے آغوش میں وہ نازنیں آیا

〃 ۔ اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہے ۔ اسی اللہ نے مجھکو بھی محبت دی ہے

〃 ۔ عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار میں آئے — ہوئے گل میں ہم کس وادیِ پرخار میں آئے

انورؔ دہلوی ۔ ادھر شوخی اُٹھاتی ہے ادھر تمکیں بٹھاتی ہے ۔ کشاکش میں ہے اپنے ہاتھ سے وہ نازنیں کیا

ولہ ۔ تیرے ستم سے مجھکو ملا منصب کلیم — اک وجہ گفتگو نکل آئی خدا کے ساتھ

تسلیمؔ دہلوی ۔ آنکھوں کو سکھائیے بیداری کامل — احسان اُٹھائینگے نہ ہم خواب عدم کا

آنکھوں کے آگے طرح سے خبردار رہو من — کچھ اور ارادہ ہے مرے ابرِ کرم کا

〃 ۔ پریشانی کے پردے میں دل افگار کی شکلیں ہیں ۔ خبر کچھ اور دیتا ہے یہ لطف گفتگو میرا

ولہ ۔ ترے چھٹنے سے چھوڑا آنسوؤں نے ساتھ آنکھوں کا ۔ گلے مل مل کے آپس میں چلے آتے ہیں دامن تک

بہار فصلِ گل آئی ہے میں کنجِ قفس میں ہوں — مبارک باد مجھکو ڈھونڈھ جاتی ہے نشیمن تک

ولہ ۔ یا تمہیں دل تھا اے ہمنفس کل ہجر کی شب میں — دعا یہ تھی جاگ کر سو رہیں آغوش مطلب

جب حضرت سلامت کہکے صلواتیں سناتے ہیں ۔ غضب کی شوخیاں ہیں انکی دشنام مودب میں

یہاں تک رات دیکھی زلف شب پر نور پیری ہے — کہیں آؤ کہ جھک آئی ہیں نیندیں چشم کوکب میں

لئے انکار ساقی نے ہزاروں خون گردن پر — نگاہیں ڈوب کر رہ گئیں جام لبالب میں

بہا ہے نور کا دریا ترے چاہِ زنخداں سے — بلندی حسن نے پائی نشیب سطح غبغب میں

حالیؔ ۔ چپ چپاتے کیسے دے آئے دل اک بات پہ ہم — ہاں منگا نظر آتا تو چکا یا جاتا

ولہ ۔ ملتے ہی انکے بھول گئیں کلفتیں تمام — گویا ہمارے سر پہ کبھی آسماں نہ تھا

سلسلۂ انتخاب دواوین اساتذہ اردو زبان

انتخاب دیوان

برقؔ لکھنوی

شاگرد رشید ناسخ لکھنوی

جسکو

سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی اڈیٹر اردوی معلٰی نے مرتب کرکے

رئیس المطابع واقع کانپور میں چھپوایا

اور شایع کیا

قیمت فی جلد ۲ر

پہلی بار ۵۰۰ جلد

پھر وہی باغ کی سیریں ہوں وہی دھومیں ہوں
پھر اٹھے قبلہ کی جانب سے گھٹا ساون کی

جام دیں ہم تمھیں تم ہم کو پلاؤ ساغر
وہی بوندیں ہوں وہی سرد ہوا ساون کی

پھر وہی جھولے وہی پینگ وہی جلسے ہوں
مانگتے رہتے ہیں دن رات دعا ساون کی

وہی پوشاک ہو رنگین تمھاری بر میں
پھر بندھے سارے زمانے میں ہوا ساون کی

برقؔ کی طرح نہ بھولے ہیں نہ ہم بھولیں گے
بھابیں یاد آتی ہیں ای ماہ لقا ساون کی

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان برق

رتبہ نہیں نظر میں زر آفتاب کا
اک ہی غبار در بو تراب کا

رشک ہلال عید ہے شمشیر آبدار
رکھا ہے نام تونے سپر آفتاب کا

دریا دلی ہے ختم وہ عالی ہو دست شہ ر
چاہے تو آسمان بنادے حباب کا

تیرے حضور باغ ہوا ہے یہ آب آب
ہر پھول ہے چمن میں کٹورا گلاب کا

مرنیکے بعد برق قدم پر نثار ہوں
میرا غبار سرمہ ہے چشم رکاب کا

کشتی میں چل رہا ہے پیالہ شراب کا
جاری ہے فیض ساقی دریا کا سب کا

چھپتی نہیں ہے بادہ کشی جسم صاف سے
ہر عضو ہے شراب سے شیشہ شراب کا

رہتا ہے برق اس گل تر کا مجھے خیال
عالم ہے اشک چشم میں عطر گلاب کا

گہر افشاں ہے نیسان کرم سلطان عالم کا
بہار آئی جوانان چمن کی لکھنؤ جم کا

نہ ایسا کوئی آگے تھا نہ ایسا اب کوئی ہوگا
موخر ہے زمانہ باغ ہستی میں مقدم کا

عجب برسات کا عالم ہے ... برستا ہے
ہمیشہ مینہ برستا ہے یہاں دینار و درہم کا

دُرِ دریائے بخشش سے زمانہ کیوں نہ شاداں ہو
گل تر کو ہنسانا ہے چمن میں قطرہ شبنم کا

برا اسے حفظ جاں ہردم وظیفہ برق رکھتے ہیں
کہ نام پاک حضرت میں اثر ہے اسم اعظم کا

ہر طرف چھٹکا ہوا ہے نور جسم پاک کا
چاندنی ہے اوسکی کلغی پوشاک کا

میرے جسم زار سے دونا ہوا اس کا فروغ
خس سے شعلہ بڑھ گیا ہے روئے آتشناک کا

جیب کیا دامان محشر میں اڑینگی دھجیاں
ہے یہی عالم جو اپنے پنجہ چالاک کا

جل بجھے گا طالب دیدار اپنی آگ میں
نام ہے برق تجلی شعلہ ادراک کا

بے توقف منزل مقصود کو پہونچیں گے برق
توسن عمر رواں گھوڑا ہے ... اک کا

دانہ جائے گا سر زلف بلند کا
کیا کیجیے علاج دل دردمند کا

سرزمیں میں شور ہے آہ بلند کا
افلاک پر سرا ہے ہماری کمند کا

ہیں عضو ن قد موزون یار میں
گویا یہ ایک بند ہے ترکیب بند کا

زینت سے حسنِ ناز و ادا اور بڑھ گیا
زیور نہیں یہ ساز ہے تیرے سمند کا

کیا برق تو نے رتبہ دیا اس زمین کو
ہر شعر آسمان ہے فکرِ بلند کا

مشتاق مثلِ بدر نہیں ہیں کمال کا
کس کو دماغ اٹھائے جو صدمہ زوال کا

احسان ہے فراق میں جوشِ خیال کا
مرتا ہوں جانکنی میں مزا ہے وصال کا

حیرت سے سب ملال عیاں ہیں نہ پوچھیے
آئینہ میں فراق میں ہوں اپنے حال کا

ظاہر ہیں بعد مرگ بھی دل کی کدورتیں
گنبد نہیں یہ برج ہے گردِ ملال کا

جوشِ الم سے شام و سحر کی کہاں تمیز
فرقت میں کچھ حساب نہیں ماہ و سال کا

بخشش پہ ہے یہ تیغِ زبانِ فقیر کی
مرہم کرم ہے زخمِ دہانِ سوال کا

اتنا تو جذبِ عشق نے بارے اثر کیا
اس کو بھی اب ملال ہے میرے ملال کا

اب آفتابِ عمر لبِ بام برق ہے
ہشیار باش وقت ہے غافل زوال کا

کہیں نہاں نظر آئے کہیں عیاں دیکھا
نئے لباس میں دیکھا انہیں جہاں دیکھا

بہشت میں بھی اسی حور کو رواں دیکھا
یہاں جو دیکھ چکے تھے وہی وہاں دیکھا

عرق کی بوندوں سے روشن ہے نور چہرے کا
زمینِ عطر میں خورشیدِ آسماں دیکھا

ہماری آہوں سے پایا نشان یاروں نے
کہ فرشِ خواب سے اٹھتے ہوئے دھواں دیکھا

دو چند اور محبت ہوئی محبت سے
غضب ہوا جو کبھی انکو مہرباں دیکھا

قیامت آئی یہ تڑپا فراق میں اے برق
نہ پھر زمین کو پایا نہ آسماں دیکھا

شب کو جو بے نقاب وہ گلفام ہو گیا
مہتاب آفتابِ لبِ بام ہو گیا

جاتے رہے ملال و الم کام ہو گیا
مر کر فراقِ یار میں آرام ہو گیا

کچھ زلف پر نہیں کہ بلا میں تمام عضو
جو جس میں پھنس گیا وہ اسے دام ہو گیا

دکھلائی رنگِ سرخ نے دو بالا بہارِ حسن
موباف زلف کا شفقِ شام ہو گیا

اہلِ تمیز جانتے ہیں برق کیا کہیں
ہستی میں بہرِ نام فقط نام ہو گیا

جوشِ حسن سے پنہاں رخِ جاناں نہ ہوا
گلِ خورشید چراغِ تہِ داماں نہ ہوا

خار خارِ غم سے رنگِ شادمانی پھر گیا
تو جو مجھ سے اے بہارِ زندگانی پھر گیا

سارے عالم کو ڈبویا میرے جوش اشک نے   باغ عالم پر غم فرقت میں پانی پھر گیا
روتے روتے ہنس پڑا جب یاد آیا مجھکو تو   میری آنکھوں میں وہ جوڑا زعفرانی پھر گیا
رنگ عارض کو پسینے نے دوچنداں کر دیا   جام سیم ماہ پر سونے کا پانی پھر گیا
اور عالم ہوگیا دنیا نئی پیدا ہوئی   جس طرف عالم میں تیرے یار جانی پھر گیا
لوگ کہتے ہیں نہ آیا عاقبت دلکو قرار   اس کے در پر برق بہر جانفشانی پھر گیا

ہمیشہ جام چلے دور شراب رہا   ہمارے ہاتھ سے گردش میں آفتاب رہا
کیا جو وعدۂ فردا سمجھ گئے عاشق ہ   کہ اس سوال کا اب حشر پر جواب رہا
بہشت میں بھی تمھارے بغیر خاک ہے عیش   حصول کیا جو ہزاروں برس شباب رہا

ہوگیا مجھکو جنوں جب ترا زیور چمکا   زر گل دیکھ کے داغ دل مضطر چمکا
حسن کہتے ہیں اسے صورت شمع فانوس   نور چھنکر تری دیوار و در سے باہر چمکا
ایک عالم ہے سوئے ملک عدم پا بہ رکاب   توسن ناز نہ اے ترک ستمگر چمکا
دیکھ کر اسکی تجلی نہ رہی تاب نظر   گری بجلی جو نہاد ہو کے وہ لب پر چمکا
برق گھبرا نہ شب ہجر کی تاریکی سے   وصل اس ماہ کا ہوگا جو مقدر چمکا

باغ عالم تن پر نور سے پر نور ہوا   سایۂ قامت موزوں شجر طور ہوا
فرقت وصل سے درد غم فرقت نہ رہا   پاس آیا جو مسیحا تو مرض دور ہوا
کیے ابرو کے اشارے تو لگا لی تلوار   آنکھ اٹھائے جو نشانہ اسے منظور ہوا
نہیں امکان کہ بے اذن ہلے پتا بھی   جسکو مختار کیا آپ نے مجبور ہوا
کس کی طاقت ہے جو انکار کرے حجت کا   جو کہا مصلحتاً برق وہ دستور ہوا

شروع عشق میں رنج مآل کار ہوا   مجھے پیام خزاں موسم بہار ہوا
یہ جوش نور ہے پہنا جو پیرہن اُسنے   شعاع مہر کتاں تن میں تار تار ہوا
اسی بہانے سے پوچھا تو جاو لگا ای برق   ہزار شکر کہ بندہ گناہ گار ہوا

جان جبکہ عشق میں استاد ہوگیا   چھٹی ملی سبق جو مجھے یاد ہوگیا

رات کو بے پردہ جب وہ جلوہ فرما ہوگیا   گھر میں ہر روزن چراغ دست موسی ہوگیا

شوخیٔ رنگِ گلِ رخسار بسر ختم ہے / عکس سے لعل لبِ ہیرے کا بندا ہو گیا
بعدِ مردن بھی وہی باقی ہے رنگینی کو / جب غبار اپنا اڑا بدلی کا ٹکڑا ہو گیا
فی الحقیقت وہ پری رو جو دکھا چاند ہے / چادرِ مہتاب پرتو سے دوپٹا ہو گیا
کھل سمجھا کار دبارِ عالمِ فانی کو برق / آنکھ کو نظارۂ ہستی تماشا ہو گیا

کیا حسن ہے عالم ہے عجب جلوہ گری کا / دل یادِ رخِ یار سے شیشہ ہے پری کا
اطلس کے عوض شعلے میں ہے اطلسِ گردوں / بجلی جسے کہتے ہیں کنارا ہے زری کا
عاشق کو ضرر بوسۂ رخسار سے کیا برق / جلتا نہیں انگارے سے منہ کبکِ دری کا

میرے پہلو سے جو وہ سروِ تمنا اٹھا / ہم ہیں سو بار جگر تھام کے بیٹھا اٹھا
چاندنی کھل گئی دالان کا پردا اٹھا / سو کے جب صبح کو چاند کا ٹکڑا اٹھا
میں سبکسار ہوا اپنا گلا کاٹ کے برق / سخت خفت ہے مجھے بوجھ نہ سر کا اٹھا

خطِ بوسہ نخلِ گلِ رخسار ملا / جو مفت رہیں نہ تھا نہ ہم کو وہ ای یار ملا
رخنہ بندی سے رقیبوں کی نہیں کچھ پروا / جھانک لیں گے جو کوئی روزنِ دیوار ملا
عشق جب ہم نے کیا داغ ہزاروں کھائے / ایک گل کی جو تمنا ہوئی گلزار ملا

بوئے گیسو ہے سبب بے سروسامانی کا / خط مجموعہ لگایا ہے پریشانی کا
اے بتِ مہر عجم تیری قبا لال نہیں / مخملی میان ہے شمشیرِ صفاہانی کا
کس کو پابندیٔ تقدیر کا ہے برق دماغ / زخم سے کم نہیں صدمہ خطِ پیشانی کا

ملتا ہے بوئے گل سے نشاں بوئے یار کا / تقتا ہے روئے گل میں گل روئے
جورِ زمانہ کیا ہے جفائے فلک ہے کیا / خوگرده ہوں قدم سے میں خوئے
موجِ نسیم سے نہ پریشاں ہو کیوں دماغ / دیوانہ میں ہوں نکہتِ گیسوئے
کیوں اپنے ہاتھ سے نہ گلا کاٹ کر مروں / ہمارا مہ ہے مجھ کو صدمۂ بازوے
اعجاز وصف ہیں لبِ معجز کلام کے / مضمون ہے سحرِ نرگسِ جادوے
جاتا ہے شیخ کعبہ کو بتخانہ برہمن / کرتا ہے برق طوف سر کو

خورشید جبیں ماہِ منور نہ ملے گا / عالم میں حسیں تیرے برابر نہ ملے

خم منہ سے لگائیں گے نہ پائینگے جو شیشہ
چلو ہی سے پی لیں گے جو ساغر نہ ملیگا

وہ قتل پہ آمادہ بھی ہوگا تو یقیں ہے
تلوار نہ ہاتھ آئے گی خنجر نہ ملیگا

انجام پہ لوح سر تربت سے نظر کر
ایسا تجھے آئینہ سکندر نہ ملیگا

منہ دامن صحرا سے چھپائینگے ہم اے عشق
وحشت میں اگر گوشۂ چادر نہ ملیگا

کیوں شہرا اُڑائے عالم میں اپنے مرغ مضموں کا
ہے پر پرواز ہر مصرع ہوا ہے شعر موزوں کا

نیا مضمون زلفوں سے ملا ہے شعر موزوں کا
دھواں ہے ابر جنت آتش رخسار گلگوں کا

چمن صحرائے وحشت خیز ہے اے برق جنت میں
گماں ہر نخل پر گلزار میں ہے قد مجنوں کا

احسان تمہارا انہیں اٹھنا نہیں اٹھتا
وہ بوجھ ہے سر پہ کہ سر اپنا نہیں اٹھتا

جھک جاتی ہے چلنے میں کمر بار سے پستاں
نازک ہے شجر بوجھ ثمر کا نہیں اٹھتا

کلفت سے تعلق نہیں ہے طبع رواں کو
دریا سے کبھی گرد بگولا نہیں اٹھتا

جلتی ہیں تجلی سے درختوں کی بھی آنکھیں
پردا ہے کہ رخسار سے پردا نہیں اٹھتا

وہ سامنے بیٹھے ہیں تو کیا فائدہ اے برق
اب آنکھ اٹھانے کا بھی صدمہ نہیں اٹھتا

شعبدہ یہ بھی ہے اک یار کی گویائی کا
نام ہی نام ہے اعجاز مسیحائی کا

گو بغم ضعف میں ہر وقت اٹھا لیتا ہوں
ناتوانی میں بھی عالم ہے توانائی کا

دید حوران بہشتی سے اسے کیا مطلب
دل بہلتا ہی نہیں تیرے تماشائی کا

پامالی نگار سے بالیدہ ہو گیا
بیدار بخت سبزۂ خوابیدہ ہو گیا

لحن داؤد ہے ہر ایک سخن سے پیدا
اُسنے اعجاز کیا صوت حسن سے پیدا

روح اُس حور کی ہے صاف بدن سے پیدا
جسم جلنے میں نہیں جان ہے تن سے پیدا

شعبدہ قامت بالا و رخ تاباں سے
گل خورشید ہوا سرو چمن سے پیدا

جمع کرتے ہیں جو ہم مل کو تو لوبان ماشوں
مشک ہوتا ہے دم غسل بدن سے پیدا

شرف سے شرف بھرا غربت تا غربا اے برق
نہوئے اہل سخن اہل وطن سے پیدا

مجکو رسوا کیا خراب کیا
دل مضطر نے اضطراب کیا

دور بھاگے فرشتگان عمل
میرے جرموں سے اجتناب کیا

دیکھنا تیز بستی ساقی نے
جام کو رشک آفتاب کیا

حسن نے اس کو چھین لیا اے برق
عشق نے ہم کو انتخاب کیا

لعلوں کو بوسے تن سے گل تر بنا دیا
زیور کو اس نے پھولوں کا زیور بنا دیا

اے آفت زمانہ قیامت ہے تیری چال
عالم کو تو نے عرصۂ محشر بنا دیا

اوصاف روئے یار کی تاثیر دیکھیے
قرطاس نامہ کو ورق زر بنا دیا

اس رشک حور نے حرف روئے پاک سے
چاہ ذقن کو چشمۂ کوثر بنا دیا

لایا ہے زور رنگ جنوں اس بہار میں
پتھر کو خون سے گل تر بنا دیا

شعلے اٹھے جو آتش رخسار یار کے
نالے کی مچھلیوں کو سمندر بنا دیا

بندہ ہوں برق اس صنم خوش کلام کا
پیغامبر کو جس نے پیمبر بنا دیا

یوں ترے رخ سے عیاں ہے ترے تن میں مہتاب
کھبت جس طرح سے کرتا ہے چمن میں مہتاب

کیا فلک سے تجھے نسبت فلک حسن ہے تو
کونسا عضو نہیں تیرے بدن میں مہتاب

گور روشن ہے شب غم کی طرح بعد فنا
داغ ہیں تیرے تصور سے کفن میں مہتاب

چاندنی بنگلی کرتی جو نہا کر تھی نہ
گاج کے پھول ہوئے ان کے بدن میں مہتاب

فکر عالی سے فلک ہے یہ زمین عالی
کہیں بیکار نہیں برق سخن میں مہتاب

نہ دل سے جائیگی ساقی کبھی ولائے شراب
ملی ہوئی ہے مری آب و گل میں لائے شراب

سروں میں رکھتے ہیں زاہد بھی ہوائے شراب
چلے ہیں گلشن فردوس کو برائے شراب

وہ رند صاحب اقبال ساقیا میں ہوں
کہ پاؤں پڑکے مجھے محتسب پلائے شراب

مرا جو زور ہو تو حکم عام دوں زاہد
بکے نہ اور زمانے میں کچھ سوائے شراب

ہر ایک رند شہنشاہ ملک عشرت ہے
بط شراب کو کہیے کہ ہے ہمائے شراب

فراق یار میں محفل ہے مجلس ماتم
بھرے ہیں دیدۂ ساغر میں اشک جائے شراب

نہ بیقرار ہوں برق صورت صائب
کہ در بہار ندارم بکف بہائے شراب

جوش صفا سے کیا رخ روشن ہے آفتاب
سینہ ہے ماہتاب تو گردن ہے آفتاب

اللہ ری نزاکت جسم لطیف یار
اس ماہ وش کو سایۂ دامن ہے آفتاب

میں نے بڑھائی عارض روشن کی روشنی
گویا چراغ طور کو روغن ہے آفتاب

وہ عندلیب قدس ہوں جس کی نگاہ میں
برگ خزاں رسیدۂ گلشن ہے آفتاب

کیونکر کہیں کہ چہرے سے ملتا ہے آفتاب
ہاں نقش پائے یار کا خاکہ ہے آفتاب

اس ماہرو کے ہاتھ میں جام شراب ہے
پنجے میں آفتاب کے گویا ہے آفتاب

مضمون روئے یار نے چمکائے ہیں شعر
گویا کہ اس زمیں میں نکلا ہے آفتاب

طوفان اسنے دانتوں سے ہنسکر اٹھادیا
ہر حباب گوہر یکتا ہے آفتاب

صحرائے جنوں خیز ہے بازار محبت
سوداگر سودا ہیں خریدار محبت

عشاق کے مرنے سے رہی عشق کی بنیاد
کشتوں سے ہے بندھا بستہ دیوار محبت

شہر عدن عشق میں دکھرین ہیں آنکھیں
ہر اشک ہے اپنا در شہوار محبت

لذات غم عشق سے محروم ہیں زاہد
جنت میں کہاں میوۂ گلزار محبت

تلوار ہوئی تیغ زباں بہر شہادت
ہر زخم ہے گویا لب اظہار محبت

گھر کوچۂ محبوب ہے اللہ ری کریمی
فردوس میں رہتے ہیں گنہگار محبت

تو آئی عبادت کو تو کہنے لگے عیسی
کیوں ہم نہوئے آج کو بیمار محبت

سب میں ہے جلوہ اسی کا کیا میں دیکھوں سوئے دوست
میری نظروں میں ہے یکساں روئے دشمن روئے دوست

واقعی رشک چمن ہے باغ عالم میں وہ گل
گل ہیں عارض زلف سنبل شاخ گل بازوئے دوست

روز و شب اسکی جفاؤں پر وفا کرتا رہا
کیا کروں کس سے کہوں میں نے بگاڑی خوئے دوست

پھونکے دیتی ہے دل و جان و جگر تیری بات
شعلہ آواز ہے ایجان شرر تیری بات

کہتا ہوں میں فراق میں سنکر اذان صبح
میری طرح بلند ہوئی ہے فغان صبح

جم رہا ہے یہ غبار رہ جاناں سر پر
لئے پھرتے ہیں شہروں میں بیاباں سر پر

چاند سورج نہیں بالوں میں طلسم نو ہے
یکجا جمع ہیں مہر و مہ تاباں سر پر

نیچے ہم بیٹھے ہیں کوٹھے پہ الگ صحبت ہے
اتو ہوتے ہیں ستم ای گل خنداں سر پہ

سلطنت کرتے ہیں سودا زدہ گان الفت
تاج ہے داغ سرے رشک سلیماں سر پر

پردہ اس مہر کے شاید نہیں رخساروں پر
جا بجا دھوپ نظر آتی ہے دیواروں پر

ورتِ خطِ شعاعی ہیں نگاہیں قاتل
ں توشاک سے جلے جاتے ہیں پہلو دونوں
ہ دل تختِ سلیماں ہے ضعیفوں کے لیے
تلوے ہوجاتے ہیں انکے گلِ قالیں سے فگار
دل کے ٹکڑوں سے یہ خالی کبھی پلکیں دیکھیں
برق شرمندہ ہے زیوروں کے نگوں سے ای برق
جہاں میں سلطنت کرتے ہیں وہ جانِ جہاں ہوکر
ہوا ایسی بندھی ہے اس گلِ سروِ تمنا کی
ہوا دم ہوگیا میرا ہجالے کو سے جاناں میں
جوانی سے ستمگر کا ستم بڑھتا ہے پیری میں
جدا قسمت نے رکھا خاک ہونے پر بھی یاروں سے
کیا کیا ہوا نہ دامنِ دولت سے چھوٹ کر
آنکھیں ترس رہی ہیں زیارت کے واسطے
آتا نہیں قرار دلِ بے قرار کو
آخر تڑپ تڑپ کے گئی جانِ مضطرب
کیا برق منہ دکھاؤں کہ آتی ہے مجکو شرم
زیبا ہے جو وہ ناز کریں اپنے نور پر
ظالم کے انکسار سے بڑھتے ہیں روز ظلم
شامل ہیں فیض عام میں سب خاص و عام خلق
تکلیف کیوں اٹھائے بن بن کے ہوشیار
اللہ رے کرم یہ کریمی ہے دیکھ برق
جلے کبھی نہ ترے آگے انجمن میں چراغ
ہر ایک تار ہے جامہ میں شمعِ خطِ شعاع

ایک قبضہ ہے یہاں سیکڑوں تلواروں پر
رات بھر لوٹتے ہیں ہجر میں انگاروں پر
پھرتے ہیں تیرے ہوا خواہ ہواداروں پہ
نازکی کہتی ہے کس طرح چلوں خاروں پر
کھنچ گئے سیکڑوں منصور یہاں داروں پر
بجلیاں نور کی ہیں چاند سے رخساروں پر
بنے ہیں یوسفِ کنعاں عزیز کارواں ہوکر
بنا ہے عطرداں خوشبو سے عالم خاکداں ہوکر
اڑا میں طائرِ رنگِ بہارِ بوستاں ہوکر
فلک کرتا ہے برق اندازیاں کیا کیا کماں ہوکر
بیابا کارواں کو برق گردِ کارواں ہوکر
مرجھا گیا فراق میں حضرت سے چھوٹ کر
دم بند ہے حضور کی خدمت سے چھوٹ کر
غم میں پھنسا ہوا ہوں محبت سے چھوٹ کر
ہرگز نہ ہم بچے کسی صورت سے چھوٹ کر
زندہ میں ہوں فراق میں حضرت سے چھوٹ کر
قربان لاکھ عجز ہیں [illegible] غرور پر
ٹوٹا ہے آسمان دلِ ناصبور پر
یکساں نگاہ ہے نزدیک دور پر
مرتا ہوں میں تو اہلِ جنوں کے شعور پر
امید عفو رکھتے ہیں کس کس قصور پر
گلوں کے گل ہوں ترے سامنے چمن میں
ہر ایک بوٹا ہے اس گل کے پیرہن میں

نہاں نہیں ہے تری زلف سے رخ روشن
عیاں ہے کوچۂ گیسوئے پرشکن میں چراغ

تجلی قد و عارض سے جلوہ گر ہر جا
حرم میں شمع ہے وہ دیر برہمن میں چراغ

گل معانی روشن سے شعر کہہ کہہ کر
جلائے برق نے کیا گلشن سخن میں چراغ

غالوں سے تن صاف ہے اے رشک قمر صاف
آئینۂ رخسار ہے رخسار سحر صاف

اُس حور کی ہر بار بدل جاتی ہے رنگت
ظاہر ہیں رخ صاف سے آہوں کے اثر صاف

شب کو چھپ چھپ کے نظر کرتے ہیں سارے مشتاق
ہم سے افزوں ہیں کہیں آپ کے تارے مشتاق

جاں بلب ہیں لب جاں بخش کے سارے مشتاق
شکل دکھلاؤ کہ مرتے ہیں تمہارے مشتاق

دیکھ کر شکل تعلی سے یہ کہتا ہے وہ حور
آدمی کیا کہ فرشتے ہیں ہمارے مشتاق

آنکھ سے آنکھ تصور میں لڑی رہتی ہے
نرگس خلد کے رہتے ہیں نظارے مشتاق

محو دیدار رخ صاف نہیں کون اے برق
ایک مہتاب کے ہیں سارے ستارے مشتاق

عجب بانکے کنہیا نوجواں سلطان عالم ہیں
حسین جان جاں جان جہاں سلطان عالم ہیں

زبان موج سے باد بہاری کہتی پھرتی ہے
کہ قیصر باغ کے سرو رواں سلطان عالم ہیں

نہ کیوں ہو قاف سے تا قاف شہرہ سارے عالم میں
پری پیکر سلیمان جہاں سلطان عالم ہیں

جبیں ہے چودھویں کا چاند حسن روز افزوں سے
رخ انور سے مہر آسماں سلطان عالم ہیں

بنا ہے لکھنؤ کنعاں و رشک مصر ہیں کوچے
عزیز و یوسف ہندوستاں سلطان عالم ہیں

لب جاں بخش سے جیتے ہیں مردے باتوں باتوں میں
مسیحائے جہاں معجز بیاں سلطان عالم ہیں

ملمس برق اختر ہے کہ گھر ماہ کامل ہے
فلک منزل ملائک پاسباں سلطان عالم ہیں

اک نہ اک تازہ طرحدار بنا لیتے ہیں
جب بگڑتے ہیں نیا یار بنا لیتے ہیں

جھانکنے تاکنے والوں کے غضب ہیں ناوک
آہ سے روزن دیوار بنا لیتے ہیں

دور و نزدیک برابر کے نظر کے آگے
وقت پر تیر کو تلوار بنا لیتے ہیں

سر سے سودائے سر زلف کہیں جاتا ہے
عاشق ان پیچوں کو دستار بنا لیتے ہیں

شعبدہ انکی ہنسی ہے کہ رلا کر ہر بار
برق کو ابر گہر بار بنا لیتے ہیں

حسن جو بے مثل ہے حسینوں میں
کبھی قیصر بھی تھا اُن کے ہم نشینوں میں

ہمارے عکس سے روشن ہیں روزن دیوار
لگے ہیں نور کے آئینے دوربینوں میں

نہیں ہے جامۂ نازک ... کا مانع
عبث چھپاتے ہو بازو تم آستینوں میں

اگر ملال کا ان کے نہ کچھ خیال کریں
جواب جس کا نہ آئے وہ ہم سوال کریں

رنگ غم روئے لہو سے دکھا دیتا ہوں
مہندی میں پنجۂ مژگاں میں لگا دیتا ہوں

ہنسنے لگتے ہیں ... دیکھ کے وہ اشک مرے
گل خورشید کو شبنم سے کھلا دیتا ہوں

صاف ہر بیت کی بندش ہے صفائی دیکھو
آئینے دہر فصاحت میں لگا دیتا ہوں

مجھ سے عالم میں ... حسن ...
گرد میں دامن دولت میں لگا دیتا ہوں

برق مجبور ہوں ... دل کو
ہر بات میں اک دقت اڑا دیتا ہوں

ہوگئی اللہ کی مجھ پر عنایت خواب میں
بخت جاگے دیکھ لی اس بت کی صورت خواب میں

جب کہا ہم نے لپٹ جاؤ ... تو ...
ناز سے کہنے لگا وہ ماہ طلعت خواب میں

زندگانی موت ہے مرنا ہے تیری زندگی
رنج بیداری میں ہے عاشق کو راحت خواب میں

اہل غفلت کی نہیں نیکی بدی کا اعتبار
کیا سند کیجیے اگر جرم و عبادت خواب میں

غم نہیں ہے موت کا لیکن یہ آتا ہے خیال
پھر نہ دیکھیں گے کبھی برق اس کی خواب میں

نہیں یہ جلوۂ حسن شراب شیشے میں
دکھا رہا ہے دو ماہ و آفتاب شیشے میں

مثال شیشۂ ساعت ہے چرخ مینائی
ہماری خاک کو ہے انقلاب شیشے میں

شمار جام نہ ہو گا سبوں سے ... شمار
شراب بھر کے کوئی چھپائے شیشے میں

سوال لاکھ کرو ... نہ بولے گی
بھری ہوئی ہے مئے لاجواب شیشے میں

فراق یار میں کالی بلا ہے ابر سیاہ
ہر ایک موج ہے ... سحاب شیشے میں

دل کو شوق گفتگو ہے طالب دیدار ہیں
کان لاکھوں سیکڑوں آنکھیں ہمیں درکار ہیں

فکر پردے کی نہیں ... عشق کو
ہم اگر عریاں ہیں کوہ و دشت دامن دار ہیں

نے سر پھرتے نہیں ... جنوں میں برق ہم
شعلہ ہائے داغ سودا مانع دستار ہیں

یاد آیا جو در دولت جاناں مجھکو
باغ فردوس ہوا گوشۂ زنداں مجھکو

کچھ الم کا نہ الم ... راحت کی
دونوں یکساں ہیں بیاباں و گلستاں مجھکو

سچ ہے روتا ہوں بناوٹ سے دکھانے کیلئے
حیف ہے تو … خدا … مجھکو

رہ گیا جامہ صد چاک سے پردا میرا
دامن یوسف کنعاں ہے گریباں مجھکو

برق تھا نام ملا اور یہ رونے سے خطاب
ابر سب کہتے ہیں … گریاں مجھ

پیش نظر جو گلشن رخسار یار ہو
ناز نگاہ موج نسیم بہار ہو

انکار یار نے یہ بڑھایا ہے اضطراب
اقرار … تو نہیں بھی قرار ہو

جو چیز برق کام نہ آئے وہ خاک ہے
لیا … کی طرح مالدار ہو

دیکھنے آئے تھیں خلق زمانہ مجھکو
نام ہو جانے … جو لشانا مجھکو

ذکر سے چشم فسوں ساز کی فرصت کب ہے
… دینا نہیں دم بھر یہ غسانا مجھکو

دل ملا ہو تو نہیں رنج جہاں باتوں کا
… آنکھ لڑانا مجھکو

رزق کی فکر عبث عالم … برق
… دل دام … انا مجھکو

جسم لطیف یار میں خوشبو … کی ہے
گل سے کہیں زیادہ … پیرہن کی ہے

مٹی تربت پاک میں … کی ہے
… تمہارے بدن کی ہے

ہر دم نگاہ تیز سے چلتی ہیں برچھیاں
… کی ہے

بکھرے جوڑے پھول کی … عشق میں
… بات … کی ہے

دلکو خیال ہے عرق روئے یار کا
… یاسمن کی ہے

داغ فراق زینت عاشق ہیں عشق میں
تازہ … قبائے بدن کی ہے

برا بر اپنے وہ زلف بلند رکھتا ہے
بلا ہے … پسند رکھتا ہے

خدا غریب کی سنتا ہے غیب سے فریاد
اثر عجیب دل … پسند رکھتا ہے

کمال سہل سمجھتا ہے برق مرنے کو
عجب مزاج … کمال پسند رکھتا ہے

تم کو ہم سے خدا جدا نہ کرے
ہم … خدا نہ کرے

درد فرقت میں زہر ہے لازم
آدمی کب تلک … دوا نہ کرے

شب فرقت بھی کاٹ دیتے ہم
کیا کریں عمر اگر وفا نہ کرے

ی عقدہ کشائی فقط دعا پر ہے
بتوں کے بندے ہیں لیکن نظر خدا پر ہے

ہماری خاک کی مد نظر ہے بربادی
مزاج یار بہت اندنوں ہوا پر ہے

آہ سے رنگ رخ یار چمک جاتا ہے
جب ہوا چلتی ہے انگارہ دہک جاتا ہے

سفلگی اور بڑہی رتبۂ عالی پاکر
اصل پر اپنی مگر پیر فلک جاتا ہے

محفل رند خرابات ادب کی جا ہے
جام سے بند ہیں لب بستہ دہن مینا ہے

سوزش عشق جو داغ دل بیتاب میں ہے
یہ تب و تاب کہاں مہر جہانتاب میں ہے

بعد مردن بھی نظر آتی ہے تیری صورت
جو تصور ہے وہی پیش نظر خواب میں ہے

دیکھکر تجھکو نہ کیوں گردن مینا جھک جائے
یہ سلامی بھی تو داخل ادب آداب میں ہے

حشر کے بعد بھی غفلت نہ گئی ہائے نصیب
کیا قیامت ہے کہ بخت آجتلک خواب میں ہے

موتیوں کا ڈھیر جوش اشک سے دامن میں ہے
دامن دولت ہماری جیب پیراہن میں ہے

اڑ گیا چرخ چہارم پر سمند ناز حسن
واہ اے رشک مسیحا جان کیا توسن میں ہے

انقلاب دہر تیرے ہاتھ ہے اے شہسوار
ابلق ایام کا عالم ترے توسن میں ہے

تیر سے پر تو سے بھلا مہتاب کو نسبت ہے کیا
نور خورشید درخشاں پردۂ روزن میں ہے

کیا صفا ہے رنگ پان کو دیکھکر کہتے ہیں برق
بادۂ گلگوں لبالب شیشۂ گردن میں ہے

ڈبویا ایک عالم کو تساہل سے تساہل سے
نیا طوفان اٹھا آب شمشیر تغافل سے

لہو روتے ہیں عاشق اس شرابی کی محبت میں
چھلکتی ہے مے گلرنگ جام چشم بلبل سے

عبرت ہے کہ مدفن برق کیا مد ہیرے حاصل
نہیں ہے کوئی تکیہ خلق میں بہتر توکل سے

مانع اشک ہوے آہ رسا کے جھونکے
کے اڑتے ابر بہاری کو ہوا کے جھونکے

رات دن رعشۂ پیری سے نہیں ہے آرام
جھونکے دیتے ہیں مجھے خواب فنا کے جھونکے

نکہت زلف سے اے برق معطر ہیں دماغ
دم عیسیٰ ہیں مجھے باد صبا کے جھونکے

نور کا عالم ہے جوش حسن جسم زار ہے
رشتۂ شمع تجلی رشتۂ زنار ہے

دوسرا بھی دار اے قاتل ہمیں درکار ہے
جیب کا محتاج اپنا زخم دامندار ہے

زیور معشوق وصل عاشقان زار ہے
ہاتھ میرا اس گل تر کے گلے کا ہار ہے

دلکو روشن کردیا اس مہروش کی یاد نے
آئینہ عکس رخ انور سے صورت دار ہے

خرمن امید پر گرتی ہیں بہم بجلیاں
برق دو دو آہ اپنا ابر تنکش بار ہے

نام عالم میں رہے بات خدایا رہ جائے
پردہ خاک میں چھپ جاؤں تو پردہ رہ جائے

گذرے بوسوں سے غنیمت ہے زیارت تیری
سجدہ شکر کریں ہم جو یہ نقشہ رہ جائے

منہ نہ کھلواؤ یہ باتیں نہیں اچھی دیکھو
میں بھی کہہ بیٹھوں اگر آپ کو پھر کیا رہ جائے

وصل میں شوق یہ کہتا ہے کہ بیدار ہیں بخت
کوئی دل کی نہ ہوس اے دل شیدا رہ جائے

وصل اس حور سے اے برق مقرر ہوگا
دخل کیا عاشق صادق کی تمنا رہ جائے

دل سے غبار جوش جنوں میں نکال کے
صحرا سے نہ بنائیں گے گرد ملال کے

دیدار کو ترستے ہیں عاشق جمال کے
پر حل رہے ہیں طائر وہم و خیال کے

کیا ہولناک رات ہے روز فراق کی
تارے مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے

آگے وہ چاند سی تصویر کھڑی رہتی ہے
آنکھ تاروں سے شب غم میں لڑی رہتی ہے

جوشش حسن سے ہے روئے منور پنہاں
رات دن چادر مہتاب پڑی رہتی ہے

برگ سوسن لب نازک ہیں سخن گوئی سے
بے جمائے ہوئے مسی کی دھڑی رہتی ہے

[illegible] فلک حسن ہے وہ ماہ لقا
ہاتھ میں خط شعاعی کی چھڑی رہتی ہے

تارا خورشید قیامت میں ہے اے برق
کمر یار میں سونے کی کڑی رہتی ہے

[illegible] عیاں زلف سے ہے آپکے منہ پر بدلی
جس طرح چاند پر آجاتی ہے اکثر بدلی

منتظر بیٹھے رہے نامہ نہ لایا کوئی
آج بھی کل کی طرح برق نہ آیا کوئی

تو نے جس روز سے بے پردہ دکھائی صورت
پھر مری آنکھوں میں ہرگز نہ سمایا کوئی

جان فرہاد گئی وصلت شیریں نہ ہوئی
تیغ کہسار نے جوہر نہ دکھایا کوئی

دیکھئے داغ اگر آئے کبھی تربت پر
دل جلایا جو کبھی پھول چڑھایا کوئی

ن جو اس کے چاند سے رخسار ہو گئے
تارے تمام روزن دیوار ہو گئے

حسین میرے خریدار ہو گئے
عاشق کی آپ گرمی بازار ہو گئے

لئے جو وصل میں رو رو کے
بولے وہ ہنس کے تم بھی نمک خوار ہو گئے

تنگ ہے کہ تصور سے یار کے
پردے ہماری آنکھ کے گلزار [illegible] گئے

بوسے کے بدلے جان طلب کی جو اُسنے برق
سنی سمجھ کے جنس خریدار ہو گئے

دوری سے مضطرب دل فرقت نصیب ہے
لیجیے خبر کہ وقت ہمارا قریب ہے

یتی نہیں ہیں چین تجھے بدگمانیاں
روزن تلک نگاہ میں چشم رقیب ہے

شن میں بلند تیری قامت و عارض کو دیکھکر
سرو چمن ہی فاختہ گل عندلیب ہے

سہرہ ہے آجکل قد و رخسار یار کا
ثابت ہوا کہ روز قیامت قریب ہے

میں اور اُس سے ربط کریمی ہے اُسکی برق
طالع ہیں ایسے کس کے یہ کس کا نصیب ہے

بہر گلگشت جو اس گل کی سواری آئی
گل کھلے غل یہ ہوا باد بہاری آئی

بڑھ گیا اور جنوں بوجھ تمھاری آئی
ینکے زنجیر بلا بار بہاری آئی

ناتوانی سے رہے ہجر میں سو خاموش
ہونٹھ تک آ کے سینوں میں ہماری آئی

نہیں ممکن کہ رہے عشق سے خالی دنیا
قیس وارفتہ گیا برق کی باری آئی

بتوں سے جلوۂ حق کا ظہور ہوتا ہے
عجیب خاک کے پتلوں میں نور ہوتا ہے

صدا زمیں سے آتی ہے گوش عبرت میں
کہ پائمال سر پر غرور ہوتا ہے

کمال نشہ میں ہوش خبر کہاں ناصح
دفور عشق میں کس کو شعور ہوتا ہے

جبین یار پہ روشن ہے شام گیسو میں
کہ جیسے نور کے تڑکے میں نور ہوتا ہے

دکھائی دیتی ہیں وہ حوریں صاف اندھیرے میں
یہ اُسکے سایۂ قامت میں نور ہوتا ہے

جدائی اُن سے نہیں ہے مثال قالب و روح
جہاں وہ جاتے ہیں بندہ ضرور ہوتا ہے

نظر جو دیدۂ موسیٰ سے برق کرتے ہیں
ستون سنگ مکاں کوہ طور ہوتا ہے

آنکھیں پہ تو سے چھپ جائیں نہ کیوں تاروں کی
بجلیاں کانوں میں ہیں چاند سے رخساروں کی

مانند دیدہ دم قتل ہوا پر تو رخ
پتلیاں بند ہوئیں آنکھوں میں گنہگاروں کی

جوہر ابرو خمدار سے ہے گرمی حسن
گال گلرنگ ہوئے آنچ سے تلواروں کی

آن کر ملک عدم میں بھی نہ پایا اون کو
خاک میں بھی نہ گئی یاد ہمیں یاروں کی

ایک وعدہ ہو تو پھر برق کو ہو کہنے کی جا
گنتی شکووں کی نہیں حد نہیں اقراروں کی

میں اگر رونے لگوں رتبۂ والا بڑھ جائے
پانی دینے سے نہال قد بالا بڑھ جائے

جوشِ وحشت یہی کہتا ہے نہایت کم ہے
دو جہاں سے بھی اگر وسعتِ صحرا بڑھ جائے

بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ ہے تند مزاج
گفتگو اور ہنسی میں نہ زباں بڑھ جائے

وصل کے دن بھی رو رو کے دعا کرتا ہوں
آج کی رات شبِ غم سے خدایا بڑھ جائے

حسن کہتے ہیں اسی دن کو اگر دن نکلے
نور میں دھوپ سے اُس ماہ کا سایا بڑھ جائے

گرمیٔ حسن نے دو چند کیا ہستی کو
دھوپ سے کیوں نہ بھلا نشۂ صہبا بڑھ جائے

داغ پر داغ سے اے برق مجھے راحت ہے
دم بدم ہو تب و سوزِ جگر میں ایذا بڑھ جائے

کیونکر بچیں گے قامتِ بالا کے سامنے
دنیا کی سب بلائیں ہیں [illegible] کے سامنے

روتا ہوں اس نہالِ تمنا کے سامنے
کوثر رواں ہے خلد میں طوبیٰ کے سامنے

دیکھا جو حالِ زار بھرو کو سے جھانک کر
گھر میں بلا لیا مجھے لیلا کے سامنے

دن تو کسی طرح گذرنی تھی جو کچھ گذر گئی
اس حال پر ہیں اب شبِ یلدا کے سامنے

ممکن نہیں کہ رنگ جمے آفتاب کا
رنگِ بہار عارضِ زیبا کے سامنے

ساقی دکھائے چہرۂ گلگون دخترِ رز
بیٹھے رہیں نہ زاہدِ مینا کے سامنے

نالے بلند ہوں تو کہیں اہلِ آسماں
مینار ہیں یہ مسجدِ اقصیٰ کے سامنے

چاہوں تو برقِ عرش کے تارے بھی توڑ دوں
کیا طولِ چرخ ہے یدِ طولیٰ کے سامنے

جب تک کہ وہ ابرو کا اشارہ نہ کریں گے
کعبہ بھی جو ہوگا کبھی سجدہ نہ کریں گے

بے بوسہ ہیں کیوں طالبِ نقدِ دلِ عاشق
بیعانہ جو کیا لیں گے جو سودا نہ کریں گے

مر جاؤں تو مر جاؤں برا ہیں تو مانیں نہ
پھر کیسے مسیحا ہیں جو اچھا نہ کریں گے

ع حسن میں کامل ہیں تو ہم صبر میں یکتا
تا عمر کبھی ذکر بھی اُن کا نہ کریں گے

بدنامی سے ڈرتے ہو عبث عشق میں اے برق
کب تک بشر اسباب کا چرچا نہ کریں گے

بنے سر کا چاند تو اے ماہِ پیکر کھول دے
مہر کو پوشیدہ کر دے چشمِ اختر کھول دے

بات تاروں میں بھی ہرگز نہیں اے رشکِ ماہ
عقدۂ گوہر دُرِ دنداں سے ہنس کر کھول دے

دل کے دن ہیں شب خوابی اسے درکار ہے
اے قمر کمایت کی براق چادر کھول دے

ہمی ختم ہے اس معدنِ اخلاق پر
ہنسنے لگتا ہے جو کیسے لعل و گوہر کھول دے

فلک رو گھر گئے روزِ قیامت آچکا
آہ دل کیا ہو صفِ مژگانِ جاناں کے حضور
باعثِ دل بستگی ہو مال پوشیدہ نہ رکھ
ہائے دیکھوں فرقت رشکِ قمر میں چاندنی
نقرئی ... نہیں اُس غیرتِ خورشید کا
دیکھ کر رخسارِ تاباں کوچ عاشق کر گئے
... پر نخوت نہ کر اس کا نہیں کچھ اعتبار
جامہ فانوس دیواریں ہیں جوش نور سے
تیرہ بختی نے دکھایا کیا مجھے روز سیاہ
رات بھر اس ماہ کی فرقت میں جاری اشک ہیں
فیضِ عالی ہیں برابر خشک و تر ہیں دہر کے
... غم سے رات بھر بھکتی ہیں تن کی ہڈیاں
زخمِ دل بھر آئے جب دیکھا رخِ پُر نورِ یار
... دانتوں کی چمک سے فرش اُجلا ہو گیا
... علی کے رتبے کو بڑھا دیتا ہے ... ق

چاک کر جیبِ سحر دامانِ محشر کھول دے
بے لڑے میدان میں ہتھیار لشکر کھول دے
تو گرہ سے برق غنچے کی طرح زر کھول دے
دودِ شمع داغ ہو میری نظر میں چاندنی
کھول کر آغوش لیتی ہو ... گھر میں چاندنی
دھوکے دیتی ہے مسافر کو سفر میں چاندنی
چار دن مہمان ہے دو ... سمر میں چاندنی
گھر میں وہ ہیں جابجا ہو رہگذر میں چاندنی
سایہ بن جاتی ہے آکر میرے گھر میں چاندنی
مینہ برستا ہو نہاں ہو ابر تر میں چاندنی
کم زیادہ کس جگہ ہو بحر و بر میں چاندنی
دھوپ ہو میرے جلانے کو اثر میں چاندنی
مرہم کافور جنت ہو ... اثر میں چاندنی
دھو لی جاتی ہو یہاں آب گہر میں چاندنی
پھول بن جاتی ہے چھن کر ہر سحر میں چاندنی

جذبِ مجنوں نے جو تاثیر دکھائی ہوتی
جسمِ جاناں کے برابر نہ صفائی ہوتی
اے صنم اپنی جو قدرت میں خدائی ہوتی
خونِ عشاق سے رنگ آپ نے کھیلا ہوتا
جوش ... مجھے تربت میں ... دیکا
کیا باغ کھلا سایہ سے اُس رشکِ قمر کے
مشتاق رہے ہم شبِ فرقت میں سحر کے
سایہ کی طرح ساتھ ہیں اُس مہر کے ...

پردۂ خاک سے لیلیٰ نکل آئی ہوتی
حوضِ کوثر میں اگر جو رونمائی ہوتی
مسجدوں میں تری تصویر لگائی ہوتی
ہولی میں خاک شہیدوں کی اڑائی ہوتی
بعد مرنے کے بھی زنجیر پنہائی ہوتی
رشکِ گلِ خورشید ہوئے پھول سپر کے
صدمے نہ اٹھے دل سے مگر دردِ جگر کے
ہالے کی طرح گرد ہیں اس رشکِ قمر کے

اے دوست ترے در پہ بھی ہم آ نہیں سکتے
کیا فائدہ ای برق اگر جام بنایا
پردۂ زلف کی حاجت تجھے ای یار نہ تھی
شب مہتاب شب وصل میں درکار نہ تھی
کوئی شے میرے لیے مانع دیدار نہ تھی
عمر بھر خواب میں وہ سیمبر آیا نہ کبھی
سر پامال ہوا ایک پسیجے ٹھوکر سے
کس نے اس مست نے ناز کو بہکایا تھا
دل نالاں کی طرح کرتے تھے نالے ای برق
جمتی نہیں ہے زبان کسی شہسوار کی
دیکھیے حالت دل دیکھے کیا ہوتی ہے
گھس گئی میری زباں بات نہ اس نے پوچھی
داغ دل کھائے پڑے رہتے ہیں ترے در پر
قطع امید نہ ہوتی ہے نہ ہوتا ہے وصال
ای صنم جذب محبت پہ ہمیں دعوی ہے
منہ کو آئینے سے ہمیں ہنس کے چھپا لیتے ہو
رنگ اس شوخ کا شوخی سے جو اڑتا ہے
میں جو روتا ہوں تو کہتے ہیں مجھے ہنس ہنس کر
برق پچھتاؤ گے باتوں پہ نہ جاؤ اسکی
کبھی جو زلف یار طبیعت سنبھل گئی
یا خیال ابروئے مژگاں جو ہجر میں
سر امرا کٹ جائیگا حاجت روا ہو جائیگی
سنگ پارس ہو گئے ٹھوکر سے تمہاری صنم

مجبور ہیں سب لوگ عدو ہیں ترے گھر کے
سو ٹکڑے ہوئے ٹھوکروں کاسہ سر کے
شمع خورشید کو درکار شب تار نہ تھی
دھوپ نکلی تھی شعاع رخ دلدار نہ تھی
گلشن عارض محبوب کی دیوار نہ تھی
اپنی تقدیر میں یہ دولت بیدار نہ تھی
حشر تھا باغ میں ظالم تری رفتار نہ تھی
آج وہ آنکھ نہ تھی وہ نظر یار نہ تھی
میری زنجیر غم ہجر میں بیکار نہ تھی
کیا شوخیاں ہیں ابلق لیل و نہار کی
[illegible]
[illegible]
درد مندوں کی تو مقبول دعا ہوتی ہے
ایسی افتاد بھی ای ماہ لقا ہوتی ہے
نہ اجل آتی ہے مجھکو نہ شفا ہوتی ہے
کھینچ لاتے ہیں جو تاثیر دعا ہوتی ہے
صدقے ان آنکھوں کے قربان حیا ہوتی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھتا ہے حنا ہوتی ہے
جو کرے عشق یہی اسکی سزا ہوتی ہے
ہم کہے دیتے ہیں باندازِ دعا ہوتی ہے
آئی ہوئی بلا مرے سر پر سے ٹل گئی
خنجر لگا جگر پہ چھری دل پہ چل گئی
تیغ قاتل مجھکو محراب دعا ہو جائیگی
خاک رہ ہر ہر قدم پر کیمیا ہو جائیگی

گمرہان عشق آخر راہ پر آجائیں گے — جستجوئے کوئے جاناں رہنما ہو جائیگی
ہاتھ پر پروانہ ہوں گے بلبلیں ہوں گی شہود — آتش گل آتش رنگ حنا ہو جائیگی
پہنچے گا اوج سعادت پہ ترے آنے سے برق — روح مست استخوان تن ہما ہو جائیگی

گردون سے آب چشم تمنا بلند ہے — دیکھو حباب پست ہی دریا بلند ہے
سرکش آل کار کو ہوتے ہیں سرنگوں — جھک جائیگی جو گردن مینا بلند ہے
نرم بدن میں اپنے دل وچشم دیکھئے — مینائے مئے سے ساغر صہبا بلند ہے
عالم میں ہم پہ ختم ہوئی ہے فروتنی — مانند ابر جسم سے سایا بلند ہے
شہرت ہے خال عارض انور کی تا فلک — اس غیرت قمر کا ستارا بلند ہے
رخ ہے کہ آفتاب ہے تیزی پہ جلوہ گر — قامت ہے یا قیامت کبرا بلند ہے
اے برق زبردست علی کا نہیں ہے کون — ہاتھوں سے سب کے ہاتھ خدا کا بلند ہے

[illegible] — جام سر اشکوں سے اپنا بھر چلے
صندلی رنگت جو دیکھی مر چلے — لیکے دنیا سے یہ درد سر چلے
بزم عالم میں ہمیں گردش رہی — عمر بھر ہم صورت ساغر چلے
غرق بحر اشک ہوں طوفان ہے — کشتی عمر رواں کیونکر چلے 1691
جس جگہ بیٹھے ہوئے ہم سنگسار — جب چلے ہم سیکڑوں پتھر چلے
برق اس سرو رواں کے بندے ہیں — حکم سے جس کے درخت اکثر چلے

معدن یاقوت مٹی کا نظر میں ڈھیر ہے — کس قدر لعل لب جاناں کی رنگت سیر ہے
پیاس میں آب بقا آب دم شمشیر ہے — زخم کا بھوکا ہے عاشق زندگی سے سیر ہے
ابر ہے مطرب ہے مے ہے باغ ہے جنت سرشت — اب تو اے ساقی فقط تیرے کرم کی دیر ہے
تیرے آنے سے بہار آئی گل ہوا ہر باغ باغ — دامن باد بہاری پیرہن کا گھیر ہے
برق سا تو یوں نہ کیوں چھایا ہے کیا ابر سیاہ — اس اندھیری رات میں آیا نہ وہ اندھیر ہے

باغ ہے یار ہے اٹھی ہے گھٹا ساون کی — گا کوئی تازہ غزل نغمہ سرا ساون کی
مر گیا دیکھ کے فرقت میں گھٹا ساون کی — بن گئی تیغ قضا موج ہوا ساون کی

غزل جناب میاں سید حسین احمد صاحب بیباک شاہجہانپوری

شق میں ذوقِ طلب لاکھ جتائے اسکو — عقل نے تو کبھی پایا ہے نہ پائے اسکو
ب مرے بس میں مری جان مزیں بھی نہیں — کون جا کر خبر مرگ سنائے اسکو
ق میں خوبیٔ تقدیر کو کچھ دخل نہیں — وہ جسے قتل کرے کون بچائے اسکو
ی غمخوار شب ہجر بھلا یہ تو کرے — مجھکو لیجا کے مرا حال دکھائے اسکو
رشک تو عشق میں کہتا ہے یہی اے بیباک — میری نظروں سے بھی اللہ بچائے اسکو

غزل جناب شاہ سید شاہد علی صاحب فانی سبز پوش رئیس گورکھپور جانشین مولانا آسی علیہ الرحمہ

بیخودی سے ہم پہنچے حریم راز میں — زاہد خشک رہگیا منزل امتیاز میں
ہیں حقیقت آشنا جبران عشق کے — دو ہیں مے الست ہے میکدۂ مجاز میں
ہستیٔ عشق ہو گئی دم کے دم میں طے — خنجر ناز بن گیا خضر رہ نیاز میں
شراب معرفت محفل عشق میں بٹے — دُرد ہوس اگر نہ ہو جام مے مجاز میں
م وہ راگ ہے ہجر کی جس میں لے ہے — حسن کی کوئی لاگ ہے عشق کے سوز و ساز میں
فانی لقتہ پھر کہاں اسکی نگاہ جب اٹھی — برق وجود سوز تھی پردۂ چشم ناز میں

غزل حسرت موہانی بر طرح مشاعرہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

لطاف نہیں شکوۂ بیداد نہیں — کچھ بھی تیری تمنا کے سوا یاد نہیں
ے دوست کی خوشنودی دو عالم کی مراد — آہ وہ تہمت برباد کہ برباد نہیں
ہیں بیر غنا دل کہ چمن میں گویا — خوف گلچیں کا نہیں خطرۂ صیاد نہیں
دی تھی کس نے ترے قدموں پہ — یہ سمجھا تو بھول گیا یہ بھی تجھے یاد نہیں
تیری محبت سے اسے کیا سروکار — دل جو ناکام نہیں روح جو ناشاد نہیں
نج جفا جو سے گزر کر جو گئے — کچھ تجھے بھی یہ مجال لب فریاد نہیں
بھی کچھ مٹے سے ہے قید غم عشق — حسرت آزاد ہے کہنے ہی کو آزاد نہیں

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوی معلی کانپور

جلد رسالہ اردوی معلی بابت ۱۹۲۵ء مکمل .... ۱۲ر | مجموعہ ہر سہ جلد مجلد للعہ

جلد رسالہ اردوی معلی بابت ۱۹۲۶ء مکمل ۶ر

جلد رسالہ اردوی معلی بابت ۱۹۱۵ء مکمل ۱۲ر - جلد اردوی معلی بابت ۱۹۲۱ء ... عہ ر

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفید و حالات غالب و تنقید ... عہ ر

انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی - از ... مع چھاپا ٹائپ قابل دید ...... عہ ر

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دواوین حسرت موہانی از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل سے ر

انتخاب سخن از حسرت موہانی

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند و صاحب دیوان شعرائے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل

انتخاب سخن جلد اول سلسلہ شاہ حاتم مکمل یہ دیوان اور کہیں نہیں ملسکتے	یعنی انتخاب دیوان شاہ حاتم - بقا - یقین - نثار - بیدار - تابان شاگردان شاہ حاتم شاگرد سودا - میر - افسر - بیتاب - برادر رنگین تا حسرت طالب معروف شاہ نصیر تحفہ ... قیمت .... عہ ر
جلد دوم سلسلہ ذوق	یعنی انتخاب دیوان ذوق - جملہ دواوین داغ - رسا مگر قیمت ۱ر
جلد سوم سلسلہ مومن	یعنی انتخاب دیوان مومن - نسیم - تسکین - دیوان حسرت موہانی یعنی انتخاب کلیات حسرت موہانی مکمل ....

جلد چہارم سلسلہ مظہر - سوز - میر - درد یعنی انتخاب دیوان حسرت یقین حزیں شاعر دیوان شاگردان مظہر قیمت ... دیوان سوز ... دیوان میر درد ... ۱ر

انتخاب سخن جلد پنجم سلسلہ جرات مکمل یہ دیوان اور کہیں نہیں ملسکتے	یعنی انتخاب دیوان حسرت استاد جرات - دیوان جرات - دیوان غضنفر ... رقت - رضوی - محبت - لطف - مصروف - محبت - جلال و شائق شاگردان جرات - دیوان نساخ - دیوان رضا علی وحشت ...
جلد ششم سلسلہ مصحفی	یعنی ... حسرت موہانی ... دیوان مسرور شاگرد ... [illegible]
جلد ہفتم	یعنی انتخاب دواوین اساتذہ متفرق ... [illegible]

نوٹ:- جلد ہشتم سلسلہ آتش ... جلد نہم سلسلہ ناسخ ... جلد دہم سلسلہ غالب ... [illegible]

ملنے کا پتہ دفتر رسالہ اردوی معلی کانپور